مقام اشاعت کٹیا رسالہ ... لاہور

883

تمام اُردو رسالوں میں سب سے زیادہ چھپنے والا مستانہ جوگی رسالہ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۸۳

گاہ بگاہ میں بام دُنیا پر تماشہ دیکھتا	گاہ بگاہ میں جھینوٹی سی لگتا ہوں صدا
بادستہ دُنیا کے مہرے ہیں مری شطرنج کے	دل لگی کی چال ہے سب رنگ صلح و جنگ کے

دینی۔ دُنیوی، رُوحانی اور جسمانی معلومات کا خزانہ

رسالہ

مستانہ جوگی

لاہور

مالک و ایڈیٹر صوفی لچھمن پرشاد

جلد ۱۶	اپریل سنہ ۱۹۲۸ء	نمبر ۴

قواعد

۱۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ تک رسالہ خریداروں کو مل جاتا ہے۔ اگر نہ ملے۔ تو پانچ تاریخ تک ضرور دفتر میں شکایت آجانی چاہیئے۔ پانچ تاریخ کے بعد شکایت کے ساتھ پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔
۲۔ ہر طرح کی خط و کتابت شکایت و ترسیل زر صوفی لچھمن پرشاد کے نام ہو۔ کسی اور کے نام خط و کتابت کرنے پر دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔ ۳۔ ہر خط پر اپنا پورا پتہ خوشخط لکھیں۔ اور چٹ نمبر بھی ضرور درج کریں۔ جواب کے لئے واپسی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ۴۔ خط و کتابت کے لئے پتہ کافی ہے۔ صوفی لچھمن پرشاد ایڈیٹر رسالہ مستانہ جوگی لاہور۔

سالانہ چندہ تین روپے پیشگی نمونہ پانچ آنہ

فہرست مضامین

بقلم عبدالغنی کاتب

اوم
مقام اشاعت "گنیا رین بسیرا" لاہور
رسالہ
مستانہ جوگی
لاہور
جلد ۱۶ اپریل ۱۹۲۸ء نمبر ۴

ایک فرقت زدہ کی آواز

(دلچسپ نظارہ)

(رتن پور کے راجکمار یعنی راجہ پرہلاد و دیادھر کے بیٹے پَوَن کا معہ لشکر کے راجہ راون کی امداد کو جاتے ہوئے راستے کے ایک جنگل میں پڑاؤ۔ لشکر کے تمام سپاہی اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہیں۔ رات بہت گزر چکی ہے۔ کسی خاص بےچینی کی وجہ سے پَوَن کو نیند نہیں آتی۔ وہ اپنے وزیر کو ساتھ لیکر چاندکی چاندنی میں تھوڑی دُور تک گھومنے کے لئے نکل جاتے ہیں۔ دونو باتیں کرتے ہوئے جا رہے ہیں)

پَوَن۔ منتری جی! بعض آدمیوں کا خیال ہے۔ کہ انسانی خوشی کا اصلی مرکز دولت و اقبال ہے بعض لوگوں کے نزدیک مسرت کا ذریعہ مکمل تعلیم ہے اور بعض آدمیوں کا خیال ہے کہ رُوح کی پھلواڑی کے لئے تندرستی ہی بادِ نسیم ہے۔

وزیر۔ لیکن یہ خیال حماقت کی نشانی ہے۔ سچی خوشی زمینوی نہیں۔ بلکہ آسمانی ہے
ایسے خیالات ہی تو انسانی اِشتہا کو بھڑکانے والے ہیں۔ آدمی کی ضروریات کو اور بھی زیادہ وسیع
بنانے والے ہیں۔ ہم خوش و خرم تب ہی کہلا سکتے ہیں۔ جب ہماری زندگیاں نیکی کے قانون پر چلائی
گئی ہوں۔ نیکی کی طاقت سے نیچے کی چیزوں سے ہٹا کر اوپر کی طرف اُٹھائی گئی ہوں ؎

خوشی ہے علم کے اندر نہ ہے وہ زر پرستی میں — نہ ہے وہ تندرستی میں نہ ہے وہ گھر گرہستی میں
خوشی باطن میں ہی ہے نہیں باہر کی چیزوں میں — نہ ہے دنیا کے ساماں میں نہ ہے اپنے عزیزوں میں

پون۔ مجھے آپ کے خیالات سے اتفاق ہے ۔

وزیر۔ رحکمار۔ مان لیا۔ کہ دنیا بھی خوبصورتیوں اور خوشیوں کا گھر ہے۔ لیکن اس
کے دیکھنے کے لئے بھی باطنی آنکھ کی ضرورت ہے۔ شاندار چمکنے والے ستارے۔ نغمہ ہائے دلاویز
پیدا کرنے والی ندیوں کے خوبصورت نظارے۔ قوس قزح اور ارغوانی آفتاب۔ نقرئی چاند اور
چاندنی سے چمکنے والے وسیع سمندروں کی آب و تاب۔ آسمان پر تیرنے والے بادلوں کی فوج اور
دل کو فرحت کی گود میں سلانے والی ٹھنڈی ہوا کی ہر موج اُن کے لئے حقیقت رکھتی ہے۔ جن کی
باطنی آنکھ کھلی ہے ؎

ہر قطرہ اُن کو ایک سمندر ہے علم کا — ہر ذرّہ اُن کے واسطے دفتر ہے علم کا
ہر سانس اُن کے واسطے ہے زندگی نئی — ہر چیز میں وہ پاتے ہیں دلبستگی نئی

پون۔ ایسے مبارک آدمیوں کو یہ دنیاوی ہستی ایک خواب سی نظر آتی ہے ۔

وزیر۔ اور وہ تمام چیزوں کو اپنے دل کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ وفاداری اور اُمید سے
پلتے ہیں۔ اُن کے دل میں دنیا کے جذبات نہیں گھستے ہیں۔ تیروں اور بھالوں کی آندھی میں بھی
وہ نڈر رہتے ہیں۔ مادی دباؤ سے بہت اوپر رہتے ہیں ؎

وہ اس دنیا میں رہتے ہیں کنول کی طرح پانی میں — اُنہیں یکساں رہے بڑھاپے اور جوانی میں
وہ اں کشتی ہو جیسے کوئی دریا کی روانی میں — [illegible] دنیا میں ہیں لیکن ہو کے دنیا کے نہیں رہتے

پون۔ رسامنے کے ایک درخت پر سے چکوی کی آواز سے حیرت زدہ ہو کر) منتری
جی۔ یہ کون ساطائر ہے۔ جو جگر کو چھیدنے والی دردناک آواز سے بول رہا ہے ؎

اِک چھری ہے جو کلیجے میں چبھی جاتی ہے
ایسی آواز ہے سینے میں کھبی جاتی ہے

وزیر۔ راجکمار۔ اِس جانور کا نام چکوی ہے۔ ہجر کی لمبی رات عذاب ہو رہی ہے۔ نر کی جُدائی میں بیتاب ہو رہی ہے +

پون۔ آپ کو کیسے معلوم ہُوا۔ کہ یہ نر کی جُدائی میں چلا رہی ہے ؟

وزیر۔ یہ اُسی کی یاد میں تملا رہی ہے۔ یہ دونوں نر اور مادہ دِن تو ایک ساتھ بتاتے ہیں لیکن شام ہوتے ہی جُدا ہو جاتے ہیں +

پون۔ اِس رات کی جُدائی میں کیا راز ہے ؟

وزیر۔ کوئی قُدرتی راز ہے ؎

گردن اِن دونوں کی اِس طوقِ تکلو گیر میں ہے ۔۔۔ رات کو رہنا جُدا دونوں کی تقدیر میں ہے
شومئے بخت ہے چلتی نہیں تدبیر کوئی ۔۔۔ دِلمیں جذبہ ہے اثر آہ کی تاثیر میں ہے

پون۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑی آفت میں گرفتار ہے +

وزیر۔ جی ہاں۔ پتی وِیوگ (شوہر کی جدائی) ایسا ہی دُشوار ہے +

پون۔ ایک ہی رات کی جُدائی اور یہ حالت بنائی ؟

وزیر۔ عورت کو شوہر کی جُدائی میں تو ایک پل بھر کاٹنا بھی عذاب ہے اور پھر یہ تو چار پہر کی رات کا اضطراب ہے ؎

خوں سے دھل جائیں جو جوہر تو وُہ خنجر ہی نہیں ۔۔۔ جو نہ پس کر بھی چمک دے تو وُہ زیور ہی نہیں
عشق جس دِلمیں ہو اُس سے نہ شرر کیوں اُٹھیں ۔۔۔ چوٹ کھاکر جو نہ دے آگ وُہ پتھر ہی نہیں

پون۔ ایک رات کی جدائی میں اِس جانور کو اِتنی قدر بیقراری ہے۔ تو اُسکا کیا حال ہوگا برسوں سے جس کا شغل آہ و زاری ہے +

وزیر۔ اُسکا حال اُس مچھلی کی مانند ہوگا۔ جو ٹھنڈے پانی سے نکال کر تپتی ہوئی ریت پر ڈالی گئی ہو۔ جو تڑپ تڑپ کر اپنی رُوح کو نکل جانیکے لئے تڑپاتی ہو۔ جو نہ جیتی ہو۔ اور نہ مرتی ہو ؎

ذکر کیا اُسی ستم دیدہ کی فریادوں کا ۔۔۔ چرخ ظالم کی نشانہ ہے وُہ بیدادوں کا
دونو آنکھوں کی اگر اُسکی دشا تم پوچھو ۔۔۔ ایک ساون کا پتہ رکھتی ہے اِک بھادوں کا

نظم

جس کا پیہ بچھڑ گیا ۔۔۔ پانی بناں وُہ دھار ہے

جس کا جیا نکل گیا | جوہر بناں تلوار ہے
جس کا پتی پردیش ہے | اُس کو آتی کلیش ہے
چاندنی بن وُہ چاند ہے | اُجڑی ہوئی بہار ہے
گھر میں نہیں جسکے پتی | اُس کی نہ پوچھو تم گتی
جوتی بناں وُہ آنکھ ہے | باسی ہُوا وُہ ہار ہے
سیج ہے جس کی سُونی پڑی | ہے سال اُس کو ہر گھڑی
جاں بناں وُہ جسم ہے | ٹوٹا ہُوا گڑھ دوار ہے
جس کا پیا نہیں پاس ہے | چھوٹی ہوئی وُہ آس ہے
خوشبو بناں وُہ پھول ہے | سُوکھا ہُوا گلزار ہے
جس کا پتی ہے جُدا ہُوا | نقشِ قدم ہے مِٹا ہُوا
موتی ہے آب کے بناں | نقشِ دیوار ہے
پیا نہیں جس کے نکٹ | قسمت گئی اُسکی اُلٹ
روشنی بن چراغ ہے | اُس کا جینا دُشوار ہے
جس سے خفا ہُوا پتی | سب کی نظر سے وُہ گری
اُس کو نہ پھول سمجھئے | آنکھوں میں سب کی وُہ خار ہے

پون - اگر یہ بات ہے تو پھر میرے لئے کیا سزا ہوگی؟ ہائے اُس بیچاری اَبلا کی کیا دشا ہوگی ؎

فرقت میں میری جس کی جوانی گذر گئی | جینے میں ہے شمار نہ مرنے میں مر گئی
دن کتنے جس نے دیکھے ہیں لیل و نہار کے | جسنے خزاں میں کاٹ دیئے دن بہار کے

وزیر - کس نے؟

پون - انجنا دیوی نے۔ میری پیاری نے۔ جسکے لئے پیاری کے لفظ کا استعمال کرنا پاکیزہ محبت کی تذلیل ہے۔ جس سے اب مُعافی مانگنا بھی بیحیائی کی تکمیل ہے جس کو اب مُنہ دکھانا بھی مُنہ پر کالک لگانا ہے۔ جسکے آگے دونوں ہوکر گڑگڑانا عورت جیسی پوتر چیز کا درجہ گھٹانا ہے ؎

ہائے صدائے نالہ مرے بس میں ہے | میں وُہ بھی کر سکا نہیں جو میرے بس میں ہے
کتنا ہے ظلم اور ہے اندھیر کس قدر | صیاد تو ہے چمن میں بُلبل قفس میں ہے

وزیر۔ یہ آپ کیا اُلٹی سیدھی کہہ رہے ہیں؟ انجنا دیوی کا کیا ذکر فرمایا؟

پون۔ ہائے اُس وقت کچھ بھی میری سمجھ میں نہ آیا۔ شادی کے بعد اُس کو علیحدہ محل میں بھجوا دیا۔ آج برسوں[۱] تک اُس کی صورت دیکھنے کا نام نہیں لیا۔ جب اس بے زبان جانور کی یہ حالت ہو رہی ہے تو پھر وہ کیا چین سے رہتی ہوگی۔ ہائے وہ مجھے کیا کہتی ہوگی۔ مجبوراً سب کچھ اپنی معصوم جان پر سہتی ہوگی ؎

کوئی آرام میں ہے اور کوئی آلام میں ہے ‏ ‏ بے گناہ طائر کم بخت مرے دام میں ہے

سرخروی ہے اُسے اور مجھے بدنامی ‏ ‏ میرے آغاز میں ہے اُسکے جو انجام میں ہے

وزیر۔ یہ آپ نے کیا ستم ڈھایا۔ اب تک اپنے آپ سے اُس کو جدا رکھا۔

پون۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ جب ہم تم بیاہ سے پہلے مہندر پور گئے۔ جو کچھ انجنا دیوی نے کہا تھا۔ اُسی بات پر ہم نے پرتگیا کر لی۔ کہ شادی سے بارہ برس تک اُس سے بات نہ کرینگے۔ جو لڑکی اپنے حسن پر اتنی مغرور ہے۔ اُس کا غرور توڑنے کے لئے کچھ سزا بھی ضرور ہے۔

وزیر۔ اُسی ذرا سی بات پر اتنی بڑی قسم کھالی۔ انصاف اور رحم کی جڑ ہی کاٹ ڈالی۔ جس بات کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ اُسپر اعتبار کر لیا۔ معمولی سی بات کی بنیاد پر ایسے خوفناک انتقام کا اتنا بڑا قلعہ تیار کر لیا ؎

اک بے قصور پر یہ نگاہیں عتاب کی ‏ ‏ دی بے گناہ کو بھی سزا اس عذاب کی

عورت تھی وہ غریب پیروں کی خاک تھی ‏ ‏ مٹی کی بھی یہ آپ نے مٹی خراب کی

پون۔ لیکن اب اُس گناہ کے لئے پچھتا رہا ہوں۔ خوش صحبتوں کی شیرینی میں ملایا ہوا زہر اب آپ ہی کھا رہا ہوں۔ اپنے ہاتھوں کے بچھائے ہوئے کانٹے پشیمانی کے خار بن کر میرے دامن دل میں اُلجھ رہے ہیں۔ میرے ہی انتقام کے بھڑکائے ہوئے تظلم کے شعلے اب میرے ہی

---

[۱] جب انجنا کی تصویر پون نے پہلی مرتبہ دیکھی۔ اور انجنا کے ساتھ اُسکی نسبت ٹھیری۔ تو وہ تصویر پر اس قدر فریفتہ ہوا۔ کہ بیاہ سے پہلے ہی اُس کی صورت دیکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اسی ارادے سے بھیس بدل کر اور وزیر کو ساتھ لے کر مہندر پور گیا۔ راجکماری کو دیکھنا آسان نہ تھا لیکن اُسکے محل کے نیچے جانے کا موقعہ مل گیا۔ اُسوقت چند لڑکیاں انجنا کی سگائی کے متعلق پون اور ایک اور راجکمار کا نام لیکر انجنا سے مذاق کر رہی تھیں۔ ایک لڑکی نے ہنسی مذاق میں پون کو زہر کا سمندر بتایا جس پر پون نے ان الفاظ کو انجنا کی زبان سے نکلے ہوئے جان کر پرتگیا کر لی۔ کہ بارہ برس تک اس مغرور لڑکی کی صورت نہ دیکھوں گا۔

تو آنسوؤں سے بجھ رہے ہیں ۔

پڑ گئے میری ہی قسمت میں وہ تقصیر کے پیچ لیکے ڈوبے ہیں مجھے ہی میری تقدیر کے پیچ

وزیر ۔ ہائے تم نے اُس عورت کو اتنا بیزار کیا جس نے کبھی میری عورت سے اور نہ ہی کسی اور سے اپنی مظلومیت کا اظہار کیا ۔ ایسا ظلم سہہ کر بھی ایسا ضبط اختیار کیا ۔ تم نے یہ ستم ڈھایا اور مجھے بھی نہ بتلایا ۔

پون ۔ نہیں بتلایا ۔ یہ گناہ بتلانے کے قابل نہ تھا ۔ یہ جرم کسی کو بتانے کے قابل نہ تھا ۔ اتنا بڑا ظلم اُس ننھی سی جان پر ڈھانے کے قابل نہ تھا ۔ سچ مچ وہ پھول جلانے کے قابل نہ تھا ۔

نظم

خوشنما پھول یہ مٹی میں ملایا میں نے دل کی راحت کا ہی سامان جلایا میں نے
غم کھلایا ہے اُسے کھیل تھا جو خوشیوں کا ہائے دھوکا بھی یہ کیا آن کے کھایا میں نے
نور کی طرح تھا نظروں میں سمایا جس کو ایسے گوہر کو ہے نظروں سے گرایا میں نے
ناز تو دور رہے اُن کا اُٹھانا کیسا اُس کا دُکھ بھی نہ ذرا ہائے اُٹھایا میں نے
بے بہا لعل کو مٹی میں ملا کر چھوڑا دل کو دل سے تھا ملانا نہ ملایا میں نے
اُسکی توقیر یہ کی دور کیا ہے دل سے جس کی تصویر کو سینے سے لگایا میں نے
چاہیئے تھا جسے آنکھوں کا بنانا تارا خار آنکھوں کا اُسی گل کو بنایا میں نے
نیک لوگوں سے بھی نیکی کا نہ برتاؤ کیا کر دیا نیکی کا دنیا سے صفایا میں نے
اپنی غفلت سے ہے پیروں میں کلہاڑا مارا کیسا انمول خزانہ ہے لٹایا میں نے

وزیر ۔ گزری ہوئی بات کا کیا ذکر اذکار ۔ ٹوٹا ہوا برتن نہیں جڑتا ۔ گزرا ہوا وقت نہیں مڑتا ۔ جو وقت سر پر ہے ۔ اُس کا خیال کیجیے ۔

پون ۔ خیال تو کیسا ۔ اس وقت وہ یہاں ہوتی تو اُسکے چرنوں سے لپٹ جاتا ۔ اُسکے آگے گڑگڑاتا ۔ اور اپنا قصور معاف کرواتا ۔

وزیر ۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ۔ ایسا ہو سکتا ہے ۔ جائیے ۔ ابھی چلے جائیے ۔ اُسکے دکھوں کی جلتی ہوئی کھیتی پر دیا کا جل برسائیے ۔ میں یہاں لشکر کا انتظام کروں گا ۔ آپکے لوٹ کر آنے تک راج ناتھ پر قیام کروں گا ۔

پون۔ (حساب لگا کر) دوہری خوشی کا مقام ہے۔ کہ آج بارھویں برس کا بھی اختتام ہے۔

وزیر۔ تو پھر کیا سوچ ہے۔ فوراً رتن پور کو چلدیجئے۔

پون۔ صرف ایک مشکل سوال ہے۔

وزیر۔ یعنی۔

پون۔ پتا جی کے ناراض ہونے کا خیال ہے وہ کہیں گے بزدل تھا۔ خوف کھا گیا۔ بارہ برس تک تو عزت سے نہ ملا۔ اب اچھا تریہ دھرم کو چھوڑ کر ایسے موقعہ پر اسکے ملنے کو آ گیا۔

وزیر۔ آپ کسی اور سے ملنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ صرف انجنا کے پاس ہی ایک دو دن رہ کر چل دیجئے گا۔

پون۔ البتہ یہ صلاح قابل پذیرائی ہے۔ یہ تجویز میری سمجھ میں آئی ہے (دل میں) انجنا پیاری انجنا۔ آخر تیری کوشش نے ایک بہادر سپہ سالار کو اپنے جنگی فرض سے ہٹا کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پرماتما نے آج تیری مصیبتوں کا خاتمہ کر دیا ؎

چل پڑا سید ھا ہے چکر اب تری تقدیر کا
چھوڑ بیٹھا خیال میں تحقیر اور توقیر کا

اس قدر دوری پر آئی باندھکر آگے کیا
یہ اثر پیاری ہے تیری آہِ پُر تاثیر کا

(اپنے باد رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر رتن پور کی طرف روانہ ہو جاتا ہے)

خوفناک الزام

(جب راجکمار پون بارہ برس کے بعد اپنی دھرم پتنی انجنا دیوی سے پہلی مرتبہ رات کو محل میں ملتے ہیں۔ اور ماں باپ سے ملے بغیر لنکا کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ بہت کال تک وطن کو لوٹ کر نہیں آتے۔ اور ادھر انجنا میں گربھ کے آثار نظر آتے ہیں۔ تو انجنا کی ساس یہ خبر پاکر اور یہ جان کر کہ میرا بیٹا پون تو جب سے اُس کو بیاہ کر لایا۔ اپنی بہو سے نہیں ملا انجنا پر شک کرتی ہے۔ اور غضب ناک ہو کر اُسکے محل میں آتی ہے)

رانی۔ (سر سے پیر تک انجنا کو دیکھکر) انجنا۔ انجنا۔ میں یہ کیا دیکھتی ہوں؟

انجنا۔ (نظر نیچی)

رانی۔ چاند کو گرہن۔ سورج میں کالا۔ کیا میں نے گھر میں سانپ کو پالا؟

انجنا۔ (خاموش)

رانی - انجنا یہ کیا؟

انجنا - ماتا ۔

رانی - (حمل کی طرف اشارہ کرکے) کسی مرض نے یہ حالت آشکار کی۔ یا تیرے پاپ نے یہ خوفناک صورت اختیار کی؟ ؎

آئینہ پاپ کا تیرے یہ دکھاتا کیا ہے — پاپ مجھ کو یہ نظر سامنے آتا کیا ہے؟
آب موتی سی تری ٹوٹ کے نکلی کب سے؟ — بے حیائی یہ تری پھوٹ کے نکلی کب سے؟

انجنا - ماتا کیا بتادوں۔ پتی کے سوا کسی کو دیکھا ہو۔ تو اُس کا نام بتادوں؟

رانی - ہاں نہیں دیکھا (مُنہ بناکر)

انجنا - ہاں ماتا۔ نہیں دیکھا ؎

سچے اُسی گرہست کے غمخوار کے سوا — دل اور کو دیا نہیں دلدار کے سوا
دلمیں وُہی بس رہا نظر میں ہے وُہی — دیکھا نہیں کسی کو بھی بھرتار کے سوا

رانی - اری کلٹا۔ بے شرم۔ بیحیا۔ کیوں اُس بےگناہ کے نام پر پاپ کی کالک تھوپ رہی ہے۔ شریفوں کی بیٹی اور اتنی نرلج ہوگئی ہے ؎

آتما پاپن نہ کیوں دھرتی میں تیرا گڑ گیا — عقل پر کم بخت کیا پردہ ہے تیرے پڑ گیا
جس نے صورت تک بھی تیری آجتک دیکھی نہیں — کس طرح پھر عکس اُسکا آئینے میں پڑ گیا

انجنا - ماتا! میں سچ کہتی ہوں۔ نہ جانے دلمیں کیا دیا آگئی۔ جو لنکا کو جاتے ہوئے راستے سے لوٹ کر آئے۔ مجھے بے قصور پاکر اپنی پرتگیا پر پچھتائے۔ میرے پاس تین روز بتائے۔ میں نے بہتیرا کہا۔ کہ آپ کچھ بل کر جائیں۔ مگر اُنہوں نے ایک نہ سنی۔ آخر ضرورت کیوقت اپنی معصومیت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے مجھے یہ انگوٹھی دی۔

(اُنگلی سے انگوٹھی نکالنا)

میں شریفوں کی ہوں بیٹی اور اچھے گھر کی ہوں — جو سدا بے عیب ہے میں اب اُس گھر کی ہوں
دھرم کے آچار پر ماتا مجھے درڑھ جانئے — ہے انگوٹھی یہ تمہارے پتر کی پہچانئے

(انگوٹھی رانی کو دینا چاہتی ہے۔ رانی اُس کو ٹھکرا دیتی ہے)

رانی - اری جا جا۔ مجھے تریا چرتر سکھاتی ہے۔ کل کی لونڈیا مجھے بناتی ہے۔ بہکاتی ہے جو کلٹا ایسا گھور پاپ کما سکتی ہے۔ وُہ جعلی انگوٹھی بھی بنا سکتی ہے۔

نظم

(رانی انجنا سے)

سامنے بے حیا سی کھڑی دُشٹنا بات کرتے ہُوئے شرم آتی نہیں
تُو نے عزت ڈبو دی ہے ماں باپ کی مَوت بھی آن کر تجھ کو کھاتی نہیں
ہائے اَولاد ایسے گھرانے کی ہو ہائے دولت جو ایسے خزانے کی ہو
ہائے کلنکا وُہ سارے زمانے کی ہو دُشٹ چلّو میں کیوں ڈوب جاتی نہیں
تُو نے عزت بھی دیکھی نہ ماں باپ کی تُو تو سنتان نکلی اری سانپ کی
سر پہ گٹھڑی اُٹھالی جو یہ پاپ کی پاپ کی آگ تجھ کو جلاتی نہیں
تیرے جیسی ترے سارا گھر تار کر چنڈ کا رُوپ بدکار کا دھار کر
ہو ستی پہلے اپنا پتی مار کر رحم اپنے پتی پر بھی کھاتی نہیں
کچھ نہ چھوڑا بزرگوں کا گھر بار میں تیرے جیسی ہی بیٹھی ہیں بازار میں
نرک ہیں کاٹتی وُہ جو وبھچار میں آگا پیچھا نہیں اور ناتی نہیں
شرم آئی نہ کچھ پاپ کرتے ہُوئے ڈر نہ تھا آگ میں پیر دھرتے ہوئے
کیا دشا تیری ہونی ہے مرتے ہُوئے آنکھ بھی شرم سے تو جھکاتی نہیں
کون سُنتا ہے تجھ جیسی چالاک کی آبرو تُو نے سسرال کی خاک کی
تیرے جیسی دغا باز ناپاک کی آکے آندھی بھی مٹی اُڑاتی نہیں
سامنے ہے کھڑی اب بھی مغرُور ہو ہائے کہتی ہُوں اب تجھ کو مجبُور ہو
جا اری چنڈ کا آنکھ سے دُور ہو کیوں یہ منحُوس صُورت چھپاتی نہیں
کیا اُٹھیں دام ایسے بُرے مال کے تجھ کو پچھتائے ماں باپ بھی پال کے
جسکے کرتُوت ہوں ایسے چانڈال کے ہُو بہُو یا کہ بیٹی وُہ بھاتی نہیں
گھور وُہ پاپ دُنیا میں تُو نے کیا تُو نے بدنام جاتی کو بھی کر دیا
زندگی کا مزا کِرکرا کر لیا اب سگا تیرا کوئی سنگاتی نہیں

انجنا۔ ماتا۔ کیا کہوں۔ اِس انگوٹھی کے سوا اس وقت میرا کوئی گواہ نہیں۔ تمہارے الزام سے بچنے کے لئے اِس عُذرداری کے سوا کوئی راہ نہیں۔

رانی۔ کُل کلنک۔ ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ انگوٹھی دِکھا کر پتی پرایَن بنتی ہے۔ تیرے

جیسی عورت ہی میرے پون جیسے بھولے بھالے بچوں کو ڈسنے کے لئے ڈائن بنتی ہے ٥

ڈسنے کو میرے پوت کے ڈائن ہے سانپ ہے   صورت بھی دیکھنا تیری ہتیا کا پاپ ہے

انجنا۔ ماتا! میں پاپ کرنا مطلق نہیں جانتی۔ میں نے جنم بھر پاپ کی صورت نہیں دیکھی۔ میری آتما پر پاپ کا سایہ نہیں پڑا۔ میں نے پاپ کی صحبت نہیں کی۔ میں پاپ سے اسی طرح ڈرتی ہوں۔ جیسے پاپی موت سے ٭

نظم

(انجنا کا جواب)

آنکھ میں میرے اب تک حیا ہے وہی   بن پتی آنکھ میں نے ملائی نہیں
میرا بھگوان اور دیوتا ہے وہی   بن پتی اور سے آشنائی نہیں
بن پتی اور کو دیکھ پایا نہیں   دل تو کیا دھیان تک بھی لگایا نہیں
غیر کا خیال بھی مجھ کو آیا نہیں   دھرم سے آنکھ اب تک چرائی نہیں
کیا ہوا گر ہے دشمن زمانہ مرا   ہوگا سچ ایک دن یہ بہانہ مرا
ہے پتی آبرو کا خزانہ مرا   میں نے پونجی یہ اب تک لٹائی نہیں
میں نے بارہ[١] برس جس کا سمرن کیا   جاگتے سوتے جس کا ہے چنتون کیا
آجتک میں نے اس کا ہی پوجن کیا   اس کی صورت ابھی تک دکھائی نہیں
پاپ کا منہ کبھی میں نے دیکھا نہ تھا   آج ہی پاپ کا نام تم سے سنا
پاپ کہتے ہیں کس کو ہے وہ کیا بلا   کی کبھی میں نے اب تک برائی نہیں
کرلی سیوا پتی پران آدھار کی   یہ ہی صورت ستی کے ہے اودھار کی
آئی کرنے کو سیوا میں بھرتار کی   ان کو بدنام کرنے کو آئی نہیں
جس طرح چاہے تم آزمالو مجھے   آگ کے بیچ زندہ جلالو مجھے
یا سمندر کی لہروں میں ڈالو مجھے   اس سے بڑھکر تو کوئی صفائی نہیں
آسرے میں تمہارے ہوں آئی ہوئی   لو یہ گردن ہے میں نے جھکائی ہوئی
کچھ بھی کرلو اگر کچھ خطا ہی ہوئی   آپ سے میری کوئی لڑائی نہیں

[١] کیونکہ شادی سے پہلے ہی راجکمار پون نے عہد کرلیا تھا۔ کہ میں شادی کرنیکے بعد بارہ برس تک انجنا سے نہ بولوں گا۔ اور نہ اس کی صورت دیکھوں گا۔ اس لئے اس کو ایک علیحدہ محل میں رکھا گیا ساس نے بھی یہ جان کر کہ میرا بیٹا اپنی بہو سے نہیں بولتا۔ اسکا خیال رکھنا چھوڑ دیا ٭

رانی۔ میں تیرے جیسی بدکار عورتوں کے چرتر خوب جانتی ہوں۔ تیرے جیسی آوارہ عورتوں کی رگ رگ پہچانتی ہوں۔ ہائے تو نے یہ بھی نہ سوچا۔ کہ کس کی بیٹی ہوں۔ کس کی استری ہوں۔ کدھر جا رہی ہوں۔ کیا کر رہی ہوں۔ جا بس اب چلی جا ؎

گر تو نہیں تو بھوؤں کا توٹا پڑا نہیں ۔ گھر کوئی میرے پوت کا سونا پڑا نہیں

یہ بیسواؤں کے لئے کوئی سرا نہیں ۔ نرلج ہمارے گھر میں تیری اب جگہ نہیں

(خدمت گار کو) جاؤ۔ فوراً جا کر پالکی رتھ جتوا کر لاؤ۔ یہ جھگڑا مٹاتی چلوں۔ اسکی رتی کاٹتی چلوں ؎

یہ سب کرتوت اسکی باپ دیکھے اور ماں دیکھے ۔ زمیں اچھی طرح سے دیکھ لے اور آسماں دیکھے

جو پردے میں کیا ہے فاش ہو وہ ساری دنیا میں ۔ تماشہ تا کہ اسکے پاپ کا سارا جہاں دیکھے

(جانا خدمتگار کا)

انجنا۔ ماتا میرے پاس اب وہ الفاظ نہیں۔ جن سے میں اپنے آپ کو بے قصور ثابت کر سکوں کوئی ایسا قدرتی قانون بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ جس سے میں اپنی بیگناہی کی وکالت کر سکوں فی الحال میری خطا بھی سمجھو۔ تو معاف کرو جب سوامی لوٹ کر آجائیں۔ تو پھر ان کی شہادت لیکر میرا انصاف کرو۔ یکطرفہ فیصلہ بے انصافی کا مترادف ہے۔

رانی۔ تیرا ارادہ ہوگا۔ کہ یہاں رہ کر ان کے خاندان کو اچھی طرح بدنام کروں۔ ہائے تو کیا تھی، اور کیا نکلی۔ خوبصورت ناگن کی مانند ڈسنے والی بلا نکلی ؎

آبرو پھونک دی دوزخ کا نمونہ ہو کر ۔ ننگ و ناموس ڈبو ہی دیا دریا ہو کر

ہائے تو جل نہ گئی غرق نہ دریا ہوئی ۔ ونش کی ساکھ نکالی ہے جو کلٹا ہو کر

(خدمت گار کا پالکی رسیاہ) لباس لا کر انجنا کے آگے رکھ دینا)

ہاں یہ کالے کپڑے اسکے آگے رکھ تا کہ یہ بے شرمی اور بیحیائی کا جامہ پہن کر پاپ کی مجسم صورت بنالے اپنے خوفناک، اور تاریک پاپ کا منہ ان کالے کپڑوں کی سیاہی سے چھپالے۔

انجنا۔ اے محل کی دیوارو۔ تم کیوں نہیں بولتی۔ اے سچائی کے ستونوں پر کھڑے ہوئے آسمانو۔ تم کیوں میری بے گناہی کی گواہی نہیں دیتے ؎

کیوں دیا آتی نہیں ہے ظلم مجھ پر دیکھکر ۔ کیوں نہیں ہوتے ہو مضطر مجھکو مضطر دیکھکر

اشک یہ بیگناہ کی کیا یونہی بیکار ہے ۔ کیوں ترس آتا نہیں ہے دیدۂ تر دیکھکر

بسنت مالا۔ رانجنا کی ایک ہمدم اور ہمراز سہیلی (مہارانی رانجکمار کے تانے تم اس کو یہیں پر رہنے دو۔ ورنہ ؎

اس ہمہ دانی کا پھر انجام نادانی نہ ہو اس کی ہانی ہو مگر کچھ آپ کی ہانی نہ ہو

کام تم ایسا کرو جس سے پشیمانی نہ ہو آپکے بیٹے کو ناحق کی پریشانی نہ ہو

یہ کلہاڑا کرو دھ کا جو چل رہا ہے غیر پر

یہ اُلٹ کر ہی نہ جا کو دے تمہارے پیر پر

رانی۔ تو کونسی کم ہے۔ دُشٹتا کی خالہ۔ انجنا کی گواہ بسنت مالا۔ اپنا ناش کر کے آئی میرا بھی ستیاناش کرڈالا کہیں کی والا۔

بسنت مالا۔ یاد رکھو۔ تم سے اُوپر بھی ہے کوئی دیکھنے والا۔

(انجنا چاروناچار پاپی لباس پہنتی ہے اور پالکی رتھ یعنی سیاہ گھوڑوں کے سیاہ رتھ پر بٹھلا کر باپ کے ہاں بھیجی جاتی ہے)

ہونہار

رانجنا دیوی کو بدچلن جان کر ساس نے نکال دیا ہے۔ اور اُس کو پالکی رتھ میں بٹھلا کر جیسا کہ اُس زمانے میں دستور تھا۔ اُسکے ماں باپ کے ہاں بھیجدیا ہے۔ اور رتھ کے بھیجنے سے پہلے ایک با درفتار قاصد بھی روانہ کر دیا ہے۔ قاصد کے ہاتھ جو چٹھی بھیجی گئی ہے۔ اُس میں انجنا کی پاکدامنی پر بہت کچھ حملہ کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے انجنا کے ماں باپ بھی اُس کی صورت سے بیزار بیٹھے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ انجنا بالکل بے داغ ہے۔ اور اُس کے گربھ میں پون پتر یعنی بہادر جرنیل مہنومان جی پرورش پا رہے ہیں)

(مہندر پور کے شاہی محل میں انجنا کی ماتا
رانی ویگ موہنی)

ویگ موہنی۔ (خود بخود) تو کیا انجنا بھی دُراچارنی ہوسکتی ہے۔ ایک دیو کنیا بھی وبھچارنی ہوسکتی ہے؟ پھول سے بھی بدبو آسکتی ہے۔ امرت بھی وِش بن سکتا ہے؟ ہائے جس انجنا کو پل بھر نہ دیکھنے سے راجہ کی حالت غیر ہوجاتی۔ آج اُسی انجنا کی صورت دیکھنے کو بھی طبیعت نہیں چاہتی۔ انجنا انجنا تجھے کیا ہوگیا ؎

نکلی تو دُشٹ جامے سے باہر نکل پڑی نیکی کی آنکھ اور بدی پر پھسل پڑی

واسی (آ کر) مہارانی انجنا آگئی ۔

انجنا ۔ (فوراً ہی داخل ہو کر اور ماتا سے بھینٹنے کی کوشش کر کے) میری آمڑی ۔ میری ماں ۔ میری میا ۔ دیکھ ۔ دیکھ ؎

پڑ گئے پیچھے مرے مجھ کو ستانے والے
چل دیئے چھوڑ کے وہ جو تھے بچانے والے
مجھ کو گودی میں چھپا لے تو مری اے ماتا
مجھ کو جینے نہیں دیتے ہیں زمانے والے

نظم

ترے چرن کی شرن آئی ہوئی ہوں
زمانے کی ماتا ستائی ہوئی ہوں
مجھے لے لے گودی میں تو پیار کر کے
میں بچی ہوں اور تیری جائی ہوئی ہوں
مجھے اوٹ میں لے دے میری ماتا
میں جور و جفا کی بتائی ہوئی ہوں
جنہیں تو نے سونپا تھا یہ مال اپنا
نگاہوں میں ان کی پرائی ہوئی ہوں
چھپا کیا مرا تجھ سے اے میری میا
تری دیکھی اور آزمائی ہوئی ہوں
کیا ساس نے ہے تر سکار میرا
میں سسرال کی چوٹ کھائی ہوئی ہوں
اٹھا لے مجھے اپنی ممتا کے بل سے
بے انصافیوں کی گرائی ہوئی ہوں
تبسم کے دامن سے کر اشک شوئی
ستم اور غم کی رلائی ہوئی ہوں
تو بھگوان سے پوچھ میری صداقت
گواہی میں ساتھ اس کو لائی ہوئی ہوں

ویگ موہنی ۔ (جو ابھی تک ممتا کے سیلاب میں ڈوبی ہوئی آنسو بہا رہی تھی ۔ آنسو پونچھ کر اور انجنا کی سیاہ پوشاک کو دیکھ کر) یہ کیا ؟ انجنا ۔ یہ کیا غضب ہوا ۔ تو وہ انجنا نہیں ۔ تو تو مجسم پاپ ہے ۔ ہائے تو کیسی نر لج ہو گئی ۔ تیرے جسم کو یہ پاپ کا جھاڑ کہاں سے الجھ گیا ۔ تیری پاکدامنی کا وہ روشن چراغ کب سے بجھ گیا ۔ مجھے کون سا منہ دکھانے کو آگئی ۔ ایسا گھور پاپ کرنے سے پہلے تجھے موت بھی نہ کھا گئی ۔ یہاں آنے سے پہلے دھرتی میں ہی نہ سما گئی ؎

ماں باپ کی بھی آبرو مٹی میں گاڑ دی
شرم و حیا کی تو نے تو چادر ہی پھاڑ دی
کھیلی ہے کھل کے اور نہ رکھا حجاب کو
ہائے نہ آگ لگ گئی تیرے شباب کو

انجنا ۔ ماتا میں نردوش ہوں ۔ بیگناہ ہوں ۔ سچ جان ۔ میرے دھرم کا دامن ابھی تک موتی کی مانند آبدار ہے ۔ میری عصمت کا پھول ابھی تک ویسا ہی پر بہار ہے ؎

میری بدبختی سے میری آسماں کو تاک ہے
دل شکستہ ہو چکا زخمی کلیجہ چاک ہے

غم کہ صورت ہے بری کالی مری پوشاک ہے — دامن عصمت مگر اب تک بھی میرا پاک ہے

ودیگ موہنی۔ بس جا چلی جا۔ ہمارے راج میں رہ کر پاپ کی چھوت کو نہ بڑھا۔ وبھیچار کو نہ پھیلا۔ جہاں جی چاہے۔ چلی جا ؎

تجھ سے محلاؤں کی دنیا میں وبا پھیلے گی — سانس سے تیرے گنا ہوں کی ہوا پھیلے گی

پاپ اک چھوت ہے جس سے کہ وبا بڑھتی ہے — تیری بدبو سے زمانے میں وبا پھیلے گی

نظم

جا۔ ارے گھر سے میرے تو کل ناشنی — مجھ کو تجھ بیوا کی ضرورت نہیں

ایسی پیدا ہوئی تو مری کوکھ سے — باقی چھوڑی بزرگوں کی شہرت نہیں

وہ نہیں منہ لگانے کے قابل کبھی — جس کی دنیا میں کوڑی کی عزت نہیں

جو پتی دھرم کا دھیان کرتی نہیں — پاپ ہے مجسم وہ عورت نہیں

استری دھن یہی ایک ناری کا ہے — اس کا کچھ بھی نہیں جسکی عصمت نہیں

اس کا جینا ہی دنیا میں بیکار ہے — جس کو دنیا میں پاس شرافت نہیں

پاپ چہرے پہ تیرے برستا تو ہے — بے گناہوں سی یہ تیری صورت نہیں

کیا وہ موتی؟ نہیں آب جس میں ذرا — پھول ہی کیا ہے وہ جس میں نکہت نہیں

جس کو اپنے پتی کی محبت نہ ہو — کوئی بھی اس سے کرتا محبت نہیں

کس طرح مان لوں بے گنا ہی تری — تیرے چہرے کی وہ شان و شوکت نہیں

رونی صورت بنا کر ہے تو ٹھگ رہی — سب یہ چھل چھند ہے کچھ صداقت نہیں

بول کڑوے ترے تیر سے لگ رہے — تیری باتوں میں اگلی حلاوت نہیں

میں تجھے گھر میں رکھ لوں تو کیسے رکھوں — وہ بہو بیٹیوں کی سی حالت نہیں

کرم ہی وہ کیا جس سے نفرت ہوئی — ورنہ تجھ سے کوئی بھی عداوت نہیں

جا چلی جا۔ میرے گھر اور میرے راج میں نہ رہنا۔

انجنا۔ کہاں جاؤں ماتا۔ دنیا میں اور میرا مددگار کون ہے۔ جو اپنے پاس مصیبت کے دن کاٹ لینے دے۔ میرا ایسا غمخوار کون ہے۔ ایک گربھ وتی، دوسرے گردش زدہ۔ پلہ پکڑوں تو کس کا؟ عورت کو ماں باپ یا ساس سسر پر ہی ناز ہوتا ہے۔ ہائے جب وہ سہارا ہی بے نیاز ہوتا ہے۔ تو پھر کون پاس پھٹکنے دیگا۔ کون سا آسرا اپنے سائے میں پیر رکھنے دیگا

پتی ہے تو پردیس میں۔ دُنیا ہے تو دُشمن کے بھیس میں۔ پھر سچ جھوٹ کا نستار کون کرے۔ میری آٹھ پہر اور چونسٹھ گھڑی کی ساتھنی بسنت مالا پر کسی کو گمان نہیں۔ چاند اور سُورج کی زبان نہیں۔ پھر میری طرفداری کرے تو کون ؟

اب اور کیا ثبوت ہے اِس بیان کے سوا | کون اور دُکھ سہے گا مری جان کے سوا
کِس کو بلاؤں اور کسے لاؤں سامنے | میرا گواہ کون ہے بھگوان کے سوا

ویگ موہنی - میری آنکھوں سے دُور ہو جا ۔

انجنا - تو میرے لئے کوئی ٹھکانا ہی بتا دو۔ یا سوامی کے آنے تک یہیں رہنے کی آگیا دو

کوئی اولاد پر بھی اِسطرح بیداد کرتا ہے | کوئی اپنے جگر پر یُوں ستم ایجاد کرتا ہے
جگر کو تھام کر ماتا کسی کی دُرد شا دیکھو | تمہارے سامنے دُکھیا کوئی فریاد کرتا ہے

ویگ موہنی - کولکشنی۔ تُو نے کام ہی ایسا کیا۔ جو رحم کے جاگتے ہوئے ہمدردانہ جذبات کو گہری نیند سُلا دیتا ہے۔ تیری کرتوت کا خیال آتے ہی ممتا کی پیاری دُنیا کی بُنیادیں ہلا دیتا ہے

شعلہ پاپوں کا تیرے جلتا ہمارے دِل میں ہے | تیرے بد افعال کی چنتا ہمارے دِل میں ہے
پاکدامن تھی تو جبتک دِل کی راحت تجھ سے تھی | اب تو اِک چبھتا ہُوا کانٹا ہمارے دِل میں ہے

انجنا - ماتا۔ بھگوان کے واسطے جبتک پتی لوٹ کر نہ آئیں۔ مجھے داسی بنا کر ہی رکھ لیں

وہ ہو کے بیٹی آپ کی آوارہ گردی میں کروں | ہو کے عورت کِس طرح صحرا نوردی میں کروں
ظُلم سہنے کو مرے ننھے سے دِل میں دم نہیں | بیٹی سے داسی بنوں گی یہ سزا کچھ کم نہیں

ویگ موہنی - یہ بات میرے اِختیار میں نہیں۔ تیری جگہ اب اِس پریوار میں نہیں۔ گھر بار میں نہیں۔ کوئی اور مُعاملہ ہوتا۔ تو درگزر کر تی۔ مگر ڈرتی کیا نہ کرتی۔ مجھ پر تیرے باپ کا قابو ہے۔ اور وہ تیری جان کا دُشمن ہے۔ تُو نے کام ہی ایسا کیا۔ جس کے تذکرے سے ہی دِل کانپ جاتا ہے۔

انجنا - ماتا تمہارا دِل اِتنا سخت۔ یہ سب ہونہار کا کرشمہ ہے۔ جو دِل محبت کا منبع تھا۔ آج نفرت کا سرچشمہ ہے۔ میری جگہ یہاں نہیں تو کہیں بھی نہیں

تنگ وجود مجھ سا جہاں میں کہیں نہیں | آنسو کو پونچھنے کے لئے آستیں نہیں

معلوم ہو گیا ہے کہ اب میرے واسطے اُوپر نہیں ہے جنت تو نیچے زمیں نہیں

ویگ موہنی۔ جا اب زیادہ باتیں نہ بنا (داسیوں سے) اس پاپ کو یہاں سے نکالدو۔ تاکہ محل اسکے دل رُوپی دُود انگیز چراغ سے نکلنے والی کالک سے کالا نہ ہو جائے۔ راجہ کے آنے جانے پر کچھ اور گھوٹالہ نہ ہو جائے۔

(رانی ویگ موہنی داسیوں کو حکم دیکر جاتی ہے)

انجنا۔ کہاں جاؤں۔ زندگی کے آسمان پر اُمید کے تمام ستارے غائب ہو گئے۔ سب سب میری سیاہ بختی کے مصائب ہو گئے (سامنے سے اپنے بھائی پرسن کیرتی کو آتا ہوا دیکھکر۔) نہیں وہ ایک ٹمٹماتا ہوا تارا باقی ہے۔ میرا سگا بھائی میری اُمیدوں کا سہارا باقی ہے (آگے بڑھکر اور دوڑ کر لپٹنا چاہتی ہے)

پرسن کیرتی۔ بس آگے نہ بڑھنا۔ انجنا۔

انجنا۔ اُف اتنی بے مروّتی ؟

بھائی کو بہن سے بھی محبت نہیں رہی پھر کہئے کسی میں محبت نہیں رہی

بھائی تجھ کو بھی مجھ پر رحم نہیں آتا۔

پرسن۔ نہیں۔ بدکار عورت ایک ڈائن سی ہو جاتی ہے جس پر کسی کو رحم نہیں آتا۔ خنجر کو اپنے گلے سے کوئی نہیں لگاتا۔ اُسترؤں کی مالا کون کنٹھ میں ڈالتا ہے۔ ناگن کو کون پالتا ہے تیرا فعل ہی ایسا ہے جو رحم کو مار دیتا ہے۔ پاپی کے پاس آتے ہی رحم کا جذبہ نفرت کا رُوپ دھار لیتا ہے۔ (انجنا گھر سے نکالی جاکر پشو کھاپن میں چلی جاتی ہے۔ وہاں ایک سادھو کے آشرم میں ہنومان کا جنم ہوتا ہے)۔

راون کے دربار میں ہنومان

ہنومان راون سے

(نظم)

سینکڑوں عورتیں لاکے گھر میں رکھیں اُن کی صُورت کو تبلا تُو کیا ہو گیا
اس سے بڑھکر ہے صورت میں مندودری پھر اُسی پر سے دل کیوں فدا ہو گیا

کیوں بنے پاپ کے پیچھے ناداں ہو
کیوں بنے اپنی ذلت کا ساماں ہو

تم تو فاضل ہو عالم ہو وِدوان ہو
دِل جہالت میں کیوں مبتلا ہو گیا

یہ بڑی آپ کی کچھ لیاقت نہیں
آپ کی ایسے کاموں میں عزت نہیں

ایسی ویسی وُہ دُنیا میں عورت نہیں
جس کا ہے آپ کو عارضہ ہو گیا

آج اُس جیسی دُنیا میں ناری نہیں
اُس کی بیکار یہ آہ و زاری نہیں

جان لو زندگانی تمہاری نہیں
اُس کی آہوں سے گر کچھ بُرا ہو گیا

اُس کو اپنے لئے اِک قضا سمجھئے
اُس کو اِک خوبصورت بَلا سمجھئے

اپنا بیڑا غرق پھر ہُوا سمجھئے
گر ستم اُس پہ کوئی روا ہو گیا

دیکھنا اُن کماروں کو تھوڑا نہیں
جس نے پھر دُوکھش کو بھی چھوڑا نہیں

وُہ بھی ناچیز بھائیوں کا جوڑا نہیں
جس پہ ٹوٹا اُسی پر بَلا ہو گیا

جس نے نابُود بالی کو ہے کر دیا
جس کی آندھی نے اُس کا بجھایا دِیا

جس نے مغلوب ہے سرکشوں کو کیا
وُہ ہی تم پر بھی ہے اب خفا ہو گیا

آپ نے گر نہ چھوڑی جفا پروری
پھر نہیں چھوڑنے کا وُہ یہ خودسری

ڈوب جائے گی یہ آپ کی برتری
جب وُہ غصّے میں کالی گھٹا ہو گیا

کرودھ کو آگئے جو اُس کے دہکا گیا
وُہ وُہیں جل کے اپنی سزا پا گیا

شرن میں اُس رگھوور کے جو آگیا
وُہ اُسی کو ہے اب بقا ہو گیا

اِس لئے آپ اپنی خطا سمجھئے
اِک دیاوان پرماتما سمجھئے

بخش دے گا وُہ اِس کو بجا سمجھئے
کیا ہُوا تم سے گر کچھ بُرا ہو گیا

جواب راون کا

چلا جا نہیں تو پریشان ہو گا
ابھی تیرے مرنے کا ساماں ہو گا

نظر سے تو ہو جا مِری دُور پاجی
نہیں تو کوئی پیدا طوفان ہو گا

یہ ہمدردیاں جاں کی دُشمن بنیں گی
ابھی درد کا تیرے دَرماں ہو گا

اگر میرا غصّہ بھڑک کر اُٹھا۔ تو
بچا لینا جاں کو نہ آساں ہو گا

زیادہ جو بکواس اب تُو کرے گا
ترے ساتھ گھر تیرا ویران ہو گا

اگر تیری صورت نظر آئے گی پھر
تری جان ہو گی میرا بان ہو گا

نہ تو ہی ملے گا نہ پھر خاک تیری — جو نافذ کوئی میرا فرمان ہوگا
اگر بد زبانی نہ چھوڑی یہ تو نے — ابھی کرتا پرواز اوسان ہوگا
ڈبوئے گا ماں باپ کی وہ بھی عزت — جو تجھ جیسا ناخلف انسان ہوگا
یہ منحوس صورت تو اپنی چھپا لے — نہیں تو جہنم کو چالان ہوگا
طرفداری کرکے تو ان سادھوؤں کی — میری یاد رکھنا پشیمان ہوگا

جواب ہنومان کا

وہ سادھو ان جفاؤں سے تری بیزار بیٹھے ہیں — تری وہ جان لینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں
تری تو موت کا سامان وہ بھگوان کرتے ہیں — سمجھنا تو نہ یہ دل میں کہ ہمت ہار بیٹھے ہیں
تباہی کے ترے آثار اٹھے ہیں ترے گھر سے — نہیں کچھ دور وہ بلکہ پس دیوار بیٹھے ہیں
وہ بربادی کا تیری کام اب ہاتھوں میں لیتے ہیں — مرے وہ لوٹ کر جانے تلک بیکار بیٹھے ہیں
انہیں مردوں سی ہمت ہے مدد بھگوان نے کر دی — سمجھنا مت کہ وہ بے یار اور لاچار بیٹھے ہیں
سزا پائینگے کرموں کی جو غاصب ہیں ترے جیسے — جو دولت اور عزت انکی ناحق مار بیٹھے ہیں
ترے خوں کے پیاسے بن رہے ہیں سب رشی انکے — وہ سب بیراج کے دو تو نکی صورت دھار بیٹھے ہیں
کرینگے ناش لنکا کا چھڑائینگے اسے تجھ سے — وہ رگھوبر ساتھ سیتا کے یہ کر اقرار بیٹھے ہیں
وہ ٹڈی دل سا چھا جائینگے راون تری لنکا — جنہیں تو جانتا ہے وہ سمندر پار بیٹھے ہیں
یہ سمجھاتے نہیں تجھ کو ترے ہی ساتھ ڈوبیں گے — کرینگے ناس تیرا جو یہ تیرے یار بیٹھے ہیں

نہیں دنیا میں کوئی جو نہ ہو تیری برائی میں
کہ مجھ جیسے ترے مشفق بنے خونخوار بیٹھے ہیں

ریختی اور ہندی شاعری

(۱)

دشٹ بھارجا متر شٹھ اُتر دائیک داس
تا سو مرتیو سنسے نہیں سرپ باس گرہ جاس

مطلب) جیسے بدکار عورت۔ بدمعاش دوست۔ جواب دینے والا خدمت گار اور جس کی

بُودوباش سانپ والے گھر میں ہو۔ اُسکی موت میں شک نہیں ⁂

(۲)

وپڈ ہیت رچھے دھنو۔ دھن تے رچھے نار
رچھے دارا دھنویتں۔ آتم نت وچار

مطلب: مُصیبت کے لئے دولت کی رکھشا کرے۔ دولت سے بیوی کی حفاظت کرے اور اپنے آپ کی رکشا ہمیشہ دولت اور بیوی سے کرے یعنی اپنی رکھشا کو دولت اور استری دونوں سے افضل سمجھے ⁂

(۳)

نہیں ورتو نہیں بندھو ہے۔ نہیں مان جیہ دیس
ودیا ہوں آگم نہیں۔ تہاں باس نہیں بیس

مطلب: جس دیش میں نہ کوئی روزگار ہو۔ نہ کوئی رشتہ دار ہو۔ نہ ہی عزت ہو اور نہ علم حاصل کرنیکا کوئی ذریعہ کار ہو۔ اُس دیش میں رہنا اچھا نہیں ⁂

(۴)

بھوپ۔ ندی۔ ویدگیہ دھنی۔ پنچے وید گنا ئی
یہ پانچوں جہاں ہوں نہیں۔ بسے نہ دِن وہوں جائی

مطلب: راجہ۔ ندی۔ ویدگیہ (وید پڑھا ہوا) دھنی اور پانچواں ویدیعنی حکیم۔ جہاں یہ پانچ نہ ہوں۔ وہاں ایک دن بھی نہیں رہنا چاہیئے ⁂

(۵)

اُترتا دُکھ ہوں پرے۔ شترو سنکٹ پائی
راج دوآر شمشان میں۔ ساتھ کرے سو بھائی

مطلب: گھبراہٹ (تکلیف) میں۔ دُکھ میں۔ دُشمن کی مخالفت میں۔ کچہری میں اور مرگھٹ میں جو ساتھ دے وُہی سچا بھائی ہے ⁂

(۶)

ناری اچھا گامنی۔ پُتر ہوئی بس جائی
وبھو پائی سنتوش جہیں۔ اہیں سورگ تائی

مطلب! جسکے پاس فرمانبردار عورت - برخوردار بیٹا ہے - اور جس کو دولت پاکر سنتوش ہے اُسکے لئے اِسی دُنیا میں بیکنٹھ ہے ۔

(۷)

تے ماتا پتا شترو ستم - سُت نہ پڑھادیں جون
راج ہنس مدھ بک سرس - سبھا نہ شوبھت تون

مطلب! وہ ماں باپ دُشمن کے برابر ہیں جو اپنے پُتر کو نہیں پڑھاتے - کیونکہ بے علم بیٹا راج ہنسوں میں بگلے کی طرح زیب نہیں دیتا ۔

(۸)

ندی تیر کو ورکش اور - راجہ منتری ہین
نشٹ ہوئیں پر گھر تریا - اوش شیگھر ہی تین

مطلب! ندی کے کنارے کا درخت - وزیر کے بغیر راجہ - اور پرائے گھر میں رہنے والی استری یہ تینوں بہت جلدی نشٹ ہو جاتے ہیں ۔

(۹)

کھل اور سرپ اِن دوہن میں بھلو سرپ کھل ناہیں
سرپ ڈست ہے کال میں کھل جن پد پد ماہیں

مطلب! بُرا آدمی اور سانپ - اِن دونوں میں سانپ اچھا ہے نہ کہ بُرا آدمی - کیونکہ سانپ تو اپنے وقت پر کاٹتا ہے لیکن بُرا آدمی قدم قدم پر ڈنک مارتا ہے ۔

(۱۰)

نہیں دلدر اُدیوگ پر - جپ تیں پاتک ناہیں
کلا رہے نہیں مون میں - نہیں بھے جاگت ماہیں

مطلب! کوشش کرنے پر افلاس - تپ کرنے پر پاپ - چُپ رہنے پر کل کل - اور جاگنے پر چور وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں رہتا ۔

(۱۱)

اتی چھبی سیتا ہرن بھو - نسی راون اتی گرو
اتی دان تے بلی بندھے - اتی تجئے تھل سرو

(مطلب) بہت خوبصورت ہونیسے سیتا ہری گئی۔ بہت مغرور ہونے سے راون کا ناش ہوا۔ بہت دان کرنے سے راجہ بلی باندھا گیا۔ اس لئے بہت ہر جگہ چھوڑ دینی چاہیئے۔

(۱۲)

اوتم ودیا لیجیئے۔ یدپی نیچ پہ ہوئے

پڑا پاون ٹھور میں۔ کنچن تجت نہ کوئے

(مطلب) اعلیٰ ودیا (علم) اگر نیچ آدمی کے پاس بھی ہو تو حاصل کر لینی چاہیئے۔ کیونکہ غلیظ اور اپوتر (ناپاک) جگہ میں بھی پڑا ہوا سونا کون چھوڑتا ہے۔

(۱۳)

دشٹ نہ چھوڑے دشٹتا۔ کیتو ہی سکھ دیت

دھوئے ہوں سو بیر کے۔ کاجل ہوئے نہ سیت

(مطلب) دشٹ آدمی کو چاہے کتنا ہی آرام پہنچایا جائے وہ برائی کو نہیں چھوڑیگا جیسے سو مرتبہ دھونے پر بھی سرمہ سفید نہیں ہوتا۔

(۱۴)

روپ بھیو یوون بھیو۔ کل ہوں میں نوکول

بن ودیا کے جانئے۔ گندھ ہین جیوں پھول

(مطلب) روپ بھی ہو۔ جوانی بھی ہو۔ خاندان بھی اچھا ہو۔ لیکن علم نہ ہو۔ تو وہ آدمی اس پھول کے مانند ہے جس میں خوشبو نہیں۔

(۱۵)

کرت کرت ابھیاس کے۔ جڑمتی ہوت سجان

رسی آوت جات تیں۔ سل پہ پڑت نشان

(مطلب) لگاتار کوشش کرنے سے مورکھ آدمی بھی ودوان بن جاتا ہے۔ جیسے رسی لگاتار پتھر پر گھسنے سے پتھر پر بھی نشان پڑ جاتا ہے۔

(۱۶)

ہوئے بھلو کے ست برو۔ بھلو برے کو ہوئے

دیپک میں کاجل پرگٹ۔ کمل کیچ تیں ہوئے

(مطلب) دُنیا میں بھلے آدمی کی اَولاد بُری - اور بُرے آدمی کی بھلی ہوتی ہے - جیسے روشن چراغ میں کالا دُھواں - اور کیچڑ میں خوبصورت کمل ۔

(۱۷)

جاہیں بڑائی چاہیئے - تجے نہ اوتم ساتھ
جیوں پلاس سنگ پان کے - پہنچے راجہ ہاتھ

(مطلب) اگر تم کو اپنی بڑائی درکار ہے - تو بھلے آدمیوں کا ساتھ نہ چھوڑو - جیسے پلاس کا پتا پان کی صحبت میں راجہ کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے - اسی طرح تم بھی بھلے آدمیوں کی سنگت میں بھلے اور آدرشینہ بن جاؤ گے ۔

(۱۸)

گھر کو گام سُت موڑھ تیا - کھل نیچن سیو کائی
کو بھوجن سُتا وِدھوا چھیوں - تن بن اگنی جرائی

(مطلب) خراب گاؤں میں گھر کا ہونا - بے وقوف لڑکا - دُشٹ اِستری - نیچ آدمی کی نوکری - خراب بھوجن اور بدھوا لڑکی یہ چھ آدمی کو بغیر آگ کے ہی جلاتے ہیں ۔

(۱۹)

کہا ہوئے تہ دھینو جو - دُودھ نہ گیابھن ہوئے
کون اَرتھ اوست بھئے - پنڈت بھگت نہ ہوئے

(مطلب) وہ گائے کس کام کی جس کا نہ دُودھ ہے - نہ ہی بچہ پیدا کرتی ہے - وہ بیٹا کس کام کا - جو نہ ہی علم پڑھا ہے - نہ والدین کا فرمانبردار ہے ۔

(۲۰)

تپ ایکو دو سو پٹھن - گان تین پتھ چار
کرشی پانچ رن بہت ملی - اس کہیں شاستر وچار

(مطلب) تپ ایک سے - پڑھنا دو سے - گانا تین سے - سفر چار سے - کھیتی پانچ سے اور لڑائی بہت آدمیوں سے اچھی طرح ہوتی ہے - یہ شاستروں کا کہنا ہے ۔

بیٹی کی بدا

(بیٹی کی شادی پر جب ماں باپ اُسے بدا کرنے لگتے ہیں۔ تو اُن کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ ناظرین کے مطالعہ کیلئے پیش کرتے ہیں)

سنسار میں غفلت کی سر پر گھنگور گھٹائیں چھائی تھیں ۔ اور دل میں ترنگیں بھانت بھانت کی ہر دم چھن برائی تھیں

مطلب شکھلا تھا ہم پر کچھ اِس بھوبندھن کی ریتی کا ۔ معلوم نہ تھا ہمکو کارن کچھ مات پتا کی پریتی کا!

پیاری پتری یہ بھید ملا تیرے اِس گھر میں آنے سے ۔ سُکھ سورگ کا ہم نے دیکھا ہے اِک تجھکو گود کھلانے سے

آنکھوں میں اب تک پھرتے ہیں وُہ اچھے دن اچھی راتیں ۔ جب ہنسکر سُنتے تھے تیری۔ بھولی بھالی تتلی باتیں

جب کھیل میں اپنی آنکھوں سے تو چھن بھر اوجھل ہوتی تھی ۔ کچھ پتا تیرا گھبراتا تھا۔ کچھ ماتا بیکل ہوتی تھی

تو سدا رہی ہے آنکھوں میں۔ آنکھوں کا اوجیارا ہوکر ۔ پریتی کیلئے شکتی ہوکر۔ پوجن کے لئے دُرگا ہوکر

ہاں بھائی کو بہلانے والی بھائی کو ہرشانے والی ۔ ماتا تو جگ مریادا سے اِس گھر سے ہے جانے والی

ایسا ہی رہے گا اے بیٹی اِس گھر میں پھر سنمان ترا ۔ پہلے آنکھوں میں رہتا تھا اب دل میں رہیگا دھیان ترا

ترے سُکھ کو ہی ہم سُکھ اپنا۔ ترے جس کو اپنا سمجھیں گے
اور تیرے آنے جانے سے اِس گھر کی شوبھا سمجھیں گے

نمودِ بے وجود

اے یاتری۔ بوسیدہ اور پُرانے سال کی اندھیری رات ختم ہوگئی ہے۔ آفتاب عالمتاب کی گرمی تیرے راستے میں موت کا پیغام لارہی ہے۔ اور اُس کا آتشی تازیانہ گزرے ہوئے زمانہ کی آلودگی کی خاطر ہے وُہ وقت کا ہلکا ہلکا اور باریک لمبا سا خط جو برلب سڑک کھچا ہوا ہے ایسا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ راستہ بھولے ہوئے کسی مستانہ جوگی کی ایکتا نت والی ستار کی میٹھی الاپ ہو۔ اور وُہ راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔

دیکھ اے اُداس دل دیکھ اُس راستے کی دھول کو دیکھ وُہ تیری مشاطہ نازہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو۔

جو تو اپنی آغوش کو اُسکے صبر و قرار کا گہوارہ بنائے اور وہ سمجھے ہیں نا اتفاقی اور ناراضامندی کی سنگین قید سے نکال کر دُور سے بھاگئے۔ اور اُس وقت بند بند سے یہ گونج پیدا ہو کہ ؎

ہے بِراضبطِ جنُوں جوشِ جنُوں سے بڑھکر ننگ ہے میرے لئے چاک گریباں ہونا

اے دل کیا تو سمجھتا ہے کہ ؎

گھر کا نغمۂ جاں نواز تیری خاطر ہے صبحُ شام کا نُور تیری خاطر ہے
عاشقِ زار کی پُرشوق دِیدہ بازی تیری خاطر ہے"

نہیں ہرگز نہیں۔ ایسا سمجھتا ہے تو غلط سمجھتا ہے۔ تُو نے ہر وقت زندگی کے لئے پرارتھنا کی ہے۔ کون سی زندگی؟ جو دراصل نہ خُوشی میں ہے نہ آرام میں۔ نہ رنج میں ہے نہ آلام میں ؎

بہت سودا رہا تجھ کو نمودِ ظاہری کا ہی مزہ کچھ سوزِ باطن کا نہ تُو نے بیخبر جانا

اور اِس لئے ہر در و دِیوار سے تیرے لئے تردید کا حُکم نافذ ہوگیا ہے۔

اُدھر دیکھ وُہ جنگجو حملہ آور آپہنچا ہے۔ تیرے گھر کے تمام مضبوط دروازے اور جنگلے جو تُو نے بڑی محنتوں اور جانفشانیوں سے پناہ کے لئے تیار کئے تھے۔ توڑ دیئے گئے ہیں۔ تیری آرزوؤں اور حسرتوں کا بادۂ ناب چُور چُور ہوگیا ہے۔

پھر اَب دیکھتا کیا ہے۔ سوچتا کیا ہے۔ اُٹھ بڑھ کر اُسکے ساتھ ہاتھ مِلا۔ جس کو نہ ہی تو جانتا ہے اور نہ جان سکتا ہے۔ اے میرے اُداس دل مت ڈر۔ رستی کے خوف سے مت بھاگ۔ اُس کالے بھوت اور نمود بے وجود سے خوف نہ کھا۔ بلکہ اس سے اپنی دلی مُراد کو پُورا کر۔ جو ہر ایک چیز کو لیجانے والا ہے ؎

فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ سر جانا اجل کیا ہے؟ خمارِ بادۂ ہستی اُتر جانا

ہزاروں بہ گئے اِن بوتلوں کے بند پانی میں

گلاسوں میں جو ڈوبے پھر نہ اُبھرے زندگانی میں ہزاروں بہ گئے اِن بوتلوں کے بند پانی میں
نہ کر برباد اپنی زندگی بوتل کے دیوانے وُہ کانٹے گا بڑھاپے میں جو بوتا ہے جوانی میں
یہ دارُو کا پیالہ موت کا کڑوا پیالہ ہے مِلا ہے زہر شربت میں چھپی ہے آگ پانی میں
یہ وِسکی اور برانڈی جسم کو بیکار کر دے گی چلے گی کیا گھڑی دم ہی نہ ہوگا جب کہانی میں

قطرۂ شبنم

باغ نوبہار بھی عروس نو سے کم نہ تھا۔ فرش کا مخملی سبز نگار۔ اشجار ثمردار۔ پھولوں کی ہر قطار بذات خود گلزار۔ کہیں نرگس۔ کہیں سوسن۔ کہیں گلاب۔ کہیں لالہ زار۔ پھر ان پیارے پیارے پھولوں پر گوہر ہائے آبدار۔ علی الصبح باغ کی سیر۔ نوجوانان چمن کی شگفتگیوں سے دل باغ باغ ہو گیا لیکن یہ خوشی بہت جلد ہی غم میں تبدیل ہو گئی۔ گلاب کے ایک بوٹے کے پاس پہنچا۔ کانوں میں ایک نہایت ہی لطیف سی رونے کی آواز آئی۔ غور سے سنا۔ تو پھول کی نازک کلی پر بیٹھے ہوئے شبنم کا ننھا موتی نہایت ہی رقت خیز لہجے میں رو رو کر پھول کو اپنی داستان سنا رہا ہے ۔

اے گل نوبہاری۔ ہمدرد بے قراری۔ کیا سناؤں۔ بند بند قید مایوسی میں اسیر ہے۔ میری حالت کیا ہے۔ سراپا حسرت کی تصویر ہے۔ قطرۂ بے رنگ سمجھو یا قلزم نیرنگ۔ کچھ بھی کہہ لو۔ گردش افلاک جس کا نام ہے وہ میرے ہی سینے میں نہاں ہے۔ مجھ سا آوارہ کون؟ کہاں تھا۔ کہاں پہنچا۔ کبھی میرا وطن بھی محیط ذخار تھا۔ اسکی دلپذیر بود و باش کا افتخار تھا۔ نیلم اور پکھراج۔ عقیق اور الماس میرے گھر کے نگینے تھے۔ دنیا بھر کے قیمتی جواہرات میرے دفینے تھے۔ بحر بیکراں کی آزاد لہریں میرا گہوارۂ راحت۔ سطح سمندر میری خواب استراحت ؎

اب انکی یاد میں آرے مرے سینے پہ چلتے ہیں — مزے اگلے وہ آنسو بنکے ان آنکھوں سے ڈھلتے ہیں

وہ وطن تھا اور وہ زندگی۔ ایک دن جی میں سمائی۔ سطح آب پر ٹہلنے لگا۔ اف ہونہار آفتاب عالمتاب سے نظر لڑ گئی ؎

جونہی اس بے مہر سے آنکھیں لڑیں اور دل گیا — خاک میں سب حسرتوں کا وائے ساماں مل گیا

عالمتاب روشنی کا پروانہ۔ بیتاب عشق کا دیوانہ۔ وفور شوق سے ہوا میں اڑنے لگا۔ ہائے جسکی خاطر غریب الوطن ہوا۔ اسنے بھی ساتھ نہ دیا۔ مفت میں تیر نظر کا گھائل آوارہ بنا۔ اس حسن کی پہلو سے مقصود کا دامن بھرنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ لیلائے شب عنبر آمیز لپیٹوں کو بکھیرتی ہوئی دنیا سے ہستی میں آپہنچی۔ لا انتہا خوشی کی خوشبو سے نیم وحشی نیم دیوانہ اور بھی بدمست ہو گیا۔ رند تشنہ آشام کی مانند آرزوئے وصال کا خالی جام ہاتھ میں لئے گرتا پڑتا اٹھتا تھا۔ کہ آنچل جو اڑا یا دل لپیٹوں میں جا الجھا۔ افسوس تصور نے جس کو اس بے مہر آشنا کا دامن سمجھ کر پکڑا۔ وہ اپنی ہی پتیں

نکلا۔ ابرِ فلک اُسکی مانند دل کا سیاہ نہ تھا۔ میری بےبسی کو دیکھکر خوب رویا۔ دونوں یار نے رو رو کر ہوا میں سرگرداں پھرے۔ ساتوں آسمان چھان مارے جس کی دل میں لو لگائی تھی وہ نہ ملنا تھا۔ نہ ملا جسکی خاطر غریب الوطنی کی مصیبت اٹھائی جس کی خاطر آوارہ گردی کی دھن سمائی ہائے وہ نہ ملا۔ روشن ستاروں میں۔ نہ آسمان میں اڑنیوالے شاندار غباروں میں ؎

جس کو ڈھونڈا تھا نہ وہ بحر میں بر میں نکلا بھیس بدلا تو وہ خورشید قمر میں نکلا

چاند کی وہ نورانی صورت دیکھکر اپنے پیارے دلربا کا دھوکا ہوا۔ دیکھتے ہی دل ہاتھ سے نکل گیا۔ زار و قطار رونے لگا۔ آنسوؤں کا وہ تار بندھا۔ کہ ابر کا بھی ساتھ چھوٹ گیا۔ بے یار و مددگار گوشۂ گلزار میں ٹپک پڑا۔ غریب الوطن کوئی ٹھکانہ نہ پاکر تیرے دامنِ ناز میں چھپ بیٹھا۔ اور رات گزار لی۔ شب ہجر تمام ہوئی۔ اب پھر تلاش یار میں آوارگی اختیار کرونگا۔ میں پانی کا چھوٹا سا قطرہ نہیں۔ پیارے میری شب ہجراں میں تو ساتوں آسمانوں کی آوارہ گردی کا راز پنہاں ہے کیا کہوں میں کیا ہوں ؟

ایک دلِ مایوس کی نکلی ہوئی آواز ہوں دارِ فانی میں فنا کا ایک خفیہ راز ہوں
داستانِ پُرالم یہ ہستیٔ خاموش ہے اک ذراسی بوند ہوں پر بحرِ در آغوش ہے

ابھی بمشکل تمام یہ شعر ختم ہونے پایا تھا۔ کہ دامن گوہ سے ننھے موتی کا پیارا معشوق جلوہ نما ہوا۔ اپنے روشن اور وسیع بازو پھیلا کر غریب الوطن عاشق زار کو آغوش میں لے اڑا۔ پھول ننھے صبحی کی صحبت سے محروم ہوگیا۔ بے اختیار بول اٹھا ؎

زمیں پر تھی ابھی تو ہو گئی کیا آسماں شبنم وہ باتیں کر رہی تھی پاس تھی میرے یہاں شبنم
بتا بادِ صبا لاکر بتاتی ہے تو کچھ پڑوں کا بتا یہ بھی گئی بے بال و پر اڑ کر کہاں شبنم

گلِ پژمردہ

اے گلِ پژمردہ کیا تیرا یہی انجام تھا توڑنے والے کو تجھ سے کیا یہیں تک کام تھا
کیا مآلِ زندگی کی تھی نہ کچھ تجھکو خبر چند لمحوں کے تبسم پہ نہ کی تو نے نظر
عالمِ فانی سے مطلق کام کچھ تو نے لیا انقلابِ دہر پہ ہاں غور کب تو نے کیا
پتیاں تیری پریشاں سی پڑی ہیں خاک پر رنج آتا ہے تری اس حالتِ غمناک پر
وہ شمیم جانفزا وہ خوشنمائی کیا ہوئی ہاں اے پامالِ ستم وہ دلربائی کیا ہوئی
روشنیٔ طبع تیری ہے بلا تیرے لئے زندگی گویا ہے پیغامِ قضا تیرے لئے

سچی راحت کا
اصلی سامان

کسی مہاتما نے کہا ہے کہ مر جانا اچھا لیکن بری صحبت کے نزدیک بھٹکنا برا۔ جیسا سنگ ویسا ہی رنگ۔ ہری بیل کا کیڑا بیل کی مانند ہرا ہو جاتا ہے۔ دھواں اپنی تاریک صحبت سے روشن اور سفید مکان کو بھی کالا کر دیتا ہے بجنسہ ؎

بنا دیتی ہے نیکوں کو برا صحبت برائی کی ہوا میلا ہے جل مٹی سے جب بھی آشنائی کی
بروں میں رہ کے انساں کوئی اچھا رہ نہیں سکتا کبھی کپڑا دھوئیں سے چھو کے اجلا رہ نہیں سکتا

جس آدمی کے وچار پوتر اور شدھ ہیں وہ اپنے آس پاس کے دوسرے آدمیوں کو بھی پوتر اور شدھ بنا دیتا ہے۔ اسی طرح برا بھی اپنی روح کی اپوترتا کا اثر دوسروں پر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا چندن کی صحبت میں رہ کر ببول کا پیڑ بھی سگندھی دینے لگ جاتا ہے۔ مگر ببول میں ہاتھ ڈالنے سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں دھرا۔ یہ ست سنگ ہی ہے جس کی شیتل روشنی سے دلوں کے اندر گیان روپی دیپک جلتا اور اگیان روپی اندھیرا نشٹ ہوتا ہے ؎

یہی وہ کھان ہے جس سے کہ رتن انمول ملتے ہیں اسی پودے میں ودیا کے سگندھت پھول کھلتے ہیں
ہے مکتی جس کا پھل وہ پیڑ ہے ست پرش کی سنگت سہاتی ہے جو من کو ہے یہی وہ پشپ کی رنگت

ست سنگ ہی شانتی کا سرود ہے۔ تپتی ہوئی دھرتی برشا کی بوچھاڑ سے ٹھنڈی اور شیتل ہو جاتی ہے۔ لیکن دکھی ہردا ست سنگ کی سرس سمیر سے ہی شانت ہوتا ہے۔ سنتوش سے بڑا لابھ نہیں اور ست سنگ سے بڑا دھن نہیں۔

جو سکھ ست سنگ میں ہے وہ سورگ میں کہاں۔ جب ہی تو کبیر جی نے بھی کہا ہے کہ ؎

رام بلاوا بھیجیا دیا کبیرا روئے جو سکھ سادھو سنگ میں سو بیکنٹھ نہ ہوئے

اس پدارتھ کی قیمت وہی جان سکتا ہے۔ جس نے اس کا سواد چکھا ہو۔ ست سنگ وہ امرت ہے جو پان کرنے سے امر کرتا ہے۔ پرشن ہوتا ہے کہ کتابوں میں سب کچھ موجود ہے۔ پھر سادہ سنگت کی فائدہ؟ لیکن جلتے ہوئے انگارے جب اکٹھے پڑے ہوں تو سب کے سب چمکدار اور روشن بنتے ہیں ان میں سے ایک کو علیحدہ نکال کر رکھ دو۔ جو ایک ساتھ پڑے ہیں۔ ان کی آب و تاب میں ذرا فرق نہیں فرق ہے تو اس علیحدہ کئے ہوئے انگارے میں جس کی چمک پر اودیا روپی راکھ چڑھ گئی ہے

پرنتو فکر کی بات نہیں۔ اُس کو پھر اُسی چمکدار ڈھیری میں ڈالدو۔ پھر ودیا کی جوتی سے بھبھک اُٹھے گا۔ اِس لئے ست سنگ کی اس آتم پدوی سے تپت لوگو۔ آؤ پھر اِس گیان کے بہتے ہوئے سرچشمے کی طرف آؤ ؎

یہی ہے سچی رحمت اور یہی سامان ہے اُس کا — یہی ہے آتم سادھن اور یہی نربان ہے اُس کا
اسی دنیا میں گر بکینٹھ کا آنند لینا ہے — طریقہ پراپت کرنے کا یہی آسان ہے اُس کا

نیک کاموں میں دیر مت کرو

باغ میں چل دیکھ پھولوں کا شباب — کھل رہا ہے صحن گلشن میں گلاب
جمع کرنے میں نہ ان کے دیر کر — آج کر کل کی نہیں تجھ کو خبر
نیک کاموں میں جنھوں نے دیر کی — اُن کو پھر حاصل پشیمانی ہوئی

آج کا دن

اُٹھ کھڑا ہو سونیوالے دن چڑھا — تو ابھی ہے خواب غفلت میں پڑا
دوسرے ہتھیار اپنے باندھکر — جنگ میں مصروف ہیں لے بیخبر
اِک جگہ بیادوں میں ہے تیرے لئے — اُٹھ کھڑا ہو کام کرنا ہے تجھے
جا چکا جو دن نہ کر اس کا خیال — آنیوالے کا نہیں معلوم حال
آج کے دن کو غنیمت جان تو — کام کرلے اپنا اسے انسان تو

مقدس گیا

(تیرتھ)

گیا ہندوؤں کا ایک مقدس تیرتھ ہے۔ جہاں پتروں کا پنڈا دیا جاتا ہے۔ چاروں طرف سنگی پہاڑی والا قدرتی شوبھا پر چار چاند لگا رہی ہے۔ رام شلا۔ پربت شلا۔ برہم یونی وغیرہ پہاڑی مالاؤں سے گیا گھر رہی ہے۔ پہاڑ کے عین نیچے سے اُوپر کے مندر تک سوپانا ولی گئی ہے۔ پربت شلا کے اُوپر جہاں اہلیا بائی کا بنایا ہوا مندر ہے۔ برہم یونی پہاڑ بدھوں کی تواریخ میں مشہور ہے کہا جاتا ہے۔ کہ گوتم بدھ کے استھان کی سمرتی کو اٹل بنانے کیلئے راجہ اشوک نے اس گری ور کی چوٹی پر ایک ستون

پرست کیا۔ لیکن آج اُس کا نشان تک نہیں ملتا۔

پھلوا ندی گیا کے نیچے بہتی ہے۔ یہ پہاڑی ندی ہے۔ صرف ریت کا پھیلاؤ ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ پانی ریت کے نیچے ہے۔ پھلوا ندی کے کنارے لاتعداد مندر ہیں۔ سب سے بڑا "وشنوپد" کا مندر ہے۔ اس جگہ پنڈ دان کرنے پر جیو کا ادھار بتلایا گیا ہے۔ "وشنوپاد" مندر بھی اہلیا کا بنوایا ہوا ہے۔ بکانن صاحب کا قول ہے۔ کہ اہلیا بائی نے اس علاقے میں مندر تعمیر کرانے پر سولہ لاکھ روپے صرف کئے۔ جن میں سے ۹ لاکھ صرف اسی مندر پر لاگت آئی ہے۔ باقی دھن برہمنوں کو دان کر دیا گیا تھا۔

گیا میں بہت سے کتبے ملے ہیں۔ جن سے اُسکی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ گیا میں ہی ہندو دھرم کی بدھ دھرم سے ٹکر ہوئی۔ گیا کا اُپ نگر بدھ گیا کے نام سے مشہور ہے۔ بدھ لوگ چار استھانوں کو بدھ کی سمتی سے بہت پوتر مانتے ہیں۔

۱۔ کپل وستو جو بدھ کا جنم استھان ہے۔

۲۔ اُردو ولو جہاں بدھ نے سنیاس لیا۔

۳۔ وارنسی۔ جہاں سے بدھ نے دھرم پرچار کا آغاز کیا۔

۴۔ کشی جو بدھ کے نروان حاصل کرنے کی بھومی ہے۔

مہاتما بدھ نے راج پاٹ چھوڑ کر بہت بھرمن کیا۔ مکتی کی تلاش میں بے شمار سادھو سنیاسیوں کی سیوا کی لیکن تسلی نہ ہوئی۔ آخر گیا میں پہنچے۔ اور جہاں اُردو ولو گاؤں ہے وہاں پر اُنہوں نے برت وغیرہ کیا۔ لیکن شانتی نہ ملی۔ آگے نرنجنا کے جل میں اشنان کیا۔ اور سوجاتا نام کی لڑکی کے دیئے ہوئے بھوجن سے پوری ترپت ہو کر ایک ورکش کے نیچے پران تک تیاگ دینے کے سنکلپ سے سمادھی میں مصروف ہوئے۔ یہی اُردو ولو بدھ گیا ہے۔ اس مقام کی شہرت اور اُستواری کے لئے بدھ نرندرو اور دوسرے بدھ بھکشوں نے اسکو سجاوٹوں سے سجایا ہے۔ بدھ کے مکھیہ مندر کو لاثانی کہے بغیر نہیں رہا جاتا۔ اسکی کاریگری اور صنعت بے نظیر ہے۔ اشوک راج کا نشان ملتا ہے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ بدھ گیا کب ہندوؤں کے ہاتھ آئی؟

سنہ ۲۳۲ء میں جب چینی سیاح فاہین آیا۔ تو وہ لکھ گیا ہے۔ کہ شہر اجاڑ اور شوبھا ہین پڑا ہے۔ بعد میں برٹش گورنمنٹ نے اس کا اودھار کیا۔ اور اب ایشیا کے مختلف ملکوں سے یاتری لوگ اس مندر کے درشن کرتے ہیں۔

کیا زمیں بھی تیری جانب مائلِ پرواز ہے

جانِ کھو بیٹھو، ہجومِ غم نوا پرواز ہے
عشق کیا دستِ اجل میں زندگی کا ساز ہے

دل کے پردوں کے ترنم کا عجب انداز ہے
خامشی کی خامشی آواز کی آواز ہے

پھول گلشن کے نظر آتے ہیں تیرے نقشِ پا
یہ بہار آئی کہ تو مستِ خرامِ ناز ہے

عشق کی دنیا میں کہلاتا ہے زخمِ آرزو
دل کا وہ حصہ جو تیرا آشنائے راز ہے

کچھ نہیں کہتے تو کہہ دیتے ہیں دل کا حالِ زار
خامشی کیا دردمندوں کی ترے آواز ہے

آرزوئے صبر بھی دیدی دلِ بیتاب کو
کون یہ لطفِ محبت میں خلل انداز ہے

جو غبار اٹھتا ہے وہ جاتا ہے سوئے آسماں
کیا زمیں بھی تیری جانب مائلِ پرواز ہے

منزلِ ہستی بھی طے کر کے نہیں پہنچا کوئی
اللہ اللہ دور کتنا وہ حریمِ ناز ہے

ہے اگر ذوقِ تماشا چشمِ حق بیں کھولئے
خاک کا ہر ذرہ صادق اک جہانِ راز ہے

آرتی

فلک تھال ہے چاند سورج دیئے ہیں
ستاروں کے جھرمٹ یہ موتیوں سے ہیں

جو ہے دھوپ خوشبوئے کہسار ملیا
تو جھونکے ہوا کے چنور کر رہے ہیں

بناتات ہیں پھول بے غم سماں ہے
تیری آرتی میں یہ سب خود لگے ہیں

بجا کرتے ہیں شبد انحد کے باجے

ہزاروں ہیں نظریں نہیں آنکھ پھر بھی
ہزاروں ہی شکلوں میں ہے ایک تو ہی

قدم ہیں ہزاروں خداوند تیرے
نہ ہے پاؤں تیرے نہ ہے ناک تیرے

مگر پھر بھی ہے ناک تیرے ہزاروں
ہوا شیفتہ دیکھ تیرے عجوبے

ترے نور کا نور سب میں بسا ہے
تری روشنی کا یہ سب چاندنا ہے

ہدایات مرشد سے یہ نور پایا
جو بھائی مجھے تیری حمد و ثنا ہے

ترے چرن کنولوں کا بھورا ہے نانک
یہ پیاسا پپیہا کرم چاہتا ہے

تو احسن کو بھی نام حق میں بسائے

واہ

صبح کی گاڑی سے ہم اِس چھوٹے سے سٹیشن پر پہنچے سٹیشن سادہ قسم کی چوبی چھتوں اور دیوار کی مختصر سی عمارت ہے۔ جو راولپنڈی سے ۲۸ میل پر حسن ابدال کے پاس واقع ہے۔ ریلوے لائن کے اُس پار سیمنٹ کا عظیم الشان کارخانہ ہے۔ ہم سیر کے لئے گھر سے چلتے تھے۔ نہ کہ کچھ سبق سیکھنے کے لئے۔ اِسلئے پہلے گاؤں میں جانا پسند کیا۔ نہ سواری کا انتظام تھا۔ نہ ملنا ممکن۔ پیدل ہی چل پڑے کوئی باقاعدہ سڑک نہ تھی۔ کھلے کھیتوں میں ایک یا دو آدمیوں کے نقش قدم اپنے لئے پیارا راستہ بنا لیتے تھے۔ ہم بھی انہیں میں سے ایک پگ ڈنڈی پر چل کھڑے ہوئے۔ اور ٹانگوں کے لوکوموٹو انجن سے کام لیا۔

کوئی دو گھنٹے میں ہم ایک پل کے پاس پہنچے۔ یہ پل اُس شاہی سڑک میں ایک چھوٹا سا جوڑ تھا جو کلکتہ سے پشاور کو جاتی ہے اور اُس ندی پر محراب بناتا ہے جو اسکے نیچے بڑی شاندار اداؤں سے گزرتی ہوئی نواحی باغات اور ہرے ہرے کھیتوں کو سیراب کرتی ہے۔ یہ روپہلی دولہن یہاں سے مغربی اطراف میں آہستہ آہستہ اپنے بازو پھیلاتی ہے۔ اِس کا منظر کیا ہی دلفریب ہے۔ روپہلی ندی پر سنہری پل۔ گویا کسی نازنین نے اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی زرد رو ساڑھی کو ریشمی فیتے سے باندھ دیا ہے۔ سامنے کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پاور ہوس (Power house) ہے اُسکے ہرے ہرے دروازے اور سُرخ دیواریں اُس پودے کی مانند دکھائی دیتے ہیں جس میں پتوں سے زیادہ پھول لگ رہے ہوں۔ پاس ہی گیندے کے پھول جوش فرحت میں اپنے سنہری بدن کو حرکت دے رہے ہیں۔ نیچے ندی بہتی ہے ؎

عجب اندازِ مستانہ وہ چلنے میں دکھاتی ہے
بڑی نازک خرامی سے قدم اپنا اُٹھاتی ہے
کبھی اُوپر کبھی نیچے کبھی تیز اور کبھی دھیمی
کہ جیسے اِک نئی دُلہن کی ساڑھی جھلملاتی ہے

ہم اس کے کنارے کنارے ہو لئے۔ جونہی کہ آگے بڑھتے گئے۔ یہ پیاری دُولہن اپنے چہرے پر سایہ دار درختوں کا برقعہ سا اوڑھتی گئی۔ یکایک ایک سبز منظر میں سے ایک تالاب سا نظر آیا درختوں کے بیچ میں سیال چاندی کا چشمہ۔ گویا کہ بیشمار باندیاں کسی ملکہ حُسن کے گرد حلقہ باندھے کھڑی ہیں۔ کچھ چوری جھلا رہی ہیں تو کچھ سر پاہی پر تاج شاہی بنا رہی ہیں کچھ تعظیم کی خاطر جھکتی ہیں۔ تو کچھ فن موسیقی کا کمال دکھا کر اپنی معزز بیگم کا جی بہلا رہی ہیں۔ ایک طرف

تین بڑی سیڑھیاں ایک ہری گھاس کے اونچے چبوترے پر پہنچتی ہیں۔ اور پہنچتے ہی ایک شاندار تعمیر کے منظر میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ تعمیر بارہ دری کے نام سے مشہور ہے۔ چند ایک جگہوں پر جدید طرز کی مرمت کے سوا ساخت تمام تر پراچین ہے۔ اسکے اِرد گرد ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے ؎

رشک افزائے خواب مخمل ہے	نزہت سبزۂ گلستانی
ہے ہر اک گل نمونۂ قدرت	ہر ورق میں ہے شان یزدانی
برگ برگ گل شگفتہ سے	حرف حرف کتاب عرفانی
فرق گل پر ہے تاج شاہانہ	زیب تن ہے قبائے سلطانی
ہے عروسان گل کی مشاطہ	موج بادِ نسیم نیسانی
فرق گل پر نسیم کرتی ہے	پنجۂ موج سے شکس رانی
دیکھ کر خندۂ لب گلبرگ	صدقے ہوتے ہیں لال رمانی
چھائی ایسی چمن پہ گل رنگی	اڑ گیا رخ سے رنگِ حیرانی

اس چبوترے کے نیچے سے دو نہریں نکل کر بہہ رہی ہیں۔ اور اس خوبصورت جھیل کو پانی کا خراج ادا کر رہی ہیں۔ تالاب میں سے پانی خود بخود نکل رہا ہے اور بلا آواز قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکتا ہے۔ قدرت نے ٹپکنے والا ایک ایسا ٹھنڈا اور خوشنما گلاس بنا کر رکھدیا ہے جس کا ثانی پیدا کرنے میں ہنر قاصر ہے آب دار سطح کے نیچے ذرے اور کنکر موتیوں کی مانند چمکتے ہیں۔ ان میں کچھ لعل نما سرخ بھی ضرور ہونگے۔ لیکن سورج کی کرنوں نے ان کو چوس کر سفید کر دیا ہے۔ جا بجا مچھلیاں اپنے روپہلی محل میں ناچ رہی ہیں۔ نقرئی دولہن کے آبی چہرے پر ہری گھاس کی زلفیں کھیل رہی ہیں بعض پھول تالاب کے شفاف آئینے میں اپنے پیارے پیارے چہرے دیکھنے کے اشتیاق میں کوشش کرتے اور جھومتے ہیں۔ گھاس کے چھوٹے تنکے شبنم کے قطروں سے سورج کے چھوٹے فرشتوں (کرنوں) کی طرح جھلملا رہے ہیں۔

یہاں قدرت صرف نظروں کے لئے ہی سامان خوشنودی مہیا نہیں کرتی۔ بلکہ دوسری حسیات بھی مد نظر ہیں۔ زردار خوشبو ہوا میں عطر کی شیشیاں لنڈھا رہی ہے۔ شاخوں پر خوبصورت طیور سنہری راگ گاتے ہیں ؎

بن رہا ہے ترانۂ عشرت	نغمۂ بلبل گلستانی
گا رہا ہے ہر اک خوشی کے راگ	دے رہی ہے مزہ غزلخوانی

لمعۂ حسن سے خجل الماس — آب سے آب آئینہ پانی
کھینچنی چاہے اُسکی گر تصویر — دنگ رہ جائے خامۂ مانی

خیالات اُس تمام خوبصورتی کو باندھنے میں قاصر ہیں۔ تالاب پر الوداعی نظر ایک خواب سا نقشہ ہے۔ نہ جانے قدرت کے کس ہاتھ نے اُسکے پانی پر سنہری رنگ پھیر دیا محبت کے کس مجنون نے اُسکی آواز میں اپنی آہ ملا دی۔ اور موت کے کس فرشتے نے اُن کو (بچھڑوں) کو ڈرایا۔ کہ وہ خون کی مانند لال ہو جائیں۔ اُس آبی آئینے میں کیا کیا صورتیں دکھائی دیں۔ لیکن کسی نے کوئی راز نہ بتلایا *

ہم بارہ دری میں واپس آ گئے۔ سامنے کی دیوار گلابی بیلوں سے اٹ رہی تھی۔ صرف دو پھول گال سے گال ملائے اِس تمام شان دار منظر کا نظارہ کر رہے تھے۔ دل نے پوچھا۔ یہ کون؟ نسیم سحری نے کہا۔ یہ دو پھول۔ نورجہان اور جہانگیر ہیں۔ یقین آ گیا۔ لڑکپن میں سُنا تھا۔ کہ بادشاہ و بیگمات مرکر پھول بن جاتے ہیں۔ عزت اور خوف کے ساتھ ہم نے اندر پاؤں رکھا۔ اور اُس ہوا میں سانس لینے لگے۔ جس میں کبھی وقت نورجہان کے معطر سانس کی شیرینی آمیز تھی *

ہم تھوڑی دیر کے لئے رُک گئے۔ کمرہ آراستہ تھا مغلیہ شان و شکوہ کی عجیب غریب پرانی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ خیال ایک قسم کے قوس قزح کی لہر میں جا اٹکا۔ ایک عورت کی تصویر نظر آئی۔ جو کشتی پر سوار پانی میں تیر رہی ہے گلے کا ہار ٹوٹ رہا ہے۔ موتی ندی میں گر رہے ہیں۔ ایک کو پکڑنے لگتی ہے تو دوسرا گر جاتا ہے۔ اُف اِس تصویر کا مضمون کتنا سبق آمیز ہے:۔

"وقت کے ہار میں سے گھنٹوں اور منٹوں کے موتی یکے بعد دیگرے
ٹوٹتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے ہماری پہنچ
سے باہر ہو جاتے ہیں"*

واہ۔ کیا ہی سیر ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے بھی اسی تالاب کو دیکھکر کہا۔ کہ **واہ** ۔ اِس جگہ کا یہی نام پڑ گیا۔ اور ابتک وُہی نام چلا آتا ہے *

نرالا سا ہے کچھ طرزِ عبادت شیخ صاحب کا — عدو کو گالیاں دینا بھی داخل ہے وظیفوں میں
رحیم و رام ہے وجہِ نفاقِ ہندو و مسلم — تلفظ پر فقط تکرار ہے اِن دو حریفوں میں

عملی ہپناٹزم

(نوٹ:۔ اِس میں ہپناٹزم کے اُن طریقوں کو بتایا گیا ہے۔ جن کی یورپ اور ہندوستان میں سینکڑوں روپیہ فیس لیجاتی ہے)

ہپناٹزم پر بہت سے مضامین آپ کی نظر سے گزرے ہونگے۔ جن میں معمول پر نیند طاری کرنے اور اُسے ہوش میں لانیکے طریقے۔ اِس سے مختلف کرتب کروانے کے اصُول بیان کئے گئے ہیں اُنہیں کا اعادہ سمجھکر اِس مضمون کے صفحے نہ اُلٹ دیں۔ یہ ایک خاص مضمون ہے۔ اور یہ ان سوالوں کے جواب میں لکھا گیا ہے جو کہ ہپناٹزم کی غیر معمولی طاقتوں کو دیکھکر ہر شخص کے دلمیں پیدا ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ "کس طرح معمولوں پر ہپناٹزم اور مسمریزم کا اثر پیدا کرنے کی طاقت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے"؟

ہر خاص و عام دوسرے شخص کو معمول بناکر اسپر عمل کرنا شروع کردے تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا عمل میں کامیاب ہونیکے لئے مشق اور ابھیاس کیضرورت ہے۔ اسی ابھیاس کا اِس مضمون میں مفصل تذکرہ کیا جائیگا۔

اصُولاً یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہپناٹزم اور مسمریزم یوگ کی طاقتوں کا غلط استعمال ہے یعنی معمولی ابھیاس سے جو طاقتیں مشاق کے اندر پیدا ہوجاتی ہیں۔ اُنہیں رُوحانی ترقی میں استعمال نہ کرتے ہوئے کرشمے دکھانے میں خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ فضُول خرچی ہے۔ ہاں اگر یہ کرشمے اِس مطلب کے لئے دکھائے جائیں۔ کہ مبتدیوں کو یوگ ابھیاس میں یقین ہوجائے اور وہ مستعدی سے یوگ کی مشقوں کو جاری رکھ سکیں اور اپنا اور خلق خدا کا بھلا کرسکیں تو کوئی مضایقہ نہیں بلکہ موجودہ زمانے میں یہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ اِس کا دیگر استعمال یا اِس کے ذریعے لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا ایک اخلاقی جُرم ہے۔

آمدم برسرِ مطلب۔ ہپناٹزم اور مسمریزم دو علیحدہ علیحدہ سائنسیں ہیں۔ اِن کے ابتدائی اصُولوں میں اختلاف ہے۔ گو انتہائی حالتوں میں یکساں معلوم ہوں۔ معمول پر مسمریزم کی نیند کشش

مقناطیسی کے ذریعہ اور پاسوں کی مدد سے طاری کیجاتی ہے۔ سجیشن (ایما) کا زیادہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ ہپناٹزم میں قوتِ ارادی اور سجیشن کے زور سے معمول کے دماغ پر قابو پایا جاتا ہے۔ ابھیاسی جب مشق کرنا شروع کرے۔ تو پہلے اسے مسمریزم کے تجربات کرنے چاہئیں۔ اور جب قوتِ ارادی نہایت مضبوط ہو جائے اور ایما میں خاص انداز پیدا ہو جائے۔ تو پھر ہپناٹزم کے تجربات کرنے چاہئیں۔ ایک ہفتے کی مشق سے بھی ہپناٹزم کی طاقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ لیکن وُہ عارضی ہوتی ہیں۔ اگر اسی حالت میں تجربات شروع کر دئیے جائیں تو آئندہ ترقی رُک جاتی ہے ◆

عامل کے لئے مشقیں اور ہدایات

عامل کے خواص:۔ سب سے بہتر اور جلدی کامیاب ہونیوالا عامل وُہ ہے جو برہمچاری ہو۔ اٹھارہ سے بیس برس عمر والا۔ شریف مزاج۔ گوشت سے اجتناب کرنے والا۔ نیک چلن۔ گورے رنگ والا۔ صفراوی مزاج والا اور عمدہ صحت والا ہو۔ ایشور پر بھروسہ رکھنے والا ہو۔ اور دُوسروں کا بھلا کر کے خوش ہوتا ہو۔ لیکن شادی شُدہ اعتدال پسند۔ دورانِ مشق میں گوشت سے پرہیز کرنیوالا عامل بھی کامیاب ہو سکتا ہے۔ بدذات رذل۔ جھوٹا۔ بُری صحبت والا۔ اور بُرے چال چلن والا اور پس و پیش کرنے والا انسان کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو چاہئیے کہ یا تو وُہ مشقیں شروع ہی نہ کرے لیکن اگر کرنا چاہے۔ تو اپنے اندر کم از کم درجہ دوم کے عامل کے ضرور خواص پیدا کرے ◆

اپنے آپ پر قابو پانا:۔ دُوسروں پر قابو پانے کی کوشش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اپنے آپ پر قابو پایا جائے۔ ابتدا میں اپنے جسم پر قابو پانیکے لئے ہر روز صبح آدھ گھنٹہ پالتی مار کر بیٹھنے کی مشق کریں جتنی دیر تک پالتی مار کر بیٹھے رہیں۔ نہ کسی سے بولیں۔ اور نہ کوئی حرکت کریں۔ کچھ دنوں کے بعد آپ بغیر تھکاوٹ محسُوس کئے اور بلا اضطراب آدھ سے پون گھنٹہ بھر بیٹھ سکیں گے۔ اس مشق کے دنوں میں ہر روز شام کو جسم کو ڈھیلا چھوڑنے کی مشق بھی کیا کریں اس سے سارے دن کی تھکاوٹ رفع ہو جایا کرے گی اور آپ کو حقیقی آرام محسُوس ہو گا ◆

جسم ڈھیلا کرنا:۔ کسی کمرے میں جہاں بالکل شور و غل نہ ہو۔ چارپائی پر لیٹ جاؤ۔ ٹانگیں پھیلا دو۔ اور پاؤں ایک دُوسرے سے کچھ فاصلے پر رکھو۔ پھر اپنے جسم اور سارے اعضاء کو ڈھیلا کر دو۔ ہاتھوں کو بھی ڈھیلا کر دو۔ حتیٰ کہ کسی عضو میں کھچاوٹ نہ رہے۔ اور جسم میں ذرا بھی حرکت نہ ہونے پائے۔ سانس باقاعدہ لیتے رہو۔ اور دماغ کو خیالات سے پاک کرنے کی کوشش

کرو۔ پانچ منٹ کے بعد آپ محسوس کرینگے کہ پاؤں نہایت بھاری ہو گئے ہیں۔ اور وہ ہل نہیں سکتے۔ بلکہ جسم سے علیحدہ ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھوں کا بھی یہی حال ہوگا۔ بالآخر آپ کی آنکھیں خودبخود بند ہونے لگیں گی۔ اور آپ کا سانس خودبخود جاری رہے گا۔ تمام اعضا پہلے سے نہائت ڈھیلے ہو جائینگے۔ آپ سکون کامل محسوس کرینگے۔ جب ایسی حالت میں ہوں۔ تو خیال کریں۔ کہ آپ سکونِ کامل ہیں۔ اور نہایت آرام حاصل کر رہے ہیں۔ اس مشق سے آپ کو یکسوی دماغ حاصل کرنے میں نہایت آسانی ہوگی۔ اُٹھنے پر آپ کو ازحد شانتی محسوس ہوگی ۔

آنکھوں میں کشش پیدا کرنا اور قابو پانا:۔ جب آپ کو آرام سے بیٹھنے کی مشق ہو جائے۔ تو اپنی آنکھوں میں مقناطیسی کشش پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یعنی آنکھوں پر قابو پانے کا ابھیاس کریں ۔

اس مشق کے لئے سب سے بہتر صبح کا وقت ہے۔ بستر سے اُٹھنے کے بعد ابھیاسی کو چاہیئے۔ کہ اپنی پیشانی پر ابروؤں کے درمیان ایک چھوٹا سا نقطہ لگائے۔ پھر نہائت آرام سے کسی کرسی پر یا جس جگہ کو مناسب سمجھے بیٹھ جائے۔ اپنے سے تقریباً دو فٹ کے فاصلے پر ایک شیشہ رکھے اور پیشانی پر جو نقطہ نظر آئے۔ اسپر نہائت صدقدلی سے ٹکٹکی لگا کر دیکھنا شروع کرے۔ بلا آنکھ جھپکے جتنی دیر دیکھ سکے دیکھے۔ اسے وقت نوٹ کر لینا چاہیئے۔ کہ کتنی دیر تک وہ دیکھ سکتا ہے۔ پھر آنکھیں صاف کر کے دیکھنا شروع کرے۔ اسی طرح کوشش کرتا رہے حتیٰ کہ پندرہ منٹ خرچ ہو جائیں۔ مثلاً اگر ایک منٹ دیکھ سکنے کے بعد اسے آنکھیں جھپکنی پڑتی ہیں۔ تو چاہیئے کہ پندرہ بار دیکھے۔ بہت دنوں تک ہر روز مقررہ وقت پر اسکی مشق کرے۔ دو تین ہفتے کی مشق کے بعد وہ لگاتار پندرہ یا بیس منٹ تک دیکھ سکیگا ۔

جبتک نقطے پر نظر جمائے رکھیں۔ یہ بھی خیال رکھیں کہ دماغ خیالات سے خالی رہے ۔

اس مشق کے بعد ابھیاسی بہت سے تجربے کر کے اپنے آپکو یقین دلا سکتا ہے۔ اگر شیشے کی چمک آپ گوارا نہ کر سکیں۔ تو آپ پھول پر یا پنسل کے باریک سرے پر یا کسی اور مناسب شے پر مشق کر سکتے ہیں۔ مشق کے وقت آپ پالتی مار کر بیٹھیں اور منہ شمال کی جانب رکھیں۔ سر کو اور جسم کو سیدھا رکھیں۔ یعنی سِدھ آسن لگا کر بیٹھیں تو بہت اچھا ہوگا۔ دوران مشق میں برھمچاری رہتے ہوئے عمدہ اور لطیف غذا اور گھی و دودھ کا کثرت سے استعمال کریں۔ کیونکہ اس مشق سے دماغ پر بہت بوجھ پڑتا ہے ۔

تجربات

نمبر۱۔ دو مٹی کے پیالے لیکر انمیں مٹی بھر کر ایک ہی وقت میں گندم یا جو کے دانے بو دیں جب پودے ایک ایک انچ کے قریب ہو جائیں۔ تو ایک پیالے پر الف (ا) اور دوسرے پر بے (ب) کا نشان لگا دیں۔ پھر ہر صبح کو دونوں پیالوں کو اپنے پاس سامنے رکھکر ان پر نظر جمائیں اور دلمیں یہ زبردست خیال رکھیں کہ پودا ا چھوٹا ہو جائے اور پودا ب بڑھ جائے۔ چند روز تک اسی طرح بلا ناغہ مشق کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے۔ کہ ایک پودا بڑھ جائیگا اور دوسرا پودا یعنی ا چھوٹا ہی رہیگا +

نمبر۲۔ جب آپ کسی آدمی سے بات چیت کر رہے ہوں۔ اور اس کو کوئی بات منوانا چاہتے ہوں۔ یا کوئی کام کروانا چاہتے ہوں۔ تو اس کے ابروؤں کے درمیان والی جگہ پر ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہیں۔ اور دلمیں زبردست ارادہ رکھیں۔ کہ یہ شخص ضرور آپ کی بات مانیگا۔ اسطرح آپکے کافی حد تک کامیابی ہوگی +

نمبر۳۔ کسی جلسے میں اپنے آگے بیٹھے ہوئے آدمی کی گردن کیطرف ٹکٹکی لگا کر دیکھیں اور دماغ میں یہ خیال جمائے رکھیں کہ وہ آپ کی طرف مڑ کر دیکھے۔ وہ آدمی تھوڑی سی بے چینی محسوس کریگا۔ اور پیچھے کی طرف گھوم کر آپ کو اسطرح دیکھے گا جیسے آپ نے اسے بلایا ہے۔ نوّے فیصدی حالات میں آپ ضرور کامیاب ہونگے۔ بشرطیکہ وہ کسی ایسی چیز کو نہ دیکھ رہا ہو۔ جس کا اثر آپ سے زیادہ ہو۔ لیکن ناکامیاب ہونے پر آپ ہمت نہ ہاریں۔ بلکہ کوشش کرتے رہیں۔ آپ ضرور ایسا کر سکینگے +

نمبر۴۔ کسی چوہے یا بلی یا کتے کے چھوٹے سے بچے کو پکڑ کر رسی سے باندھ دیں اور ہر روز گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک اسکے سامنے بیٹھکر ٹکٹکی باندھکر یکسوئی قلب سے اسکی طرف دیکھتے رہیں اور یہ خیال رکھیں کہ میں اسے ساکن کرتا ہوں۔ یہ بالکل ہل جل نہیں سکے گا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ میں یہ طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کہ آپ جب اسکی طرف نظر اٹھا کر دیکھینگے۔ وہ بلا حرکت اور ساکن ہو جائے گا۔ اور آپکے حکم کے بغیر بالکل حرکت نہیں کر سکے گا۔ اگر اس مشق کو بڑھا لیا جائے تو دوڑتے ہوئے گھوڑوں۔ بندروں۔ شیروں اور چیتوں پر قابو حاصل کر لیا جاتا ہے۔ شیروں اور ہاتھیوں کو سدھانے والے استاد لوگ ایسی ہی طاقتوں کے مالک ہوتے ہیں +

مذکورہ بالا تجربات سے آپ کو اپنی طاقت پر کافی یقین ہو جائیگا۔ اور دشمنوں میں آپ کا

دل لگنے لگیگا۔ اس درجے پر آپ چاہیں تو تین چار دن کی مشق سے ہپناٹسٹ بن سکتے ہیں لیکن اس حالت میں آپ کی آئندہ ترقی مسدود ہو جائیگی۔ اسلئے واجب ہے کہ آپ چند اگلی مشقوں میں بھی کامیابی حاصل کریں۔ تاکہ آپ ایک کامیاب مسمرسٹ اور ہپناٹسٹ بننے کے علاوہ آپ یوگ میں بھی ترقی کر سکیں جو کہ اصلی مقصد ہے ؎

یکسوئی یعنی دھارنا اور دھیان:۔ یوگ میں یکسوئی کی کس قدر اہمیت ہے جتلانے کی بالکل ضرورت نہیں۔ ہر شخص یوگ کی الف بے سے واقف ہے وہ اسے سمجھتا ہے اسی طرح ہپناٹزم اور مسمریزم میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنیکے لئے اس مشق کا کرنا نہایت ضروری ہے۔ یکسوئی کی مشق سے آپ صرف ہپناٹزم میں ہی کامیاب نہ ہونگے۔ بلکہ ہر کام میں آپ کو فائدہ ہوگا جس لائن میں آپ چاہینگے۔ کامیاب ہو جائینگے۔ یکسوئی سے مراد من پر قابو پانے سے ہے۔ یعنی انتشار خیالات کو روک کر دل کو ایک نقطہ پر قائم کرنا ؎

جب کثیف ذریعوں سے گزرتے ہوئے آپ اپنے من پر قابو پالینگے۔ تو آپ خیال کریں کہ آپ نے ایک بڑی بھاری کامیابی حاصل کر لی ہے۔ من ہی دنیا میں تمام تکالیف یا سکھوں کا باعث ہے۔ لیکن اس سے آپ یہ خیال نہ کرنے لگیں۔ کہ یہ ایک ناممکن بات ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے واعظ یہی بات کہتے مر گئے ہیں آپ کو ایک رشیوں کا تجویز کردہ نہایت آسان طریقہ بتاتا ہوں۔ آپ مستعدی سے مشق کریں تو بالضرور کامیاب ہو جائینگے ؎

مشق اول:۔ من کو یکسو کرنیکے لئے ضروری ہے۔ کہ سانس کو باقاعدہ بنا کر اسپر قابو حاصل کیا جائے۔ سانس کی مشقوں کو پرانایام کہتے ہیں۔ جس کا "جوگی" میں کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے اور مفصل طریقے درج ہو چکے ہیں۔ اگر شروع میں ہی یعنی جب آپ بیٹھنے کی مشق شروع کریں اسی وقت پرانایام کی مشق شروع کریں۔ تو اس درجہ پر پہنچکر آپ کافی ترقی کر چکے ہونگے ؎

مشق دوم۔ صبح طلوع آفتاب سے پہلے کسی کھلے میدان میں جاکر یا کسی ہوادار کمرے میں سیدھا آسن لگا کر بیٹھ جائیں۔ اور ایشور سے پرارتھنا کریں کہ وہ آپ کے من کو یکسو کرنے میں آپ کی مدد کرے۔ اسکے بعد دو تین پرانایام کریں۔ پھر آنکھیں بند کر کے اپنی آنکھوں کے سامنے کسی چیز کا جس سے آپ کافی واقف ہوں خیالی نقشہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ ہر روز صبح کو بلاناغہ نصف گھنٹہ بھر یہ مشق کیا کریں۔ اسے یوگ کی اصطلاح میں دھارنا کہتے ہیں ؎

پہلے پہلے تو یہ نقشہ جمے گا ہی نہیں۔ چند سکنڈ ٹھہرا اور پھر غائب۔ یعنی جونہی آپ کا خیال

اِدھر اُدھر جانے لگا۔ نقشہ غائب ہو جایا کریگا۔ لیکن مشق سے سب مشکلیں حل ہو جائینگی۔ جب نقشہ اچھی طرح جمنے لگے۔ تو پھر اس نقشے کو دیر تک اسی حالت میں خیالی آنکھوں کے سامنے رکھنے کی کوشش کریں۔ مشق کرنیکے بعد آپ بیس منٹ یا نصف گھنٹہ تک اسپر دھیان جما سکیں گے۔ یوگ کی اصطلاح میں اسے دھیان کہتے ہیں۔ ہر روز شام کو بلاناغہ پرانا یام کی مشق کیا کریں۔ جب آپ اس مشق میں کامیاب ہو جائینگے تو آپ ایک کامل مسمرسٹ بن جائینگے۔ لیکن خیال رہے کہ یہ مشق آسان نہیں ہے۔ اسمیں مستعدی اور استقلال کی ضرورت ہے ٭

مشق سوم یعنی پاس کرنا: معمول پر عمل کرتے وقت آنکھوں کے ذریعہ بھی بجلی داخل کی جاتی ہے۔ اور ہاتھوں کے ذریعہ بھی۔ ہاتھوں کے ذریعہ بجلی داخل کرنے کو پاس کرنا کہتے ہیں مشق دوم کے دوران میں ہر روز دوپہر کو تھوڑی سی پاسوں کی بھی مشق کر لیا کریں۔ تو سب کام سیدھا ہو جائینگے ٭

پاس کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ لمبے[۱] پاس جو کہ سر سے پاؤں تک اور پاؤں سے سر تک کئے جاتے ہیں۔ سر سے پاؤں تک کو سیدھے پاس اور پاؤں سے سر تک کو اُلٹے پاس کہتے ہیں ٭

اسکے علاوہ مقامی[۲] پاس اور چھوٹے[۳] پاس اور گول پاس بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی صرف ہپناٹک طریقۂ علاج امراض میں ضرورت پڑتی ہے ٭

عامل کو چاہیئے۔ کہ کسی اکیلے کمرے میں چلا جائے۔ جہاں ایک گھنٹے تک کوئی مخل نہ ہو سکے۔ اور کرسی پر بیٹھے ہوئے خیالی معمول پر پاسوں کی مشق کرے۔ پاس کرتے وقت ہاتھوں کی اُنگلیاں کھلی ہونی چاہئیں۔ اُنگلیوں کے سرے ذرا نیچے جھکے ہوئے ہوں تو زیادہ مناسب ہے۔ ہاتھ اکڑا ہوا نہ ہو۔ ہتھیلیاں معمول کے جسم کی طرف ہونی چاہئیں۔ سر سے پاؤں کی طرف کئے ہوئے پاس نیند پیدا کرتے ہیں۔ اور پاؤں سے سر کی طرف کئے ہوئے پاس جگاتے ہیں ٭

اس لئے جب سر سے پاؤں تک پاس کریں۔ تو پاؤں پر جا کر آدھی مٹھیاں بند کر لیں۔ اور ہاتھ معمول کے پہلوؤں کی طرف سے سر تک لے جائیں۔ کیونکہ اگر ہاتھ اس کے جسم پر سے لیجائے گئے تو اُلٹا اثر پیدا کرینگے۔ سر پر جا کر پھر مٹھیاں کھول لیں۔ اور ہتھیلیاں نیچے کی طرف کر کے پاس کرنے شروع کریں۔ جب جگانا ہو۔ تو پاؤں سے سر کی طرف پاس کریں ٭

پاس ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے کرنے چاہئیں۔ پاسوں کے ساتھ دلمیں زبردست ارادہ ہونا چاہیئے۔ کہ "میں نیند پیدا کر رہا ہوں" یا "جگا رہا ہوں"۔ ورنہ پاسوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا عامل کو

پاسوں کی اسقدر مشق ہونی چاہیئے۔ کہ ایک گھنٹہ بغیر تھکاوٹ کے پاس کر سکے۔ کیونکہ اگر دوران عمل میں تھکاوٹ ظاہر ہو گی۔ تو معمول پر بُرا اثر پڑیگا ۔

امتحان:۔ یکسوئی میں کافی مشق ہو گئی ہے یا نہیں؟ اس کا امتحان اسطرح کریں۔ کہ کسی بڑے قد آدم شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اور یکسو قلب ہو کر خیال کریں۔ کہ بہت زیادہ خون آپکے چہرے کی طرف آرہا ہے۔ آپکا چہرہ سُرخ ہو رہا ہے۔ چند منٹ اسی خیال میں گزاریں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ آپ کا چہرہ غیر معمولی طور پر سُرخ ہوگا۔ پھر آپ یہ خیال کریں۔ کہ آپ کے چہرے سے سارا خون واپس چلا گیا ہے۔ اور چہرہ بالکل زرد ہے۔ چند منٹ کے بعد چہرہ زرد ہو جائیگا ۔

عمل۔ اب آپ معمولوں پر عمل مسمریزم کر سکتے ہیں۔ یعنی ان پر نیند طاری کر کے انہیں روشن ضمیری میں لے جا سکتے ہیں۔ اور اُن سے دُور و دراز کی باتیں۔ چوری گئی ہوئی اشیاء کا حال۔ دُوسرے کے دل کی بات۔ صندوق میں بند چیزوں کا پتہ وغیرہ پوچھ سکتے ہیں۔ اُن سے ایجادوں میں مدد لے سکتے ہیں ۔

ان عملوں کے طریقے اور کس طرح معمول پر مسمریزم کی نیند طاری کر کے اسے روشن ضمیری میں لے جایا جاتا ہے۔ یہ آپنے کئی جگہ رسالہ میں پڑھا ہوگا۔ وہاں سے دیکھ کر عمل کریں ۔

جب آپ معمولوں پر آسانی سے مسمریزم کی نیند یعنی اپنی آنکھوں کی کشش اور پاسوں کی مدد سے نیند طاری کر سکیں اور انہیں روشن ضمیری میں بھی لے جا سکیں۔ تو تھوڑی سی مشق سے آپ ہپناٹزم میں بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بُری عادتیں چھڑا سکتے ہیں اور امراض کا دفعیہ کرا سکتے ہیں۔ معمولوں سے کرتب کرا سکتے ہیں۔ اُنہیں اپنے حکم کے بموجب نچا سکتے ہیں اور دیکھنے والوں کو آئینہ حیرت بنا کر ہندو رشیوں کے رُوحانی اسباق یعنی یوگ میں یقین دلا سکتے ہیں

ہپناٹزم کے لئے ابھیاس

"قوتِ ارادی کو مضبوط کرنا"۔ اس بات پر زور دینے کی ضرورت نہیں۔ کہ قوتِ ارادی کی مضبوطی پچھلی تمام مشقوں کی تہ پر کام کرتی ہے۔ ہپناٹزم کے لئے اسکی خاص ضرورت ہے۔ اس لئے چند ہدایتیں درج کی جاتی ہیں ۔

(۱) اپنی طاقت پر ہمیشہ بھروسہ رکھیں اور خیال رکھیں۔ کہ آپ ضرور کامیاب ہونگے کبھی فضول ارادے دلمیں نہ بناتے رہیں۔ لیکن جب کسی کام کرنے کا ارادہ کر لیں۔ تو خواہ دُنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے۔ آپ اس کام کو کر کے چھوڑیں ۔

(۲) اپنے کاروبار کے لئے ایک ٹائم ٹیبل بنا چھوڑیں اور اسپر ہمیشہ چلتے رہیں۔
(۳) اپنے بیٹھنے کے کمرے میں ایک فل سکیپ کاغذ پر "میں کبھی پست ہمت نہ ہوں گا۔ میں کامیاب ہوں۔ میرے ارادے میں مجھے کوئی روک نہیں سکتا" وغیرہ فقرے لکھ کر لٹکا دیں اور ہر صبح و شام انہیں پڑھتے رہا کریں۔ اور اپنے آپ کو ایسا خیال کرتے رہا کریں۔
(۴) جب کبھی کام کرنے کا فیصلہ کرنا ہو۔ تو اسپر ہر ایک پہلو سے غور کریں۔ مکمل طور پر سوچ لینے کے بعد اسکے کرنے کا ارادہ کرلیں۔ جب ارادہ کر چکیں تو اسی دھن میں مگن ہو جائیں۔ من کو ادھر ادھر نہ بھٹکنے دیں۔ نہ ہی دوسروں کی باتوں سے اپنے ارادے کو تبدیل کریں۔

ایما یعنی سجیشن کی مشق:۔ ایک اکیلے کمرے میں جاکر کرسی کے سامنے کھڑے ہو جائیں خیال کریں۔ کہ کرسی پر معمول بیٹھا ہوا ہے۔ اور آپ اسپر عمل کر رہے ہیں۔ خیالی طور پر اس کو سجیشن suggestion دیں۔ مثلاً "آپ کو نیند آرہی ہے۔ ہاں۔ گہری نیند آرہی ہے آپ سو گئے ہیں۔ گہری نیند میں چلے گئے ہیں۔ اب میرے حکم کے بغیر آپ نہیں اٹھ سکیں گے۔" وغیرہ وغیرہ۔ طرز گفتگو بارعب اور پر انداز ہونا چاہیئے۔ جس سے ظاہر ہو کہ آپ کو اپنے پر اعتبار ہے۔ اور آپ اپنی طاقت پر یقین رکھتے ہوئے حکم دے رہے ہیں۔ بارعب سجیشن کامیابی کی کنجی ہے سجیشن دیتے وقت ہمیشہ اپنے حکم سے نتیجے کی زبردست امید رکھیں۔ اگر آپ بے امید ہو جائینگے یا خیال کرینگے۔ کہ شاید میرے حکم کا درست نتیجہ نکلے یا نہ نکلے۔ تو کامیابی کی امید نہ رکھیں۔

اگر عامل اپنی طاقت پر شک کریگا تو ضرور فیل ہو جائیگا۔ اس لئے اسے یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ نہایت زبردست طاقت کا مالک ہے۔ اور وہ نیند پیدا کرکے معمول کو ہر طرح کے کھیل کھلا سکتا ہے۔ ایما کی ایک ہفتہ یا دو ہفتہ کی مشق کے بعد عامل کا لہجہ بارعب بن جائیگا۔

ان تمام مشقوں کے بعد آپ معمولوں پر ہپناٹزم کی نیند طاری کریں۔ اور ان سے کرتب کروائیں آپ کو یقین ہو جائیگا۔ کہ آپ کے اندر ایسی طاقت پنہان ہے جس سے آپ ہر شخص پر غالب آسکتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو دنیا کا تختہ پلٹ سکتے ہیں۔

جب آپ کو یقین ہو جائے تو آپ اپنی طاقتوں کو فضول کھیل کرتب میں ضائع نہ کریں۔ بلکہ کھیل کیطرف سے دل ہٹا کر اپنی روحانی طاقتوں کو ترقی دینے کی کوشش کریں اور یوگ سادھن میں مشغول ہو کر اپنی مکتی کی کوشش کریں۔ ہاں جب کبھی ضرورت محسوس کریں۔ کہ لوگوں کو یوگ کی طاقتوں میں یقین دلانا چاہیئے۔ اسوقت یہ تماشے بھی دکھا دیا کریں۔

مالا اُسی کے نام کی

سُندر چھبی گھنشیام کی بیتاب دِل کے کام کی
دافع غم و آلام کی صُورت وُہی آرام کی
مالا اُسی کے نام کی

کیونکر نہ جیتے ہم رہیں کافور جس سے غم رہیں
اِک بار پھر جھانکی دِکھا یہ آتشِ فرقت مِٹا
دِل کی لگی کو آ بُجھا بے حال ہُوں نہ آزما
جب آسرا تیرا لیا

برج راج تیرا بانکپن وُہ شان و شوکت وُہ چھبن
قُربان جس پر مرد و زن تھیں بُلبلیں بھی نغمہ زن
گوپی گوالے تھے مگن

اس سانولی صُورت پہ سب اس پریم کی مُورت پہ سب
سائل ترے دربار کا خادم تری سرکار کا
پیاسا ترے دیدار کا اُف! حال خدمتگار کا
ہو یہ ترے بیمار کا

ہے سوم لب پہ جان اب آجا کرشن بے مان اب

تُو ہی تُو

ہیں وحدت میں کثرت میں تیرے ہی جلوے نہاں تُو ہی تُو ہے عیاں تو ہی تُو ہے
نہ پایا کسی نے بھی اِدراک تیرا گماں تو ہی تو۔ بے گماں تو ہی تو ہے
سمایا ہے جلوہ تیرا ہر سرا میں جدھر دیکھتا ہُوں اُدھر تو ہی تو ہے
نمونہ ہے قدرت کا یہ جسم خاکی ہے قالب بھی تُو اور جاں تو ہی تو ہے
ہُوا حکم تیرے سے پیدا جہاں سب نشانِ روکن فکاں تو ہی تُو ہے
گلوں میں مہک تیری گلشن میں رونق ہر اک شے میں جلوہ کناں تو ہی تو ہے

قدیم ہندوستان میں
تجارتی اور مینوفیکچرنگ کمپنیاں

گو ویدک زمانے میں ذات پات کا سسٹم ابھی رائج نہیں ہوا تھا۔ لیکن سوسائٹی میں مختلف کام کرنے والے علیحدہ علیحدہ گروہ ضرور مقرر تھے۔ اور ترقی تہذیب کی وجہ سے لوگوں میں مل جل کر کام کرنیکے خیالات ضرور پیدا ہو گئے تھے۔ اور لوگ کمپنیوں میں یا گروہوں میں مل کر کام کیا کرتے تھے۔ یہ گروہ مذہبی اور تجارتی مقاصد کو پورا کرنیکے لئے بنائے گئے تھے۔ ویدک یا دیگر سنسکرت گرنتھوں کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تجارتی اور اشیا بنانے والی کمپنیوں کی سوسائٹی میں خاص پوزیشن اور عزت تھی۔

پنی جن کا کتابوں میں کئی جگہ ذکر آتا ہے۔ اصل میں آریہ تھے۔ اور گروہوں میں تجارت کیا کرتے تھے۔ نہ صرف خشکی پر بلکہ سمندر میں بھی یہ لوگ تجارت کرتے تھے۔ تلک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "ہندو تہذیب کے ابتدا میں ہی ایسے حوالے ملتے ہیں جن سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ لوگ اپنے سرمائے کا درست استعمال کرنیکے لئے اور دیگر بہت سی وجوہات کے باعث کمپنیاں بنا کر تجارت اور صنعت کیا کرتے تھے"۔

ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں تاجروں اور کام کرنے والوں کی کمپنیوں کے بہت سے حوالے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً منوجی اور دیگر کئی مصنفوں نے لفظ 'شرینی' استعمال کیا ہے جس کا مطلب سوداگروں۔ کاریگروں یا سرمایہ داروں کا گروہ ہے۔ رامائن اور مہابھارت میں کاریگروں اور مزدوروں کی سوسائٹیوں کے حوالے پائے جاتے ہیں۔

بودھ پستکوں میں کمپنیوں کے ممبروں کو سوسائٹی میں سب سے اونچے درجے کا گنا جاتا تھا اور انہیں کئی قسم کے سوشل اور پولیٹیکل اختیارات دیئے جاتے تھے۔ جو بدھ اور جین مت کا اصل مطلب ہی یہ تھا۔ کہ کشتریوں اور ویشوں کو برہمنوں کے مقابلے میں بہت اختیار حاصل ہوں ذکر آتا ہے کہ تاجروں یا مزدوروں کی کمپنی کا پریذیڈنٹ بادشاہ کا خاص مصاحب ہوتا تھا۔

امیدواری

کمپنیوں یا سوسائٹیوں کے ساتھ امیدواروں کا بھی ذکر آتا ہے۔ جو کہ کمپنی کے تجربہ کار کارکنوں

کے درجہ تک پہنچنے کے لئے پہلے کام سیکھا کرتے تھے۔ نارد جی کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی نوجوان اپنے والدین کی مرضی سے کوئی ہنر سیکھنا چاہے۔ تو اُسے لازم ہے کہ وُہ کسی ماسٹر کے پاس جا کر اس کے ساتھ اپنی اُمیدواری کا زمانہ مقرر کرے۔ ماسٹر کو چاہئے۔ کہ نوجوان کو اپنے گھر رکھے اور اپنے بچوں کی طرح اسے ہنر سکھلائے۔ دَوران تعلیم میں شاگرد کے کام کرنے سے جو نفع ہو وُہ ماسٹر کی ملکیت ہونا چاہئے ۔

اپنا زمانہ اُمیدواری ختم کرنیکے بعد شاگرد فیس ادا کرکے اور ماسٹر سے رُخصت لے کر جا سکتا ہے۔ یا اگر ماسٹر چاہے۔ تو اسے تنخواہ پر اپنے پاس مُلازم رکھ سکتا ہے ۔

اسی طرح یگیہ ولک جی نے بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی اُمیدوار پوشیدہ طور سے کام چھوڑ کر چلا جائے تو ماسٹر کو حق حاصل ہے کہ اسے پکڑوا کر جسمانی سزا دے سکے ۔

اسی طرح پالی کتابوں میں بھی بطریق اُمیدواری ہنر سیکھنے کا ذکر آتا ہے۔ وہاں ماسٹر اور اُمیدوار کے رشتے کو باپ اور بیٹے کے رشتے کے برابر بتایا ہے ۔

اُمیدواری کی ذات:۔ درصل اُمیدوار کی ذات اسکے کسی ہنر سیکھنے میں سدِ راہ نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتری ولیعہد بھی برتن بنانے والوں ٹوکریاں بنانے والوں۔ مالیوں اور باورچیوں کے شاگرد بنا کرتے تھے۔ والدین اپنے کام کا خیال کئے بغیر ہی اپنے لڑکوں کے حسب حال پیشہ چُن لیا کرتے تھے بعض اوقات برہمن بھی تاجروں کا کام سیکھ لیتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ پیشوں کے چُننے میں ذات پات بالکل حائل نہیں تھی لیکن انگریز محقق زیادہ تر یہی کہتے ہیں کہ بیٹا باپ کے پیشے کی ہی پیروی کرتا تھا ۔

حصہ داری یعنی پارٹنر شپ (Partnership)

بُدھ کے زمانے میں طریق حصہ داری بہت ترقی کر گیا تھا۔ برہمنوں کے زمانے میں بھی اِس کے معمولی حوالے ملتے ہیں۔ نارد جی نے لکھا ہے کہ دانا آدمیوں کو چاہئے۔ کہ وُہ سُست۔ بیمار۔ اور بے عقل آدمیوں کو اپنا حصہ دار نہ بنائیں۔ بلکہ ہمیشہ پھرتیلے چست۔ زود فہم مختلف مُلکوں کے سکوں سے واقفیت رکھنے والے۔ نیک۔ دلیر اور لین دین میں پکے آدمیوں کے ساتھ تجارت یا دیگر کاموں میں حصہ رکھیں۔ نیز تجارت میں نفع یا نقصان اسی حساب سے تقسیم ہونا چاہئے۔ جس حساب سے کہ ہر ایک حصہ دار نے سرمایہ دیا ہُوا ہو ۔

سمرتی چندرکا۔ برہسپتی اور کوٹلیہ شاستر میں اِسقدر مُفصل اصُول حصہ داری کے دئیے گئے

ہیں۔ کہ موجودہ کمپنیوں اور اُس زمانے کی کمپنیوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ بدھ کے زمانے میں یہ سسٹم اِس قدر مکمل ہو گیا تھا۔ کہ اُسکی باقاعدگی موجودہ زمانے کے طریق حصہ داری سے لگا کھا سکتی ہے۔ ایک حصہ دار کے مرجانے کے بعد اس کے بچے نفع یا نقصان میں حصہ لے سکتے تھے۔ اور اگر کوئی حصہ دار کمپنی کو نفع پہنچانے میں خاص مدد دیتا تھا۔ تو اس کو اس کے اصل نفع کے حصے کے علاوہ انعام بھی دیا جاتا تھا۔ شکر نیتی میں مذکور ہے۔ کہ نہ صرف تاجر بلکہ کسان سُنار بھی حصہ داری سے کام کر سکتے ہیں ؁

بڑے پیمانہ پر اشیاء تیار کرنا

مل کر کام کرنیوالی کمپنیوں۔ سوسائٹیوں اور گروہوں کے علاوہ بڑے پیمانے پر چیزیں تیار کرنے کا ذکر بھی بودھ گرنتھوں میں آتا ہے مثلاً ایک دفعہ ایک سو سوداگروں نے ایک جہاز کے مالک سے وعدہ کیا۔ کہ ہم جہاز کو مکمل کرینگے۔ کام کرنیوالوں کے ایک ہزار خاندانوں نے ایک دفعہ بہت کثرت سے سامان بنانیکے لئے اکٹھا ہو کر کام کرنا شروع کر دیا۔ یورپین محققوں نے پُرانی مہروں سے اندازہ لگایا ہے کہ کسی زمانے میں شمالی ہندوستان میں موجودہ زمانے کی طرح تجارت کے مرکز قائم تھے۔ کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کے حوالوں سے بلا شبہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حکومت کیلئے بڑے بھاری پیمانے پر بھی اشیاء تیار کی جاتی تھیں۔ اور وہاں ہی لکھا ہے کہ اشیاء کی قیمت کو کم و بیش کرنا تاجروں کے ہاتھ میں تھا ؁

صنعت و حرفت کے مرکز

میگستھنز کی تصانیف اور کوٹلیہ شاستر سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں کے خاص خاص حصوں میں خاص خاص پیشے والے لوگ آباد ہؤا کرتے تھے۔ ایک پیشے والے تمام لوگ گاؤں میں اکٹھے رہتے تھے۔ ہاں ایک پیشے والے اپنی ذمہ واری پر دوسرے لوگوں کو اپنے درمیان رہنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ بودھ گرنتھوں میں گاؤں کے نام ہی ایسے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ صنعت و حرفت کے مرکز قائم ہو گئے تھے۔ مثلاً بڑھئیوں کا گاؤں۔ کمہاروں کا گاؤں پھول بیچنے والوں کا بازار۔ ہاتھی دانت کا کام کرنے والوں کی گلی وغیرہ ؁

کمپنیوں کے قوانین اور معاہدے

جسطرح موجودہ زمانے میں تاجروں اور پیشہ وروں کے اصول قانون اور عہد ان کے رواجوں پر مبنی ہیں۔ اور کچہریوں کو اہنی کو مدنظر رکھکر فیصلے دینے پڑتے ہیں۔ اسی طرح پُرانے

زمانے میں بھی پیشہ ور سوداگر اور مزدور اپنے قوانین خود بنا لیتے تھے۔ اور بادشاہ کو مذہبی مصنفوں کی ہدایت تھی۔ کہ تمام فیصلے اُن قوانین کی رُو سے ہی کیا کرے۔ گوتم جی نے لکھا ہے کہ پیشہ وروں کو اختیار ہے کہ وُہ خود اپنے لئے اصُول قائم کریں۔ تمام کتابیں مزدوروں پیشہ وروں اور تاجروں کے اِن حقُوق کو قائم رکھنے کے لئے بادشاہ کو ہدایت کرتی ہیں *

اِن اُمور سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنیاں اور سوسائٹیاں بہت حد تک ترقی کر گئی تھیں انہیں خود قانون بنانے اور بعض اوقات فیصلہ دینے کا حق بھی حاصل تھا *

بنک۔ اُن کا انتظام اور آسائشیں

بُدھ کے زمانے میں تو بنک وغیرہ کی آسائشیں بلا شُبہ لوگوں کو حاصل تھیں لیکن اس زمانے سے پہلے صرف مہابھارت میں ہی اس کا ذکر آتا ہے۔ اس ذکر سے یہ ہرگز مطلب نہیں نکالا جا سکتا۔ کہ موجُودہ زمانے کی طرح اُس وقت بھی بنک قائم تھے۔ بلکہ صرف یہ مطلب ہے۔ کہ تاجروں کے معتبر گروہوں کے پاس لوگ اِس مطلب کے لئے روپیہ جمع کروا دیا کرتے تھے۔ کہ یہ روپیہ تختیاں کندہ کرانے یا یادگاریں....... بنوانے میں خرچ کیا جائے۔ یا کئی پیشہ وروں کے پاس لوگ اِس لئے روپیہ جمع کروا دیتے تھے۔ کہ اس روپے کے عوض مستحق غریبوں کو کپڑے اور غذا دی جائے *

مثلاً ناسک کی تختیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ نے جُلاہوں کے ایک گروہ کو روپیہ دیا تھا۔ کہ اسکے عوض بُدھ بھکشوؤں کو کپڑے دیئے جائیں یہ گروہ روپیہ جمع کر لیتا تھا۔ اور اس پر سُود بھی دیتا تھا۔ اسی طرح ایک اور تختی سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاجروں کے ایک گروہ کے پاس اسلئے جائیداد جمع کروائی گئی کہ وُہ بھکشوؤں کو دوائیاں دیا کریں۔ اِن رواجوں کے نشان موجُودہ زمانے میں بھی کہیں کہیں پائے جاتے ہیں مثلاً جگن ناتھ جی کے مندر میں لوگ آجکل بھی ایسا ہی کرتے ہیں پجاریوں کے پاس روپیہ جمع کروا دیتے ہیں کہ مستحق اشخاص کو اِس سے مدد دی جائے *

مذکورہ بالا حوالے ظاہر کرتے ہیں کہ رُوحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ہی جب آریوں کو تجارت و صنعت کی ضرورت محسوس ہوئی تو تھوڑے عرصہ میں اُنہوں نے اِس لائن میں بھی کمال کر دکھایا اور اپنے طریقوں کو اِس قدر باقاعدہ اور مکمل بنا دیا۔ کہ موجُودہ زمانے کو (جو اپنے آپ کو نہایت ترقی یافتہ خیال کرتا ہے) وُہی اصُول برتنے پڑے جو پراچین ہندو قائم کر چکے تھے *

ہندوؤں کی
جسمانی اور فزیکل تحقیقاتیں

(جسم انسانی میں غذا کی تبدیلیاں)

وُہ غذا جو ہم کھاتے ہیں۔ اسمیں پانچ عناصر موجود ہوتے ہیں (۱) پرتھوی کے اجزا جو کہ جسم میں ہڈیاں یا دیگر سخت حصے بنانے میں خرچ ہوتے ہیں (۲) تیج کے اجزا۔ جو کہ جسم میں حرارت عزیزی پیدا کرتے ہیں (۳) وایو کے اجزا۔ جو کہ اعضا اندرونی میں اور خون میں حرکت پیدا کرتے ہیں (۴) آپ یعنی پانی کے اجزا۔ جو کہ جسم انسانی میں پانی اور سیال مہیا کرتے ہیں (۵) آکاش کے اجزا۔ جو کہ حس اور لطیف حرکات کا موجب بنتے ہیں۔ موجودہ سائنس کے لحاظ سے پرتھوی کے اجزا کو "نائیٹروجن کمپونڈس" (Nitrogen Compounds) تیجس اجزا کو "ہائیڈرو کاربنس" (Hydro carbons) وایو اجزا کو "کاربو ہائیڈریٹس" (Corbo Hydrates) اور آپ اجزا کو "واٹری پارٹس" (watery parts) کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً گوشت زیادہ تر پرتھوی کے اجزا کا بنا ہوا ہے۔ مکھن پرتھوی اور آپ اجزا کا۔ ہڈیاں پرتھوی۔ وایو اور تیجس اجزا کی بنی ہوئی ہیں +

غذا میں تبدیلیاں

غذا کی نالی یعنی "ایلی منٹری کینال" (Alimentary canal) کو "مہا سروتس" کہا گیا ہے۔ غذا منہ سے پران وایو یعنی "بائیو موٹر فورس" (bio motor forces) کے ذریعہ معدے میں پہنچتی ہے۔ معدے یعنی "آماشیہ" میں غذا میں کئی رس وغیرہ مل جاتے ہیں۔ پہلے اسمیں ایک سیال جسے "پھینی بھوتم کپھم" کہتے ہیں ملتا ہے۔ پھر اسمیں ایک تیزابی سا سیال ملتا ہے۔ پھر غذا پر سمان وایو اثر کرنا شروع کرتی ہے جس کے ذریعہ تبدیل شدہ غذا گرھنی نادی کے راستے پکّا شیہ یعنی "ڈی او ڈی نم" (Duodenum) میں چلی جاتی ہے۔ وہاں سے یہ چھوٹی انتڑیوں یعنی "آم پکو اشیہ" میں جاتی ہے۔ یہاں غذا پر پت یعنی بائیل (Bile) اثر کرتا ہے۔ اور غذا کو چائیل یعنی رس

میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پت کا مزا کڑوا ہوتا ہے۔ رس میں تمام غذائی اجزا تبدیل شدہ شکل میں موجود ہوتے ہیں ؞

رس کا لطیف حصہ یعنی حل ہونیوالے اجزاء چھوٹی انتڑیوں سے سمان وایو کے ذریعہ ایک نالی کے راستے دلمیں جاتے ہیں۔ پھر جگر اور تلی میں پہنچتے ہیں۔ جگر میں پت کا رنگین حصہ تجس اجزا پر اثر کرتا ہے۔ اور ان اجزا کا سرخ رنگ بنا دیتا ہے۔ یعنی انہیں خون میں تبدیل کر دیتا ہے لیکن غذا کا باقی حصہ ویان وایو کے ذریعہ تمام جسم میں دورہ کرتا رہتا ہے ؞

خون میں حل شدہ غذا سے اندرونی اعضا اور گوشت بنتا ہے۔ کئی اجزا حرارت کے اثر سے چربی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ انہیں سے ہڈیاں بنتی ہیں۔ نہایت ہی لطیف اجزا سے ہڈیوں کا اندرونی نرم گودہ بنتا ہے۔ یہ نرم گودہ حرارت کے اثر سے ویرج میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو کہ جسم کے نچلے حصوں میں دو نالیوں کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ یہ ویرج پھر خون میں حل ہو کر دلمیں پہنچتا ہے اور خون کے ساتھ دورہ کرتا ہوا سارے جسم کی حفاظت کرتا ہے ؞

موجودہ ڈاکٹر ویرج کے دوبارہ خون میں حل ہونے یا نہ ہونے پر مختلف الرائے ہیں۔ غذا کی تبدیلیاں موجودہ تحقیقات کے مطابق ہیں ؞

اندرونی حرکات جو ہماری قوتِ ارادی کے زیر اثر نہیں ہیں۔ یعنی "بائیو موٹر موومنٹس" (Bio Motor movements)

انچاس وایو

چرک میں لکھا ہے " وایو وہ ہے جو جسمانی مشین کو چلاتی ہے۔ یہی حرکت پیدا کرتی ہے تمام اعضا۔ حواس اور من اسی کے ذریعہ حرکت کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ" یعنی وایو سے مراد بائیو موٹر فورس (Bio Motor force) ہے ؞

کئی مصنفوں نے انچاس عدد وایو لکھی ہیں۔ لیکن مشہور دس ہیں:۔

(۱) پران وایو۔ جس سے آلہ نطق۔ سانس لینے والے اعضا اور کھانسی وغیرہ میں کام آنے والے عضلے حرکت میں لائے جاتے ہیں ؞

(۲) اپان وایو۔ جس کی مدد سے جسم سے فضلہ باہر نکلتا ہے۔ پاخانہ پیشاب پسینہ وغیرہ ؞

(۳) ویان وایو۔ اسکی مدد سے عضلے۔ رباط اور وتر پھیلتے اور سکڑتے ہیں ؞

(۴) سمان وایو۔ یہ وہ حرکت ہے جو حرارت عزیزی کے ساتھ مل کر غذا میں تبدیلیاں پیدا

کرتی ہے۔ اور جیو انی زندگی کو قائم رکھتی ہے۔ یہ رس۔ خون اور جسم میں حرکت کرنے والے دیگر سیالوں کی حرکت کا باعث بنتی ہے۔

(۵) اُدان وایو۔ یہ جسم کو سیدھا رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

(۶) ناگ وایو۔ یہ وُہ حرکت ہے جس سے خود بخود قے آنے لگتی ہے۔ یا دست لگجاتے ہیں۔

(۷) اکرم وایو۔ اس کی مدد سے آنکھوں کا جھپکنا وغیرہ ظہور میں آتا ہے۔

(۸) اکرکر وایو۔ اسکی مدد سے بھوک اور پیاس پیدا ہوتی ہے۔

(۹) دیودت وایو۔ اس سے انگڑائیاں آتی ہیں۔ اور انسان اُونگھنے لگتا ہے۔

(۱۰) دھننجیہ وایو۔ اس سے بیہوشی میں حرکات وغیرہ ظہور میں آتی ہیں۔

وایو کا ذکر اور حال سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یوگ کے کئی مسائل میں انہی کا ذکر آتا ہے۔ اور پرانی طبی کتابوں میں بھی انہی کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً بعض جگہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں عادات سے اپان وایو کمزور ہو جاتی ہے۔ اس کو درست کرنیکے لئے پیٹ کو متحرک کرنا چاہیئے وغیرہ۔

ہمارے جسم میں دو قسم کی حرکات پائی جاتی ہیں (۱) وُہ حرکات جو ہماری قوتِ ارادی کے زیرِ اثر ہوتی ہیں۔ مثلاً چلنا۔ پھرنا۔ ہاتھ پاؤں ہلانا (۲) وُہ جن پر نارمل حالات میں ہماری قوت ارادی کا کوئی بس نہیں ہوتا۔ مثلاً غذا کا معدے میں حرکت کرنا۔ اس کا انتڑیوں میں خود بخود چلے جانا۔ خون کا شریانوں اور وریدوں میں دورہ کرنا۔ جب خون دورہ کرتا ہے تو شریانیں پھیلتی اور سکڑتی ہیں۔ چھوٹی انتڑیاں غذا کو آگے دھکیلتے وقت پھیلتی اور سکڑتی ہیں۔ ان حرکات کو ظہور میں لانیوالی لطیف طاقتوں کو وایو کہا گیا ہے۔ بعض لوگ ان حرکات کو ہی وایو کا نام دیتے ہیں۔ وُہ بھی زیادہ غلط نہیں ہے صرف ایک کثیف نام ہے۔

اب اگر کسی جگہ لکھا ہو کہ فلاں شخص کی اپان وایو کمزور ہے۔ تو ہم جھٹ سمجھ جائیں گے کہ اس کی انتڑیاں درست طور پر پھیلتی اور سکڑتی نہیں ہیں۔ اس لئے اسے چاہئے۔ کہ پیٹ کو اندر کھینچے اور باہر پھلائے۔ تاکہ اسکی انتڑیوں کی پھیلنے اور سکڑنے کی مشق ہو جائے۔

اشارے کے طور پر یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ ہٹھ یوگ کی مشقوں سے ان حرکات پر ہم قابو پا سکتے ہیں۔ اور انہیں اپنی حسب مرضی استعمال میں لا سکتے ہیں (دیکھو مستانہ جوگی کا یوگ درشن)۔

پودوں کی زندگی کے حالات

پودوں کی جماعت بندی

(۱) برکش - ان کو پھل لگتے ہیں - اور ان کے تنے بڑے قد آور ہوتے ہیں۔

(۲) کشوپ - یعنی وہ پودے جن کو پھول اور پھل لگتے ہیں۔

(۳) لتا - یعنی بیلیں جو زمین پر پھیلتی ہیں یا دوسرے درختوں پر چڑھ جاتی ہیں۔

(۴) اوشدھی - ایسے پودے جو پھل لگنے کے بعد سوکھ جاتے ہیں - ان میں پیاز لہسن اور دیگر جملہ اقسام کے اسی قسم کے پودے شامل ہیں۔

(۵) ترن - گھاس وغیرہ - ان کی خاص خوبی یہ ہے کہ ان کے تنوں پر گانٹھیں ہوتی ہیں - اس جماعت میں گھاس اور بانس اور گیہوں وغیرہ شامل ہیں - کاہی اور پھن وغیرہ بھی اسی جماعت میں شامل ہیں۔

(۶) ترن درم یعنی کھجور کی قسم کے درخت - ناریل - کھجور وغیرہ۔

اکاس بیل اور دیگر ایسے پودے جن کی جڑیں نہیں ہوتیں - وہ 'لتا' کی جماعت میں آجاتے ہیں۔

بڑ کی داڑھی کی قسم کی جڑوں کا نام 'اوروھا' رکھا گیا ہے - بعض مصنفوں نے ایک علیحدہ جماعت بنس پتی بنا رکھی ہے جس میں وہ ایسے درختوں یا پودوں کو شامل کرتے ہیں - جنہیں بغیر پھول لگنے کے ہی پھل لگ جاتے ہیں - مثلاً پلکش اور اودم ور وغیرہ۔

پرانے سائنسدان اُن درختوں کو جنہیں غیر مکمل پھول لگتے تھے - بلا پھول ہی خیال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ بنسپتی کے زیر عنوان انہوں نے ایسے درختوں کا ہی ذکر کیا ہے - اوشدھیوں میں ایک ایسی جماعت بھی مذکور ہے - جسے پاک نشٹھ اوشدھی کا نام دیا گیا ہے - یہ وہ اوشدھیاں ہیں جو جوان ہونیکے بعد خشک ہو جاتی ہیں - مثلاً کاہی - پھن - اور پلو یعنی پانی کی سطح پر تیرنے والے پودے

نباتاتی زندگی کی خصوصیات - ایک بودھ عالم نے ذکر کیا ہے کہ رات کے وقت تمام پودوں اور درختوں کے پتے بند ہو جاتے ہیں اور وہ سو جاتے ہیں - اسکے علاوہ ایک اور کتاب میں پودوں کی زندگی - موت - نیند - جاگتے رہنے کی بیماری کی بابت مذکور ہے - نیز درج ہے کہ

پودوں پر جسم انسانی کی طرح دوائیوں کا اثر ہوتا ہے - اور پودے جس چیز کو اپنے موافق خیال کرتے ہیں - اس کی طرف حرکت کرتے ہیں - جسے اپنے مخالف جانتے ہیں - اس سے دور چلے جاتے ہیں ٭

"شد رش شجیہ" میں درج ہے کہ (۱) پودوں پر بچپن - جوانی اور بڑھاپا آتا ہے (۲) ان میں باقاعدہ نشو و نما ہوتی ہے (۳) ان میں مختلف اقسام کی حرکتیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً سونا جاگنا - چھونے سے کھلنا یا بند ہونا - کبھی سہارا دینے والی چیز کی طرف حرکت کرنا وغیرہ (۴) جب زخم ہو جائے - یا اندرونی نازک اعضا کاٹ دیئے جائیں - تو ان کا سوکھ جانا - یعنی مر جانا - (۵) زمین کی ماہیت کے مطابق خوراک جذب کرنا (۶) حسب حال غذا سے بڑھنا اور نشو و نما پانا اور غیر موافق غذا سے ترقی میں رک جانا (۷) بیماریوں کا پیدا ہو جانا (۸) دوائیوں کے استعمال سے بیماریوں اور زخموں کا درست ہو جانا (۹) جس طرح حیوانی جسم میں رس یعنی چایل (Chyle) ہوتا پایا جاتا ہے - اسی طرح پودوں میں روح زندگی یعنی سیپ (Sap) پایا جاتا ہے - اسکی عدم موجودگی میں پودوں کا خشک ہو جانا (۱۰) خاص خاص قسم کی غذائیں پودوں کی ترقی کو اور پھول اور پھل پیدا کرنے کی طاقت کو بڑھا دیتی ہیں - ایسے درخت جنہیں پھول نہ لگتے ہوں - مناسب غذاؤں سے انہیں بھی پھول لگنے شروع ہو جانا - وغیرہ وغیرہ ٭

کئی شاستروں میں یہ بھی درج ہے کہ پودوں کو اگر زخمی کر دیا جائے - تو قدرتی طور پر مقام ماؤف پر نئے حصے پیدا ہونے لگتے ہیں اور زخم یا کاٹا ہوا حصہ خود بخود درست ہو جاتا ہے - کئی شاستروں میں سونے اور جاگنے والے پودوں اور ہاتھ لگانے سے سکڑنے یا پھیلنے والے پودوں کی فہرستیں بھی دی گئی ہیں ٭

تذکیر و تانیث

پرانی کتابوں میں پودوں کے مذکر اور مونث ہونے پر بہت کم بحث کی گئی ہے لیکن تحقیقات سے اسکے کچھ نہ کچھ حوالے ضرور ملتے ہیں - جو کہ کو درست نہیں ہیں - لیکن یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پودوں میں مذکر و مونث کی موجودگی کو پرانے لوگ مانتے تھے - چرک میں پھولوں کے رنگوں اور پھلوں سے مذکر یا مونث ہونے کا پتہ لگانے کے طریقے درج ہیں - یعنی وہ پودے جنہیں سرخ یا زرد پھول لگیں اور پھل نہایت چھوٹے چھوٹے ہوں - وہ مونث ہوتے ہیں - جن کے پھل بڑے بڑے ہوں اور پھول سفید ہوں وہ مذکر ہوتے ہیں - چرک کے زمانے کے بعد کی تصنیف شدہ

کتابوں میں درج ہے۔ کہ تنے اور پھولوں کی سختی اور نزاکت پر تذکیر و تانیث کا انحصار ہے
ہندو شاستروں میں درج ہے کہ پودوں میں محسوس کرنیکی طاقت موجود ہے۔ وہ
خوشی اور غمی کا احساس رکھتے ہیں لیکن ان کی یہ طاقت بہت ہی کمزور ہوتی ہے۔ کئی پرانے
مصنفوں نے تو پودوں میں بھی انسان اور حیوان کی طرح روح کا موجود ہونا مانا ہے۔ جب
یہہ مان لیا گیا۔ کہ پودوں میں روح موجود ہے خواہ وہ دوامی طور پر موجود ہو یا عارضی طور پر۔ تو
بلا شبہ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ حیوانی اور نباتاتی زندگی کے بہت سے صفات یکساں ہیں
صفات کی ترقی کے درجے میں ضرور فرق ہونا چاہیئے۔ یہ ضروری امر ہے۔ کیونکہ انسان مدت
مدید سے ترقی کرتا ہوا اس درجہ پر پہنچا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کے احساس اور قوتیں تمام مخلوق خدا سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ حیوانوں
کی محسوس کرنیکی طاقت اور سوچنے کی قوت انسان سے کم ہے۔ جُوں جُوں ہم نچلے درجے کے
حیوانوں کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ تو ان کے دماغ اور سوچنے کی طاقت کو نہایت کم پاتے ہیں ۔

حیوانوں سے نچلا درجہ درختوں۔ پودوں اور نباتات کا ہے۔ موجودہ زمانے کی تحقیقات نے
یہ ثابت کر دیا ہے کہ پودے سوچتے ہیں۔ ان کا بھی دماغ ہے۔ اُن کے جسم میں دل حرکت کرتا ہے
اور خون دَورہ کرتا ہے۔ جسے انگریزی میں سیپ (ج ر س) اور سنسکرت میں رجیسا کہ اوپر
بیان کیا گیا ہے ۔ "رس" کہتے ہیں ۔

موجودہ تحقیقات کا بیج (جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہو گیا ہوگا) ہندوؤں کے پرانے
گرنتھوں میں موجود ہے لیکن وہ النکاروں اور قصے کہانیوں کی شکل میں اسطرح پنہاں ہے
کہ عام آدمی تو انہیں قصے ہی سمجھتے ہیں۔ سمجھ دار انہیں لچر افسانے خیال کرتے ہیں۔ جب لائق اور
نکتہ سنج اُن سے ایما حاصل کر کے تحقیقات میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تو آخرکار ضرور کچھ نہ کچھ نئی بات
نکال کر دُنیا کے سامنے رکھدیتے ہیں۔ اور لوگوں کو حیران کر دیتے ہیں۔ ہندو گرنتھوں سے محبت
کرنیوالوں کو لازم ہے کہ اپنے دماغ کے اندر کسی خاص بات یا نکتے یا سائنس کی لڑیاں پیدا کریں۔
اور جب پُرانے گرنتھوں کو پڑھتے پڑھتے انہیں کہیں کوئی اُن کے مضمون کے متعلق اشارہ ملے
تو محض یا وہ گوئی سمجھ کر ترک نہ کر دیں۔ بلکہ اسپر تحقیقات کریں ۔

اگر ایسا ہوتا۔ تو آج سے کئی صدیاں پہلے دُنیا کے سامنے پودوں کے متعلق وہ حالات موجود
ہوتے جنہیں آج پیش کیا جا رہا ہے ۔

بچوں میں والدین کے اوصاف اور انکی
جسمانی بناوٹ

والدین کے کیا کیا خواص بچے میں بطور وراثت موجود رہتے ہیں۔ کس طرح بچے میں یہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیوں بچہ اسی قسم کا ہوتا ہے جسطرح اس کے والدین ہوتے ہیں وغیرہ۔ ایسے بہت سے سوال برہمن گرنتھوں میں موجود ہیں۔

ان سوالوں کا جواب بھی دیا گیا ہے لکھا ہے کہ جس طرح آم کے پھول میں گٹھلی۔ ریشے۔ رس اور چھلکا موجود ہوتا ہے۔ جب پھول سے پھل بن جاتا ہے تو تمام اجزا نمایاں صورت اختیار کر لیتے ہیں پھول میں یہ اس قدر لطیف لطیف حالت میں ہوتے ہیں کہ ان کا پہچاننا از حد مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانی بیرج میں جسم کے تمام اجزا نہایت لطیف حالت میں موجود ہوتے ہیں۔ لیکن کئی شاستر کار اس نقطۂ نگاہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر یہ درست ہو۔ تو کیوں بچوں کے جسم میں ماں یا باپ کے تمام جسمانی نقائص۔ اندھا پن یا ثقل سماعت۔ لکنت۔ لنگڑا پن وغیرہ۔ یا ہڈیوں کا ٹیڑھا اور بدشکل ہونا وغیرہ موجود نہیں ہوتے؟

جس کا جواب پرانی کتابوں میں یوں دیا گیا ہے کہ انسانی بیرج میں تمام جسم انسانی کے اجزا موجود ہوتے ہیں لیکن جسم کے تمام اعضا نشوونما شدہ حالت میں اور ان خوبیوں کو لیے ہوئے جو اعضا میں بعد میں پیدا ہو گئی ہیں نہیں موجود ہوتے۔ بیج میں "جرم پلازم" (Germ plasm) میں تمام اعضا لطیف حالت میں موجود ہوتے ہیں نہ کہ اس حالت میں جیسی کہ والدین کے نشوونما شدہ اعضا کی ہے۔ اسلئے والدین کی حاصل کی ہوئی خوبیوں یا نقصوں یا بے ترتیبیوں کا بیرج میں موجود ہونا لازمی امر نہیں ہے۔

یہ ممکن ہے کہ باپ کے جسمانی نقص کا کوئی جزو اس کے بیرج میں موجود ہو۔ یہ بات صرف اچانک ہو سکتی ہے اس حالت میں بچے کا وہی عضو کمزور یا ناقص ہو گا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ بیرج میں والدین کے تمام جسمانی نقص موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ والدین کے کئی نقص ہمارے جسم میں بطور وراثت موجود ہوتے ہیں اور کئی نہیں ہوتے۔

انسانی بیرج میں موجودہ جرم پلازم پر گو خراب غذا وغیرہ کا اثر ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن زیادہ

زور اسی بات پر دیا گیا ہے۔ کہ جرم پلازم میں جسم انسانی کے نقائص کا موجود ہونا یا نہ ہونا اچانک بات ہے۔ ہاں ایک کنجی ہمیں دیگئی ہے۔ کہ ہم یوگ کے طریقوں سے اور قوت ارادی کے زور سے اپنے جرم پلازم پر قابو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا نقطہ ہے جسپر ابھی بہت سی تحقیقات کی ضرورت ہے اور اسپر کوئی معین رائے دینا قبل از وقت ہے ۔

بیرج میں لڑکا یا لڑکی پیدا کرنے کی خاصیت کی موجودہ زمانے میں بہت سی تحقیقات ہو رہی ہے پرانی کتابوں میں دن مقرر کئے گئے ہیں کہ فلاں دن بیرج میں مذکر اور فلاں دن مونث بچہ پیدا کرنے کی خاصیت موجود ہوتی ہے۔ آجتک سائنس نے اس امر کا کوئی حل پیش نہیں کیا۔ کہ یہ کیا بات ہے ؟

محققوں کو لازم ہے اسے بھی تحقیقات میں لائیں۔ اور پبلک کو نتائج سے آگاہ کریں ۔

ہندوؤں میں بے تار برقی

(دماغ اور آنکھ کی لہروں کے ذریعہ پیغام پہنچائے جاتے تھے)
ایک اٹالین کی تحقیقات کے ثبوت

حال میں اٹلی کی میلان یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے لیبوریٹری میں تجربات کئے ہیں۔ ان کے مطابق وہ ایک نتیجہ پر پہنچا ہے۔ اس بارہ میں اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ہم ایک ایجاد سے دوچار ہونے والے ہیں جسکی بدولت ہمیں ایک ذریعہ ہاتھ لگ جائیگا۔ اور اس ذریعہ کی مدد سے ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ "وائرلیس" یعنی بے تار برقی کے طریق میں بات چیت کر سکیں گے جس تک ہم اپنے دماغ کی برقی لہر پہنچا دینگے ؟

ہندو طریقہ سے مشابہت

اہم نتیجہ قابل غور ہے۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم کرنا چاہئے۔ کہ وہ ہندوؤں کے اس طریقہ سے کہاں تک ملتا جلتا ہے جو انسانی دماغ کے امکانات اور نیز انسان کے نظام جسمانی کے ہر عضو کے امکان سے تعلق رکھتا ہے۔ میرا مقصد دراصل ان کاموں سے ہے۔ جو انسان کا دماغ اور دیگر اعضا انجام دے سکتے ہیں۔ مجھ سے بہتر دماغ والے شاید بہتر جواب دیں۔ لیکن اس بارہ میں میرے دماغ سے جو خیال بعد

دو چار ہوئے ہیں۔ وہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

آنکھوں سے خارج ہونے والی شعاعیں

پروفیسر مذکور کو اِس امر واقعہ کے باعث تحقیقات میں مشغول ہونا پڑا۔ کہ کچھ عرصہ ہوا۔ کہ سائنس کے ذریعہ ایک بات کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ انسان کی آنکھوں سے ایسی شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔ جن کی واقعی پیمائش ہو سکتی ہے۔ اِسی حقیقت پر پروفیسر نے اپنی تحقیقات کی بنیاد ڈالی۔ اگر انسان کی آنکھ اِس قسم کی شعاعیں خارج کر سکتی ہے۔ تو کیا انسان شعاعوں کی لمبائی اور طاقت میں اضافہ نہیں کر سکتا بشرطیکہ ان کو مناسب طور سے ایک طریقہ میں لایا جائے۔ اور کیا اس طاقت کو کامیابی کے ساتھ ایسے طاقتور ذریعہ کے طور پر کام میں نہیں لایا جا سکتا جس سے نیک و بد اثرات ڈالے جائیں۔ اور ان اثرات سے حیرت انگیز باتوں کا ظہور ہوا۔

یوگی کی آنکھ کے کرشمے

پروفیسر مذکور کی تحقیقات کے مطابق کیا ہم ان بیشمار داستانوں کو یقینی اور درست نہیں مان سکتے۔ جو ہندو شاستروں اور پرانوں میں اور عام ہندوؤں کی روایات میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں کسی یوگی یا جادوگر کی آنکھ کے کرشمے بیان کئے گئے ہیں۔ برعکس اِس کے ہم مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ اگرچہ اِن کرشموں میں بعد والے زمانہ میں بہت کچھ وہم و تعصب کو دخل حاصل ہو گیا تھا لیکن ابتدا میں اُن کی بنیاد سائنس پر ڈالی گئی تھی۔ اِسلئے اب اُن سے وہم و تعصب کو خارج کر کے شاستروں پر عمل کرنا چاہیئے۔

سادھن کا طریقہ

قدیم زمانہ میں ہندوؤں میں دستور تھا۔ کہ یوگی اپنی طاقتوں کو قابو میں لانیکے لئے سنسان مقامات میں گیان دھیان کا سادھن کرتے تھے۔ اور اِس طور سے اُن کے جسم کے مختلف اعضا خصوصاً دماغ اور نگاہوں میں ایک شکتی پیدا ہو جاتی تھی۔ جو برقی لہروں کی شکل میں خارج ہو کر لوگوں پر اثر کرتی تھی۔ اور اِس طور سے حیرت انگیز نتائج ظہور میں آتے تھے۔ وہ ایک مقام میں بیٹھے ہوئے دوسرے مقام کے حالات معلوم کر لیتے تھے جس طرح کہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ قدیم ہندوؤں میں وائرلیس کا ایک طریقہ تھا۔ جسکی موجودہ سائنس کے اصولوں سے تصدیق ہو سکتی ہے۔

اٹالین پروفیسر کے تجربات اور اُن کے نتائج سے یہ بات ثابت کرنیں بڑی مدد ملیگی کہ ہندوؤں میں دماغی وائرلیس کا طریقہ رائج تھا۔ مغرب میں وائرلیس کا جو مادی طریقہ پایا جاتا ہے۔ اسی دماغی وائرلیس کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

بوان یعنی ہوائی جہاز

مہا راجہ رام چندر کا لنکا سے اجودھیا تک ہوائی جہاز کا سفر ایک پرواز میں
ہندوستانی رشی ہائیڈروجن اور آکسیجن گیسوں سے واقف تھے

یورپ نے فن جہاز رانی میں حال ہی میں جو کمال پیدا کیا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ راستے میں کہیں ٹھہرے بغیر نیویارک سے پیرس تک طویل پرواز میں اس فن کے ماہر کامیاب ہوئے ہیں۔ اُنہیں فخر ہے کہ اس قدر طویل پرواز اُنہوں نے ہی فن پرواز کی تاریخ میں پہلی بار کیا ہے۔ عصر جدید میں اُن کا یہ دعوٰی بیشک ٹھیک ہے لیکن اس امر کے ثبوت موجود ہیں کہ اس سے لاکھوں سال پہلے مہاراجہ رام چندر لنکا سے اجودھیا تک کا طویل و مسلسل سفر کرنے کا فخر حاصل کر چکے ہیں۔

چنانچہ رامائن میں جو یونان کی تاریخ سے نہایت پُرانی تاریخ ہے آتا ہے کہ مہاراجہ رام چندر نے لنکا سے اجودھیا تک کا سفر پانچ دن کے متواتر پرواز میں طے کیا تھا۔ اِن کے ہوائی جہاز کا نام پُشپک بمان تھا۔ رامائن میں صرف پرواز کا ہی ذکر نہیں۔ بلکہ پرواز کی تیاری اور خود بمان کا بھی مفصل حال موجود ہے۔

پھر اِس پرواز کا مزید ثبوت اِس امر سے ملتا ہے کہ اِس مشہور تاریخی کتاب میں ان شہروں اور علاقوں کے نظاروں کا ورنن ہے جو راستے میں آئے تھے۔

زمانہ قدیم میں ہندوستان فن جہاز رانی سے واقف تھا۔ اِس سے مزید روشنی ووِمن آر کُنتُور کے مضمون سے پڑتی ہے جو آپنے امریکن کیمیکل سوسائٹی کے جلسہ میں پڑھا۔

مغربی سائنس میں ہائیڈروجن اور آکسیجن کی دریافت کا کریڈٹ کیونڈش اور پریسٹلی کو دیا جاتا ہے لیکن مسٹر کُنتُو نے بتایا۔ کہ یہ دونوں گیس اس سے پہلے ہندوستان کے رشیوں کو معلوم تھیں اور علم کیمسٹری کی ایجاد آریوں نے ہی کی تھی۔

مسٹر کُنتُور کو ان باتوں کا علم کیسے ہوا۔ اس کے متعلق ان کا بیان ہے۔ کہ کیمسٹری کے متعلق کھوج کرتے ہوئے اسے چار صفحہ کی ایک سنسکرت پُستک ملی۔ جو ۵۵۰ء کی تصنیف تھی۔ اس میں اگست مُنی کے مضامین تھے۔ یہ صفحات مسٹر وزے کو ایک ہندوستانی راجہ کی لائبریری سے ۱۹۲۴ء میں ملے تھے۔

اگست منی کا ذکر ہندوستان کی ان پُرانی تصانیف میں ملتا ہے۔ جو دو ہزار قبل مسیح کی تصنیف ہیں۔ اِس لئے یہ مسودہ جو اگست سنگھتا کے نام سے پرسدھ ہے۔ اگر مصدقہ ہے۔ تو بہت پرانا نسخہ ہے مسٹر کو کنتور کو اس مسودہ کے ملنے پر بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس نے سُن رکھا تھا۔ کہ قدیم تصانیف میں یہ ذکر پایا جاتا ہے۔ کہ اگست منی ہائیڈروجن اور آکسیجن کے دریافت کنندہ ہیں +

اِس مسودہ میں ہائیڈروجن اور آکسیجن کا ذکر صرف بیلونوں کی ساخت کے سلسلہ میں آتا ہے اِس پہ ٹھیک ہے کہ اگست منی ان گیسوں کے ان ناموں سے واقف نہ تھے۔ لیکن ان کے جو نام اگست منی نے رکھے وُہ موجودہ ناموں سے زیادہ مشرح ہیں۔ اگست منی نے ہائیڈروجن کو اس کے ہلکا ہونے کی وجہ سے " اُوپر کی طرف رُخ والی گیس" کا نام دیا ہے۔ اور آکسیجن کو پران آدھارکا۔ اِس لئے کہ وُہ زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اگست منی نے ان کے لئے گیس کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اُنہیں وایو کا نام دیا ہے۔ اگست منی کے اِس مسودہ میں برقی بیٹری کا ورنن بھی ملتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ تانبہ کی ایک صاف پلیٹ ایک مٹی کے برتن میں رکھو۔ پھر اس کو پہلے کاپر سلفیٹ سے ڈھانپو۔ اور پھر لکڑی کا گیلا بُرادہ ڈالو۔ اور بُرادہ کے اُوپر پارہ یا سیسہ ڈالو۔ اس سے مترا اور ورن کے دوتیہ نام سے روشنی یا بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اِس سے پانی کو ہائیڈروجن اور اوکسیجن دونوں گیسوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے +

پھر اگست منی لکھتا ہے:" جب ہائیڈروجن کسی محفوظ تھیلی میں بھر دی جائے۔ اور تھیلی کا سرا کسی رسی کے ساتھ مضبوط کس کر باندھ دیا جائے۔ تو ہائیڈروجن ہلکا ہونے کی خاصیت کی وجہ سے اُسے اُوپر کو لے اُڑیگی۔ پھر اسمیں ایر پروف تھیلی بنانے کا بھی ذکر آتا ہے۔ وُہ اس طرح کہ ایک ریشمی تھیلی کو ایک درخت کی چھال میں جس سے دُودھ سا سفید رس نکلتا ہے رغالبا ربڑ ہوگا) ڈبویا جائے۔ اور اس سے خشک ہو جانے پر پھر دوسرے درخت کی چھال کے رس میں بھگویا جائے۔ پھر خشک کر کے اس پر موم لگایا جائے اور بعد ازاں ایک قسم کا گڑ اور چونہ کا مرکب اس پر لگایا جائے +

پراچین ساہتیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسوی زمانہ سے پہلے کے ہندوستانی پانی اور ہوا کے متعلق پورا علم رکھتے تھے۔ اور جانتے تھے۔ کہ ہوا اور پانی دراصل ایک ہی چیز ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پانی میں اسکی سطح پر تیرتا ہوتا ہے اور ہوا میں اسکے اندر اُڑتا ہوتا ہے۔ ۵۰۰ سال قبل از مسیح کے ایک مسودہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندوستانی یہ بھی جانتے تھے۔ کہ ہوا میں اور پانی پر کی لہروں سے کس طرح کام لینا چاہیئے۔ غرضیکہ بمان (ہوائی جہاز) سازی سے قدیم ہندوستانی پورے آگاہ تھے +

زہر کا پیالہ لبالب حق پرستوں کیلئے

جامِ عشرت ہے جہیّا چیرہ دستوں کے لئے
زہر کا پیالہ لبالب حق پرستوں کے لئے

حامیانِ رحم و ہمدردی کی خاطر کلفتیں
راحتیں جور و ستم کے سرپرستوں کے لئے

جیّا بیباک شہدوں کیلئے دُنیا کے سُکھ
سوزِ رگ کے وعدے شریفوں دلشکستوں کیلئے

فارغ البالی توانا ظالموں کے واسطے
تنگدستی مُفلسی مظلوم پستوں کے لئے

بندگانِ صبر و طاعت کے لئے فاقہ کشی
ناز و نعمت سرکشوں دولت پرستوں کے لئے

بدخصائل اہلِ ثروت کیلئے قصر و محل
جھونپڑے ٹوٹے۔ نکو دل تنگدستوں کیلئے

اہلِ صدق و زہد کی خاطر دریدہ گدڑیاں
پوششِ زردوز رنگیں خود پرستوں کیلئے

بدخصالوں غاصبوں کیواسطے پھولوں کے ہار
طوقِ آہن۔ نیک بندوں فاقہ مستوں کے لئے

جابروں کیواسطے ہے محفلِ رقص و سرود
کوتوالی بیکسوں اور زیردستوں کے لئے

خادمِ قوم و وطن کے بیٹھنے کو بوریا
گدیاں مخمل کی دُشٹوں کی نشستوں کیلئے

کاذبوں کے واسطے میدانِ عالم ہے فراخ
تنگ ہے یہ طالبانِ حق کے مستوں کیلئے

حق پرستوں کیلئے ہے جیل اور پھانسی فلک
اور تخت و تاج ہے باطل پرستوں کے لئے

لالہ ہیمراج فلک

ہماری زندگی پر اُمید کے اثرات

جو شخص اپنی بساط سے بڑھکر اُمیدیں باندھتا ہے۔ لوگ اس کو بیوقوف سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہوا میں محل تعمیر کر رہا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اُمیدیں انسان کے لئے نہایت حیات بخش ہیں۔ اگر انسان ایسا نہ کرے تو اس کی عمر نیست مختصر ہو جائے۔ اور یہ جو تم دُنیا میں نشاط کاری چہل پہل دیکھتے ہو سب مٹ جائے۔ اور اسکی جگہ ایک عالمگیر مایوسی اور افسردگی طاری ہو جائے۔

انسان اپنی زندگی کی ہر صبح کا آغاز کسی عمل سے کرتا ہے۔ اس عمل میں اس کا جوش و نشاط مختلف اعتبارات سے بالکل مختلف درجوں کا ہوتا ہے۔ اگر وہ ایک اسلوب پر اپنے کام میں برابر منہمک رہے اور اُمید کو کبھی اس مستمر انہماک میں مداخلت کی اجازت نہ دے تو اس کا یہ انہماک اس کے لئے ہی کا جنجال بن جائیگا۔ وہ تھک جائیگا۔ ہار جائیگا۔ بے ذوق ہو جائیگا۔ لیکن اگر کبھی کبھی اُمید حصول ہر یا ناممکن۔ اسکے انہماک میں مخل ہو جایا کرے۔ تو اس کے جوش کار اور ولولۂ عمل کی رُوح پر کبھی افسردگی غالب ہو گی۔

یہی اُمید ہے جس کو ہم "خواب پریشان" یا "ہوائی محل" کہتے ہیں۔ حالانکہ انسانی زندگی کا "بیت عنکبوت" اسی کے سہارے پر قائم ہے۔

اُمید کی بلند پروازی درحقیقت ایک عقلی ورزش ہے۔ انسان کے نفس پر اس کا وہی اثر پڑتا ہے جو جسم پر جمناسٹک یا دُوسری ورزشوں کھیلوں کا پڑتا ہے۔ اُمید اپنے سبز باغوں میں لیجا کر ہمارے سارے غم غلط کر دیتی ہے ہم تمام رُوحانی کلفتوں سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ نحوست اور بدبختی اپنا سیاہ چہرہ ہم سے چھپا لیتی ہے اور ہم خوش آیند خیالات کے بے پایان عالم میں جمشید و خسرو سے زیادہ با اقبال بن جاتے ہیں۔

فرض کرو۔ ایک غریب خاتون کسی گھر کی خادمہ یا کسی کمپنی میں ملازمہ ہے وہ اتنی قلیل اُجرت پاتی ہے۔ کہ اس سے اسکی روزمرہ ضروریات کا ایک حصہ بھی پورا نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں نتیجہ کیا ہونا چاہیئے؟ یقیناً اسکی گردن فکر اور غم کے ایک پہاڑ کے نیچے دبی رہنی چاہیئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا اگر تم تجسس کرو تو تم کو حیرت ہو گی کہ وہ ہنستی ہے اور اپنے پورے کنبہ کو اپنی مسرتوں میں شریک کرتی ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ ایک خیال نے اسکے دلمیں گھس کر گدگدا دیا ہے۔ وہ خیال کیا ہے؟ وہی "سبز باغ" یا "ہوائی محل" یعنی اُمید۔ باوجودیکہ وہ جانتی ہے یہ محض خیال ہے جو کبھی عمل کی دُنیا میں نہ آئیگا۔ تاہم وہ مسکراتی اور ہنستی ہے۔ کیونکہ اس خیال میں بھی ایک عظیم الشان بشارت اور ناقابل اندازہ تسلی ہے۔

سادہ تر لفظوں میں اس کو یوں سمجھو کہ یہ اُمید کی بلند پروازیاں ایک ریاضت اور ورزش ہے جس نے اس کو روز کے مایوس کن اور تھکا دینے والے کاموں کی تنگنائے سے نکال کر فکر و خیال کی ایک وسیع بہشت میں کھڑا کر دیا ہے۔ وہ اپنی بدبختی اور بدنصیبی بھول گئی ہے وہ خیال کر رہی ہے کہ اسکی تنخواہ پہلے کی نسبت سے سو گنا بڑھ گئی ہے۔ بنک میں اس کا سرمایہ بہت کافی جمع ہو چکا ہے اب وہ اس قابل ہے کہ اعلیٰ سوسائٹیوں کے نہایت اعلیٰ سوٹ زیب تن کرے اور اپنی دولتمندی سے

زور سے بڑی اُونچی گردنوں کو اپنے سامنے سرنگوں کردے یا فرض کرو ایک نوجوان ہے جو کچھ سرمایہ فراہم کرنے کی جدوجہد میں سرگرداں ہے۔ لیکن راہ کی دُشواریوں نے اُسکی کمرِ ہمت توڑ دی ہے۔ اور وُہ افسردہ خاطر ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ دفعتہً اسکے دل میں گدگدی پیدا ہوتی ہے۔ اب وُہ افکار و ہموم کی تاریک گھٹاؤں کے اندر ایک روشنی دیکھنے لگتا ہے۔ وُہ خیال کرتا ہے۔ کہ میں دولتمند ہوں۔ صاحب جاہ ہوں۔ بادشاہ ہوں۔ اُس کو نظر آتا ہے کہ اُسکے تمام حریف اس سے بمراحل دُور ہو گئے۔ اور وُہ ترقی کے میدان میں بہت آگے نکل گیا۔ اس خیال میں وُہ خوش ہوتا ہے اور اُسکی مسرت کے اثر سے اس کا پورا خاندان معمور ہو جاتا ہے۔ اسکی یہ جھوٹی خوشی ہو یا سچی۔ لیکن تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ اس خوشی نے اُسکے مُردہ قالب میں زندگی کی ایک لہر دوڑا دی۔

اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ "اُمید کا سبز باغ" یا ہماری اصطلاح میں "عقلی ورزش" انسان کی زندگی کے لئے نہایت نافع ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے۔ انسان کی عمر بڑھانے میں ایک نہایت مؤثر عامل ہے ہم کو چاہیئے۔ کہ اس ورزش کو اعتدال کے ساتھ قائم رکھیں ہم نے اعتدال کی قید اس لئے لگا دی ہے کہ جس طرح اس ورزش کی تقلیل مُضر ہے اُسی طرح اسکی افراط بھی مُفسد ہے۔ افراط سے یہ ہوتا ہے کہ انسان بالکل نِکما بنکر رہ جاتا ہے اور بجز خیالی پلاؤ پکانے کے اور کسی کام کا نہیں رہتا۔

ہم نے اُوپر جو خیال ظاہر کیا ہے۔ عُلمائے علم النفس رسائیکالوجی) اس کی تائید میں ایک نہایت عجیب دلچسپ واقعہ پیش کرتے ہیں:-

ایک نوجوان خاتون بیمار ہوئی۔ ڈاکٹروں نے اس کو سیاحت کا مشورہ دیا۔ وُہ اپنے باپ کے ساتھ سیاحت کے لئے روانہ ہوئی۔ کسی مقام پر ایک ہوٹل میں قیام ہوا۔ اس ہوٹل میں خاتون کی نظر ایک رعنا نوجوان پر پڑ گئی جس کا مردانہ حُسن قدرت کے اعجاز کا ایک عجیب مظہر تھا۔ چند دن کے بعد خاتون نے اپنے باپ سے چپکے سے کہا کہ وُہ نوجوان اس سے محبت کرتا ہے اور شادی کرنے پر آمادہ ہے لیکن ابھی اس راز کو کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔

باپ کو اس خبر سے نہایت مُسرت ہوئی۔ اور اُس نے اس راز کو مخفی رکھنے کا وعدہ کیا۔ اُس دن سے خاتون کی صحت میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہونے لگی۔ اب وُہ ہر وقت مسرت اور نشاط سے معمور رہتی۔ خوشی خوشی کھانا کھاتی۔ اور دیکھتے دیکھتے اسکی صحت میں اتنی تبدیلی ہو گئی۔ کہ ہڈیوں کا ایک ہیبت ڈھانچہ ایک سرو قدنازنین کا گداز اور بھرا ہوا بدن بن گیا۔ وُہ روز اپنے باپ کے پاس قیمتی تحائف لاتی اور کہتی۔ کہ یہ اُس کے منگیتر نے ہدیہ بھیجا ہے۔ کچھ دن گذرنے کے بعد ایک دن اتفاق سے

اس کا باپ اور وُہ نوجوان کہیں یکجا ہو گئے۔ اس کا باپ نہایت تپاک اور محبت سے نوجوان سے مصافحہ کے لئے بڑھا۔ لیکن نوجوان اس سے بالکل انجان آدمی کی طرح ملا۔ اس پر اُس کو تعجب ہُوا۔ اور اُسنے اپنا تعارف کرایا۔ کہ "جس لڑکی سے آپ عقد کرنا چاہتے ہیں۔ میَں اُس کا باپ ہُوں"۔ "خدا کی قسم میَں نے آپ کی لڑکی کی صُورت بھی نہیں دیکھی اور بات چیت تو درکنار۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں" نوجوان نے جواب دیا۔ نوجوان کا یہ جواب سُن کر وُہ سخت شرمندہ اور اپنی لڑکی سے بدظن ہُوا۔ فوراً ہوٹل میں واپس آیا۔ اور لڑکی سے اِس واقعہ کی حقیقت پُوچھی۔ لڑکی باپ کی زبان سے اِس واقعہ کا ذکر سُنتے ہی زور سے چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔ اس پر غشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش ہُوا تو اُس نے کہا۔ "یہ منگنی کا قصہ بالکل خیالی پلاؤ تھا۔ اسکی کوئی اصل نہیں میں نے یہ شیریں خواب محض اپنی طبیعت بہلانے کے لئے تصنیف کیا تھا۔ اِس خواب کو سچ کرنیکے لئے میں خود قیمتی تحفے اور ہار خریدتی تھی۔ اور خیال کرتی تھی کہ یہ میرے چاہنے والے نے بھیجے ہیں"۔

یہ واقعہ "خیالی پلاؤ" کی عملی کارفرمائیوں پر ایک قاطع حجت ہے۔

اِسی قسم کا واقعہ ایک ڈراما کے ہیرو "روڈلف والنٹینو" سے متعلق ہے۔ اسکی عجیب و غریب سیرت (کیریکٹر) جو ڈراما میں دکھلائی گئی تھی۔ اِس قدر جاذب قلوب ہوئی۔ کہ متعدد عورتیں اس پر عاشق ہو گئیں۔ حالانکہ اِس شخصیت کا وجود محض ڈراما کے عالمِ خیال میں تھا۔ اسکی ایک غائبانہ عاشق خاتُون کے متعلق جب یہ راز کھُل گیا۔ کہ وُہ ہر وقت اسکے عشق میں سرگشتہ رہتی ہے۔ تو اُسکے لئے یہ افشائے راز ناقابلِ تحمّل ہو گیا اور اُس نے خودکشی کر لی۔

کیا اِن واقعات کے بعد بھی تم اِس "خیالی پلاؤ" کے عملی اثرات کی تکذیب کر سکتے ہو؟

نجوم

مستقبل کے حالات جاننے کے لئے سب سے پُرانا طریقہ نجوم کا ہے۔ مندرجہ ذیل قواعد سے ہر شخص کی قسمت صحت اور عادات کا پتہ لگ جاتا ہے۔ جو اُن بارہ ستاروں میں سے جو سُورج کے گرد گردش کرتے ہیں کسی کے زیرِ اثر پیدا ہو۔ جسکی پیدائش کی تاریخ دو ستاروں میں واقع ہو۔ وُہ ان دونوں ستاروں کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔

۱۔ ۱۹ جنوری سے ۲۰ فروری تک۔ کسی درجہ تک علمی قابلیت مستقل ارادہ والا۔ صاف گو۔ خوش مزاج محبت والا۔ کمزور دل۔ خون کی کمی۔ ٹانگوں اور ٹخنوں کی تکلیف کا احتمال۔ بدن کے جوڑ ٹوٹ جانے کا ڈر۔ چھوٹی عمر میں ہی بہن یا بھائی کا مرجانا۔ یہ لوگ بطور حاکم کے اچھے رہتے ہیں۔ عموماً آزاد اور خود مختار ہوتے ہیں۔ عمر کے پہلے حصہ میں غریب لیکن بعد میں امیر۔

۲۔ ۱۹ فروری سے ۲۰ مارچ تک۔ یہ لوگ ترقی کرکے کسی اعلیٰ رتبہ پر پہنچنے کے اہل۔ لیکن بےصبر آرام پسند۔ ذہنی اور تیز مزاج ہوتے ہیں۔ قوت ارادہ زبردست ہوتی ہے۔ لیکن جلد بدل جاتی ہے۔ جوڑوں میں درد اور زکام کی اکثر شکایت۔ چھوت کی بیماریوں کا شکار جلدی ہو جاتے ہیں۔ عموماً ماں باپ کسی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں۔ زندگی میں بہت تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ جسقدر زیادہ سفر کریں۔ اُسی قدر زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

۳۔ ۲۰ مارچ سے ۲۱ اپریل تک۔ یہ لوگ عموماً اچھے مقرر۔ سخی۔ دلیر۔ ہمتی اور مستقل مزاج لیکن کسی حد تک خودغرض۔ حاسد اور تُند خو ہوتے ہیں۔ دوسروں کے کیرکٹر کا اندازہ لگانے میں بھی بڑی غلطی کرتے ہیں۔ ایسی بیماریوں کا ڈر جن کا اثر سر پر ہو۔ مثلاً سر درد وغیرہ۔ اوائل عمر میں چیچک وغیرہ تکلیف دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو فوجی۔ بحری یا قانونی پیشہ سب سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ ۲۰ اپریل سے ۲۰ مئی تک۔ یہ لوگ عام طور پر بڑے ضدی اور ہٹ دھرمی ہوتے ہیں۔ خواہشات بڑی زبردست ہوتی ہیں۔ اپنے کام میں بڑے سخت ہوتے ہیں۔ خانگی معاملات میں بڑے تجربہ کار۔ زندگی میں بہت تبدیلی۔ ایسے لوگوں کو خرید و فروخت میں بڑا نفع ہوتا ہے۔ قانونی کاروائی سے نقصان۔

۵۔ ۲۰ مئی سے ۲۱ جون تک۔ یہ لوگ متزلزل ارادہ والے۔ چالاک اور کسی حد تک بےایمان ہوتے ہیں۔ دوسری صنف کے لوگ انہیں بہت پسند کرتے ہیں۔ دماغی خرابی بوجہ فکر اور تپ دق یا کسی اور بیماری کا اندیشہ جس کا اثر چھاتی پر ہو۔ پوشیدہ محبت اور اسکی وجہ سے مصیبت پیشہ اکثر نوکری۔ شادی سے قسمت میں تبدیلی آجاتی ہے۔

۶۔ ۲۰ جون سے ۲۲ جولائی تک۔ یہ لوگ کم گو۔ تنہائی پسند۔ تلخ مزاج بےصبر اور مطلق العنان ہوتے ہیں۔ غیر لوگوں اور ملکوں میں گزارہ کرسکتے ہیں۔ آنکھوں کی بیماریوں اور ہاتھ پاؤں جھڑ جانے کا اندیشہ۔ گھر اور ماں باپ سے بڑی محبت۔ خرید و فروخت کا کام بہت فائدہ مند۔ یہ لوگ اکثر دور دراز ممالک خاصکر سمندر کا سفر بہت کرتے ہیں۔ سمندر ان کے لئے خطرناک بھی ہے۔

۷ - ۲۱ - جولائی سے ۲۰ - اگست تک - یہ لوگ اپنی قابلیت سے بڑے بڑے عہدوں پر پہنچتے ہیں - صاف گو - طاقت کے خواہاں - قدرتے تلخ مزاج - محبت میں مستقل - خواہشات زبردست - لیکن قابو میں - زندگی میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں - اکثر باپ کسی مصیبت کا باعث ہوتا ہے - زندگی کا رفیق دیکھ بھال کر بنائے - دل کی بیماری اور بدہضمی کا اندیشہ ۔

۸ - ۲۱ - اگست سے ۲۰ ستمبر تک - یہ لوگ اچھے نقاد - اور عاقل ہوتے ہیں - انہیں انصاف کا بڑا خیال ہوتا ہے لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں پر حد سے زیادہ توجہ دیتے ہیں مستقل مزاج لیکن دوسروں کے بہکانے میں آجاتے ہیں - یادداشت اچھی ہوتی ہے - بحث اچھی طرح کر سکتے ہیں - ان لوگوں کے اکثر رشتہ دار غریب ہوتے ہیں - یہ لوگ بطور سیکرٹری - اکاؤنٹنٹ اور منیجر کے اچھے رہتے ہیں - دل کی کمزوری ۔

۹ - ۲۱ - ستمبر سے ۲۲ اکتوبر تک - یہ لوگ ایمان دار - نرم دل - نازک خیال - موجد - لائق لیکن سست اور سبھاؤ کے بڑے اچھے ہوتے ہیں - ارادہ زبردست اور نیک ہوتا ہے - بڑھاپے میں اکثر خانگی مصائب - عموماً چھوٹی عمر میں ہی باپ مر جاتا ہے - عمر کے درمیانی حصہ میں بڑی تبدیلیاں - یہ لوگ عام طور پر ایکٹر آرٹسٹ اور ڈاکٹر ہوتے ہیں جسم میں درد وغیرہ اکثر رہتا ہے ۔

۱۰ - ۲۱ - اکتوبر سے ۲۰ نومبر تک - ان لوگوں کی طبیعت لڑائی جھگڑا اور تباہی کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے - یہ لوگ ہر بات میں اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں - ضدی - لالچی اور مغرور - اکثر نمود کے لئے شادی کرتے ہیں - تجارت میں نفع ۔

۱۱ - ۲۱ - نومبر سے ۲۲ - دسمبر تک - یہ لوگ نیک خو - صاف گو اور بڑے انصاف پسند ہوتے ہیں - علم کے شوقین اور اسی کے ذریعہ ترقی کرتے ہیں - اولاد کم ہی ہوتی ہے - اوائل عمر میں بہت سی مشکلات لیکن بعد میں آرام - اکثر باپ کسی مصیبت کا باعث ہوتا ہے - گنٹھیا اور چھاتی کی بیماریوں کا اندیشہ ۔

۱۲ - ۲۱ دسمبر سے ۲۰ - جنوری تک - ہمتی - عقیل - محنتی اور طاقت کے خواہشمند - غیر لوگوں میں شرماتے ہیں لیکن دوستوں میں خوب بولتے ہیں - مردوں کو اس قسم کی عورتوں اور عورتوں کو اس قسم کے مردوں سے خبردار رہنا چاہئے - گورنمنٹ افسر بڑے اچھے بنتے ہیں لیکن قسمت زیادہ تر زندگی کے ساتھی پر منحصر ہوتی ہے - بڑھاپے میں بہت تبدیلیاں - جوڑ وغیرہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ پاؤں اور ٹخنوں کی تکلیف ۔

دلدل کی روح

بہت سے ناظرین شاید اس امر پر یقین نہ کریں۔ کہ جو مظلوم بیگناہ مارے جاتے ہیں۔ ان کی روح جس حصول انتقام کے لئے مقام واردات کے قرب جوار میں ہی بھٹکتی پھرتی ہے۔ اور وقتاً فوقتاً عوام لوگوں پر اپنی موجودگی کا اظہار کرتی ہے۔ بعض اوقات لوگ ان برگشتہ روحوں کو بھوت پریت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کئی دفعہ پُر اسرار جرائم کا انہی کی بدولت انکشاف ہو چکا ہے۔ انگلستان کے مشہور رسالہ "ورلڈ وائڈ میگزین" میں ایک صاحب اپنا چشمدید واقعہ اس طرح پیش کرتے ہیں۔

۱۸۶۰ء کا ذکر ہے۔ گرمیوں کے موسم میں ہمارا سروے کیمپ ایک غیر آباد جنگل کے کنارے نصب تھا ہمارے کیمپ کے پاس ایک خوشنما جھیل تھی۔ موسم گرما اور تمازت آفتاب کی وجہ سے اس کا پانی خشک ہو گیا تھا۔ تاہم اس میں کچھ دلدل باقی تھی۔ ایک خوشگوار شام کو جبکہ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ ہوا میں قدرتی خنکی تھی۔ میں اپنی آرام کرسی پر جھیل کے کنارے جا بیٹھا۔ میں چپ چاپ بیٹھا قدرت کے نظارے دیکھ رہا تھا۔ کہ آہستہ آہستہ رات کی تاریکی نے اپنا سکہ جمانا شروع کیا۔ مجھے جھیل کے وسط سے ایک دھواں سا اُٹھتا دکھائی دیا۔ یہانتک کہ میری نظر کے سامنے قد آدم بلند ہو گیا۔ اور سڑک کی طرف چلدیا۔

میں نے اس عجیب و غریب منظر کو دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور اپنی کرسی میں سے کود پڑا۔ اور کودتے ہی بے تحاشا اس سائے کے پیچھے ہو لیا۔ تھوڑی دور سڑک پر جانے سے مجھے سوائے چند جھاڑیوں اور دور دراز کے خوفناک جنگلی رستوں کے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ بس نہایت پریشان تھا۔ کہ کیا معاملہ ہے آخر چپ چاپ جا کر اپنے خیمہ میں سو رہا۔

دوسرے دن حسب معمول سارا دن اپنا کام کرتا رہا۔ اور کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کیا۔ تاکہ لوگ مجھے کمزور دل اور وہمی خیال نہ کریں۔ تمام دن گزر گیا۔ پھر شام ہوئی میں دن بھر کا تھکا ماندہ اپنے کیمپ میں بیٹھا۔ اپنے ایک شکاری دوست سے گپیں ہانک رہا تھا۔ اور میرا دوست مجھے اپنے شکار کے عجائبات سنا رہا تھا۔ کہ ہمیں دور سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور چشم زدن میں ایک بوڑھا گاڑیبان ہانپتا ہوا ہمارے پاس آگرا اور جھٹ سنبھل کر کہنے لگا:-

بھائی! میں نے ابھی ابھی ایک بھوت دیکھا۔ لیکن جب اس نے ہمیں طنز" مسکراتے دیکھا تو کہنے

لگا۔ کہ شاید تم مخول سمجھتے ہو۔ نہیں نہیں۔ میں تمہیں ثبوت دے سکتا ہوں کہ وہ بھوت دو میل تک میری گاڑی پر بیٹھا آیا ہے۔ ہم اس کی ہیبت زدہ شکل کو بغور دیکھ رہے تھے۔ کہ اس نے اپنا سلسلہ کلام شروع رکھتے ہوئے کہا۔ تم جانتے ہو کہ یہ راستہ جنگل میں سے چکر کھاتا ہوا پرے ایک میدان میں پہنچتا ہے اور وہاں ایک غیر آباد جھونپڑی بھی ہے۔ جس کو تم نے دیکھا ہوگا۔ آج جب میں اپنی گاڑی لئے وہاں سے آرہا تھا۔ تو جب اس جھونپڑی کے قریب پہنچا۔ تو میرے گھوڑے نے بدکنا شروع کیا۔ آخر میں نے بمشکل ان کو چلایا۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو مجھے ایک لمبا سیاہ نظر پڑا۔ جب میں نے زیادہ غور سے دیکھا۔ تو مجھے ایک عورت سیاہ کپڑوں میں ملبوس اس ویرانہ میں جھونپڑی کے پاس نظر پڑی۔ وہ میرے دیکھتے دیکھتے فوراً میری گاڑی پر آکر بیٹھ گئی۔ پہلے تو میں نے خیال کیا کہ کسی لڑکے کی شرارت ہے مجھے ڈرانا چاہتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ میں ڈر گیا۔ اور میں نے ڈرتے ہوئے چلا کر پوچھا "تم کون ہو کیا چاہتے ہو؟"

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ آخر میں نے منہ موڑ کر اپنے اس عجیب غریب مسافر پر نگاہ ڈالی۔ تو میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ لڑکو! میں قسمیہ کہتا ہوں کہ عمر بھر میں کبھی ایسا نہیں ڈرا۔ اور نہ میں نے کبھی ایسا عجیب منظر دیکھا ہے۔ میں خوف سے تھرا اٹھا۔ حتیٰ کہ ہم اس خشک جھیل کے پاس پہنچ گئے۔ اور مجھے میرے پیچھے کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔

میں نے ڈرتے ڈرتے مڑ کر دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ یہ خوفناک مسافر چپ چاپ گاڑی پر سے اتر گیا۔ اور اس جھیل کی دلدل میں غائب ہو گیا۔ سب سننے والے اس کی یہ کہانی سن کر ہنس پڑے۔ میں بھی دوسروں کے ساتھ ہنس دیا۔ کیونکہ اگر میں بھی اپنی چشم دید کہانی سنا دیتا۔ تو یہ لوگ اور بھی مخول کرتے کہ دو بیوقوف جمع ہو گئے ہیں۔

اسی طرح دو ہفتے کے بعد پھر اسی دو اور مختلف وضع کے آدمی ہمارے کیمپ میں آئے۔ ان میں سے ایک امریکن پادری تھا۔ ایک انگریز سوداگر تھا۔ ان دونوں نے بھی یہی قصہ سنایا۔ آخر باقی ساتھیوں کے دل میں بھی کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ اور ہم نے یک زبان ہو کر فیصلہ کیا۔ کہ ہم اس عجیب غریب بھوت کا پتہ لگائیں گے۔ کیونکہ ہم سب ایک ہی نتیجے کو پہنچے تھے۔ یعنی وہ ہر دفعہ اس جھیل کی دلدل میں غائب ہوتا تھا۔ اور وہ دلدل اب بالکل خشک ہو چکی تھی۔ اس لئے ہم نے جھیل کی تہ کو کھودنا شروع کیا۔ باقی لوگ ہمیں کھودتا دیکھ کر مخول اڑاتے اور ہنستے رہے۔ لیکن ہم نے پرواہ نہ کی اور بدستور اپنا کام جاری رکھا۔ کامل دو گھنٹہ تک ہم لگاتار کھودتے رہے کچھ سراغ نہ ملا۔ جبکہ اچانک اس بڈھے کوچوان

زور سے چیخ ماری۔ ہم نے جو دیکھا۔ تو اسکے بیلچے کے ساتھ ایک لمبی ہڈی نکلی۔ ہم سب اسطرف دوڑے اور چند منٹ میں وہاں سے سب مٹی ہٹا دی۔ تو ایک عورت کا پورا ڈھانچہ نظر آیا۔ اس ڈھانچے کا سر نادرد تھا۔ اسکی ایک انگلی میں تین سونے کی موٹی مگر بھدی انگوٹھیاں تھیں۔ ہم نے وہ سارا ڈھانچہ نکالکر کچھ دنوں بعد پولیس کے سپرد کر دیا۔

قصہ کوتاہ پولیس نے ہمہ تن کوشش کی۔ اور اس عجیب و غریب پر اسرار واقعہ کا سراغ نکال لیا۔ امر واقعہ یہ تھا۔ کہ اس واقعہ سے چار سال پہلے اس ویران جھونپڑی میں ایک گڈریا اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسکی بیوی اچانک گم ہو گئی۔ ہمسایوں اور دوستوں نے پوچھا کہ تمہاری بیوی کہاں گئی؟

اس نے کہا۔ کہ میں کچھ بیمار رہتا ہوں۔ اس لئے میں نے اپنی بیوی کو ملبورن بھیجدیا ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد میں بھی ملبورن چلا جاؤں۔ مگر کچھ دنوں کے بعد وہ بھی غائب ہو گیا اور ملبورن نہ پہنچا۔ تسمانیہ میں جا بسا۔

آخر پولیس نے ان تھک کوشش سے اسے تسمانیہ سے گرفتار کر لیا اور عدالت میں پیش کیا۔ اس عورت کا ڈھانچہ بغیر سر کے اسے دکھلایا گیا۔ اس نے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ یہ میری بیوی تھی۔ مجھے اسکے چال چلن پر شک گزرا تھا میں نے اس کو قتل کرکے اس جھیل میں دفن کر دیا تھا۔ آخر واقعات کی بنا پر جج نے اسے پھانسی دیدیا۔

ایک ہمدرد باپ کا بیٹے سے خطاب

میرے لڑکے! میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ کہ اگرچہ بعض اوقات تم مجھ کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہو۔

میرے متعلق ہمیشہ یہ خیال دل نشین رکھو۔ کہ میں تمہارا باپ ہونے کی حیثیت سے تم سے کوئی خود غرضانہ خواہش نہیں رکھتا۔ بلکہ تمہاری ذات اور تمہارے مفاد میرے محبوب ترین خزانے ہیں۔ میں تمہاری خواہشات کو ہلاک کرنیکے لئے تمہیں نہیں روکتا میں جانتا ہوں۔ کہ تمہیں تباہ کرنیکے لئے کس قدر تیز طوفان آئینگے۔

میں تمہیں محض غلام بنانیکے لئے نہیں عقلمند ہوتے ہوں۔ میں تمہیں دکھ پہنچاتا ہوں۔ تاکہ

تمہیں اِس سے زیادہ دُکھ سے بچاؤں ۔
تُم ایسے تجربہ کار اور ہوشیار آدمیوں کے قدم بقدم چلنے کے لئے زندہ رہو گے جو ایسے کام کر سکتے ہیں جن کو میں نہیں کر سکا ۔
لیکن اے میرے بیٹے! اگرچہ تمہیں غیر لوگ مسحور کر رہے ہیں۔ تم یہ جان لو کہ میں ہی وہ اکیلا دوست ہُوں جو تمہیں کبھی ہرگز نہیں ستاؤنگا ۔
میں تمہیں نہ ضرر پہنچاؤں گا نہ خراب کرونگا۔ اور نہ ہی دھوکا دونگا۔ جو کچھ تم سے مِل سکتا ہے۔ اس کو بیکار تم کو چھوڑ نہ دونگا ۔
میں تمہیں اور لوگوں سے زیادہ ترشرو دکھائی دونگا۔ لیکن یہ دُنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو مجھ سے بڑھکر تم سے اُلفت رکھتا ہو۔ میرے لڑکے! جب کبھی تم مجھ پر شُبہ کرو۔ تو میں تم سے یہی کہونگا۔ میرے متعلق یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ جب تم نے میری جملہ حقیر خطاؤں اور توہم کو دیکھ بھال لیا ہو میں تمہارا بے لوث محبّ دوست رہُونگا ۔

برہمانڈ سماچار

چینی آدمی بلی کی آنکھوں کو دیکھ کر وقت کا اندازہ کر لیتے ہیں اور اِس میں اِس قدر مہارت رکھتے ہیں کہ اُن کا اندازہ بالکل ٹھیک ہوتا ہے ۔ اِس حیوانی گھڑی کو دیکھنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ جوں جوں سُورج سمت الراس پر آتا جاتا ہے اور روشنی تیز ہوتی جاتی ہے۔ بلی کی پتلی سکڑتی جاتی ہے۔ اور آخر وہ ایک عمودی خط کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دوپہر کے بعد جب سُورج اُفق مغرب کا رُخ کرتا ہے اور روشنی کم ہونی شروع ہوتی ہے تو بلی کی پتلی پھر پھیلنے لگتی ہے اور قریب غروب وہ بالکل مدوّر ہو جاتی ہے ۔

دریائے نیل کی وادی میں چالیس چالیس فٹ لمبے سانپ ہوتے ہیں ۔

ایک ہزار مربع فٹ گیس (۱۰۸) آدمیوں کے کھانا پکانیکے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اگر کافی کی دو

پیالیاں روزانہ تیار ہوں۔ تو ستر برس تک کافی ہوگی۔ اگر دو سگار روز سلگانے کا کام لیا جائے تو ۵۰۰ برس تک کام دیگی ۔ ۴۷۲ گیلن پانی کو اُبلنے کے درجے تک پہنچانے کے لئے حرارت پیدا کرسکتی ہے ۔ پون پون پاؤنڈ کی ۷۰۰ ڈبل روٹیاں پکا سکتی ہے ۔ اگر انڈے سینے کی مشین میں اس سے کام لیا جائے تو دو مرغیوں کا کام دیسکتی ہے ۔

رُوس کے شہر ماسکو کے اکثر حصص میں ایک قسم کی گھانس ہوتی ہے۔ اس کے کھانے سے حیوانات پر بیہوشی کا سا اثر ہو جاتا ہے۔ گھوڑے اس کو کھانیکے بعد تقریباً ہر حالت میں بیہوش ہو جاتے ہیں۔ یا ایک گہری نیند کی سی حالت اپنر طاری ہو جاتی ہے۔ دیگر مویشی اس کو کھانے کے آدھ گھنٹے بعد بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں۔ گھنٹہ بھر تک اس کا اثر قائم رہتا ہے۔ اسکے بعد جانور پھر ہوشیار ہو جاتا ہے ۔

تین سال کی عمر تک انسان کا بھیجہ (۱۸۰) دفعہ بدلا جاچکتا ہے۔ بھیجہ کا بھُورا مادہ سال میں چھ دفعہ بدلتا ہے۔ یعنے پُرانے ذرات ٹوٹ کر دوران خون کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ اور نئے ذرات ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ ہر مرتبہ دماغ کی ساخت میں تھوڑی بہت تبدیلی ہو جاتی ہے۔ یہ اس غذا کے مختلف اجزا کی ترکیب کی وجہ ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی زندگی کے مختلف اوقات میں کھاتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو پیچ زیادہ مرغوب ہو اور زیادہ کھائے۔ تو اسکے بھیجہ میں اس فاسفورس ایسڈ کے ذرات بڑھ جائینگے۔ جو پیچ میں پایا جاتا ہے۔ اور بھیجہ اچھی حالت میں ہوگا۔ کیونکہ فاسفورس ایسڈ بھیجہ کے لئے ایک اچھی چیز ہے۔ اگر کوئی شخص تین ماہ تک سیب بڑی مقدار میں کھاتا ہے۔ تو اس کا دماغ اعلیٰ درجہ کی حالت میں ہوگا۔ مگر دُوسری طرف گاجر دماغ کے لئے مُضر ہے۔ سیلک ایسڈ جو اسٹامبرس میں ہوتا ہے بھیجہ کے لئے ایک مفید چیز ہے۔ اسطرح آب ہوا اور موسم کا اثر بھی بھیجہ کی بناوٹ پر بہت ہوتا ہے۔ دسمبر اور مارچ کے موسم کی بناوٹ بہترین ہے اور اگست و اکتوبر کی بدترین ہے۔ اگر فرض کیا جائے۔ کہ بچہ پانچ سال کی عمر سے سوچ سمجھ سکتا ہے تو تیس سال کی عمر تک اگر اسنے کافی وقت سوچنے میں خرچ کیا ہے۔ تو اسکے دماغ میں اسوقت ۱۹۲۰۰۰۰۰۰ کے قریب نشان یا لکیریں موجود ہونگے۔ اور جس نے بالکل ہی اس عمر میں دماغی کام کیا ہے۔ اسکے بھیجہ میں اس سے دوگنے نشان موجود ہونگے ۔ عورتوں کا بھیجہ وزن میں مردوں کے بھیجے سے

۵ اسکے قریب کم ہوتا ہے۔ مگر بہ نسبت مردوں کے بہتر حالت میں ہوتا ہے۔ اور اس کا وزن متناسبہ زیادہ ہوتا ہے۔ زیادہ عرصہ تک درست رہتا ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں عورتوں کا بھیجہ مردوں کی بہ نسبت بیس فیصدی بہتر ہوتا ہے۔

سیونگ بنک:۔ اِس وقت سلطنت برطانیہ کے تمام سیونگ بنکوں میں جو رقم جمع ہے اسکی مجموعی تعداد (۲۳۲۱ ارب (۸۰) کروڑ (۱۳) لاکھ (۲۳۱) ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہی ہے۔

سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں کل ایک ارب تین کروڑ ۱۰ لاکھ کا مال ہندوستان سے باہر بھیجا گیا جس میں سے جرمنی نے ۸۰ کروڑ ۹ لاکھ کا۔ اٹلی نے ۲۳ کروڑ ۴۳ لاکھ کا۔ اور فرانس نے ۴۰ کروڑ ۹۱ لاکھ کا مال خریدا

سنہ ۲۲-۲۱-۱۹۲۰ء میں کسانوں کے دیش بھارت سے ۵۶ ہزار ۹ سو ۹۶ حیوان غیر ممالک کو بھیجے گئے ان کی قیمت (۵۶۴۰۸۷۸ روپے) تھی۔

بھارت میں ۲۶ کروڑ دس لاکھ ایکڑ زمین میں کھیتی کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں بیلوں اور بھینسوں کی تعداد صرف دو کروڑ چالیس لاکھ ہے۔ گویا ہر ایک پشو کو اوسطاً ۱۹ ایکڑ زمین جوتنی پڑتی ہے۔ اس قدر کڑی محنت کرنیکے باعث ہی ہمارے ملک کے پشوؤں کے جسم میں ہڈیاں باہر نکلی دکھائی پڑتی ہیں۔

غیر ممالک کے لوگوں کے حصے میں اوسطاً فی کس ۲۶ چھٹانک دودھ پڑتا ہے۔ لیکن ہر ایک ہندوستانی کے حصے میں ½ ۱ چھٹانک سے زیادہ نہیں پڑتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سبھی کو دودھ نصیب ہوتا ہے۔ اکثر کو تو خواب میں بھی دودھ گھی کے درشن نہیں ہوتے۔ گذشتہ ۶۰ سال کے اندر ہندوستان میں جہاں دیگر اشیاء کی قیمت سات گنا بڑھ گئی ہے۔ وہاں دودھ کی قیمت بیس گنا سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے

جن ممالک میں بچوں کو کافی دودھ مل جاتا ہے۔ وہاں بچوں کی شرح اموات نسبتاً کم ہے مثلاً ناروے اور سویڈن میں ۹ فیصدی۔ امریکہ میں ۵ فیصدی۔ نیوزی لینڈ میں ۳ فیصدی

بچے مرتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں ۵۰ فیصدی بچے بچپن میں ہی موت کا شکار ہوجاتے ہیں*

امریکہ کے اخبارات

امریکہ کے اخبارات:۔ امریکہ میں ۲۳۱۳ روزانہ ۔ ۱۳۴۸۲ ہفتہ وار ۔ اور ۴۲۴۶ پندرہ روزہ ماہوار اور سہ ماہی اخبار شائع ہوتے ہیں۔ اس طرح سے امریکہ کے تمام اخبارات کی میزان ۲۰۰۹۱ ہوتی ہے * صرف نیویارک میں ہی ۱۷۲ روزانہ ۔ ۹۶۴ ہفتہ وار اور ۹۸۸ پندرہ روزہ ماہوار وغیرہ اخبار ملاکر ۲۱۴۴ اخبار شائع ہوتے ہیں۔ وہاں عام اخباروں کی اشاعت ۴۰ سے ۷۰ ہزار تک ہوتی ہے۔ لیکن بارسوخ اخباروں کی اشاعت ۳۰ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اگر امریکہ کے تمام اخبارات کی اشاعت شمار کی جائے۔ تو ایک سال کے اعداد پندرہ ارب تک پہنچ جاتے ہیں * امریکہ میں ہر سات افراد کے لئے دو اخبار اور ایک موٹر کی اوسط بیٹھتی ہے وہاں اخبارات کے لئے ہر روز ایک لاکھ ۲۰ ہزار ٹن کاغذ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ان اخبارات کے پرانے کاغذوں کو گلا کر ان کے لئے نیا کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔ اور یہ کام اتنی جلدی ہوتا ہے کہ جس اخبار کا ایک نمبر کاغذ پر شائع ہوتا ہے۔ اسی کا تیسرا نمبر بھی اسی کاغذ پر نکلتا ہے۔

ہندوستان کے متعلق دلچسپ اعداد و شمار

ہندوستان کا رقبہ ایک ارب سولہ کروڑ ۹۱ لاکھ ۹۱ ہزار ایکڑ ہے۔ اور یہ سارا ملک چودہ صوبوں میں منقسم ہے اور اس میں ۶۷۰ دیسی ریاستیں ہیں۔ ہر صوبہ کے متعدد اضلاع ہیں۔ ہر ضلع میں تین تین چار چار اور پانچ پانچ تحصیلیں یا تعلقے ہیں اور ہر تحصیل یا تعلقہ میں کئی کئی تھانے ہیں۔ ہر ضلع کا رقبہ اوسط ساڑھے ۴ ہزار مربع میل ہے *

ہندوستان کی آبادی کا ۹/۱۰ دیہات میں آباد ہے۔ اور صرف ۱/۱۰ شہر میں رہتا ہے۔ دیہات کی تعداد کا تقریباً اندازہ ۷۰۵ لاکھ کیا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر روز ایک دیہہ یا موضع دیکھے تو اُسے یہاں کے تمام دیہات یا موضع کے دیکھنے میں ۱۹۲۷ سال لگ جائیں۔ ہندوستان میں ۳۱ بڑے شہر ہیں جن کی آبادی ایک لاکھ سے زائد ہے۔ اس سرزمین کا وسعت رقبہ کا صحیح اندازہ لگانا ہو۔ تو بعض بڑی بڑی سلطنتوں اور شہروں سے مقابلہ کریجئے *

نام ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۱۱۶۲۹۱۹۰۰۰

نام ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
یورپ	۲۰۰۰۰۰۰۰۵۰۰
ریاست ہائے متحدہ امریکہ	۱۹۰۳۲۶۹۰۰۰
آسٹریلیا	۹۰۳۶۶۴۰۰۰
کینیڈا	۲۳۹۷۰۸۲۰۰۰
جرمنی	۱۳۳۵۹۴۰۰۰
فرانس	۱۳۰۸۵۴۰۰۰
چین	۱۵۰۴۷۲۸۰۰۰
جاپان	۱۹۶۸۷۲۰۰۰

گویا ہندوستان جرمنی سے سات گُنا بڑا ہے

ہندوستان کا دیگر ممالک سے مُقابلہ

ہندوستان جرمن سلطنت سے ۷ گُنا۔ جاپان سے ۱۱ گُنا۔ جزائر برطانیہ سے ۵ اگُنا زیادہ بڑا اور (باستثناء رُوس) براعظم یورپ کے برابر ہے ٭

ہندوستان میں ۷ لاکھ دیہات اور چھ سو ستتر دیسی ریاستیں ہیں ٭

ہندوستان کی آبادی دُنیا کی مجموعی آبادی کا پانچواں حصہ ہے ٭

ہندوستان کی آبادی ولایات متحدہ کی آبادی کے برابر ہے ٭

صرف احاطہ مدراس اور میسور کی آبادی جاپان کی آبادی سے زیادہ ہے ٭

صرف احاطہ بمبئی کی آبادی سپین اور پرتگال کی مجموعی آبادی سے زیادہ ہے ٭

ہندوستان میں ہر مربع میل کی اوسط آبادی ۱۷۷ ہے۔ اگر ہر منٹ میں ۲۵ آدمی پر نظر ڈالی جائے۔ تو پورے ہندوستان کی آبادی دیکھنے کے لئے ۳۰ برس کا زمانہ درکار ہوگا ٭

ہندوستان دس میں ۹ حصہ آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے ٭

ہندوستان میں ایک لاکھ سے زیادہ آبادی رکھنے والے ۳۱ شہر ہیں ٭

ہندوستان کی کُل آبادی ۰۰۰ ۶۱ ۹۳ ۲۱ ہے ٭

ایک برس میں ہندوستان میں کتنے جانور مارے گئے

گائے کشی کے متعلق دِل ہلا دینے والے اعداد از یکم اپریل سنہ ۱۹۲۳ء لغایت ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء

نام شہر	گائے	بھینسے	بیل	بچھڑے	بھیڑ بکری
کلکتہ	۸۳۶۲۱	۴۳۵۴	۰	۲۳۳۵	۲۶۲۰۷۴
بمبئی	۳۳۷۲۳	۱۱۳۹۶	۱۳۳۵	۰	۷۸۶۳۴۲
شاہجہانپور	۲۵۶۵۳	۰	۰	۰	۰
دہلی	۲۹۵۶۵	۰	۰	۰	۱۹۰۷۸۹
ہوڑہ	۱۳۱۵۴	۱۴۷	۰	۰	۱۰۲۹۱
لاہور	۹۳۲۲	۴۵۶۶	۵۴۹	۰	۱۹۸۹۴۹
سیالکوٹ	۶۲۵۶	۰	۰	۰	۲۶۴۹۲
شولاپور	۵۱۹۰	۳۵۱۰	۲۶۵۵	۰	۶۸۱۶۴
میرٹھ	۵۰۶۲	۲۴۳۸	۱۲۴۷	۷۰۶	۱۴۴۲۷
کانپور	۵۹۱۴	۱۱۷۱	۳۴۴۴	۳۴	۴۳۸۹۰
لکھنؤ	۲۴۸۵	۷۲۱۵	۱۴۵۷	۰	۸۰۲۲۳
رنگون	۶۷۵۳	۱۳۶۳	۱۷۵۸۱	۸۱۲	۱۵۲۵۵۴
کراچی	۲۳۸۲	۱۷۳	۲۲۱۶	۶۰۸	۱۵۹۷۶۸
بہرائچ	۲۴۲۴	۱۶۸۱	۷۹۶	۰	۸۵۸۹
گوہ	۲۲۶۰	۲۸۵۰	۲۴۵۷	۳۰۲۹	۴۳۳۶۳
گورکھپور	۲۱۸۰	۱۹۶۶	۱۷۶	۰	۳۶۹۲۴
متھرا	۱۲۲۴	۱۲۲۷	۲۴۹۲	۵۰۸	۸۲۰۴
ڈھاکہ	۲۶۴۳	۰	۸۰۶	۵۶۴۲	۲۸۸۴۲
ترچناپلی	۲۹۹۴	۶۱	۱۲۴۳	۰	۹۲۹۷۷
میسور	۶۸۲	۵۷۰	۲۰۸۶	۰	۵۳۲۴۱
منگھیر	۲۶۷	۵۸۸	۴۴	۰	۱۶۳۹۰
شکارپور	۴۱۸	۴۸۸	۲۸۹	۰	۳۴۴۶۰
وزیگاپٹم	۱۰۸۰	۹۲۰	۳۷	۳	۱۸۷۹۳
جبل پور	۹۶۴۰	۰	-	۰	۱۹۹۷۹

کُتّے کے قد کے برابر اُونچے ٹٹّو

یشلٹی (جزیرہ) شٹ لینڈ کے ٹٹو (گھوڑوں کی اقسام میں ایک خاص وضع کا ٹٹو ہوتا ہے یہ ٹٹو بہت ہی پست قد ہوتا ہے۔ سب سے بونا ٹٹو تین فٹ بزارڈ کتے سے زیادہ اونچا نہیں ہوتا۔ یہ ٹٹو چونکہ شمالی اسکاٹ لینڈ کے بنجر میدان میں پیدا ہوتے اور وہاں ہی پرورش پاتے ہیں۔ اس لئے اپنی زندگی کے پہلے دو سالوں تو یہ ٹٹو بالکل نیم وحشی جانوروں کی طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اس لئے فطرتاً اُن کے تمام حِس بڑے تیز ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ہر ایک وحشی جانور کے ہوتے ہیں۔ ان ٹٹوؤں کے دلیں طوفان۔ بارش۔ گھٹا اور برف کسی چیز کا بھی ڈر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ قدرت نے اُن کو ایسا کھردرا کوٹ (بال یا کھال کی پوشش) عطا کر دیا ہے کہ جو ہر ایک موسم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

جب یہ ٹٹو خوب نشوونما پاکر اپنی جوانی کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور موسم سرما میں ان کو فروخت کرنے کے لئے اکٹھا کیا جاتا ہے۔ تو وہ وحشی جانوروں کی طرح بُزدل بن جاتے ہیں۔ اور بعض وقت ایسے سرکش اور خونخوار بن جاتے ہیں کہ جس آدمی کی سپردگی میں ہوتے ہیں۔ اس کو ان پر قابو رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ ٹٹو جب شرارت پر آتے ہیں۔ تو اپنی بلندی کے برابر اونچائی تک کود جاتے ہیں۔ اور اگر ضروری ہو۔ تو سیدھے کھڑے ہو کر اپنی دونوں اگلی ٹانگوں سے اپنے محافظ کو ضرب پہنچا دیتے ہیں۔

خریدار بہت چھوٹے قد کے ٹٹوؤں کو بہت ہی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ کان کی نشیبی زمینوں میں کام کر سکتے ہیں۔ جرمنی کے جنگ عظیم سے پہلے ایسے بونے ٹٹوؤں کی قیمت فی ٹٹو تین روپے یا چار سو روپے تھی۔ ان ٹٹوؤں کا قد تو چھوٹا ہے۔ مگر اُن میں طاقت حیرت انگیز طور سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان کی طاقت سے ہی ان کی بلندی جرأت اور مشقت پسندی زیادہ تر قابل قدر سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے یہ کام اپنی عقل جیوانی سے اسی طرح کرتے ہیں۔ کہ جیسے کوئی قسم کا کتا بھیڑوں کے آگے لے جانے کے لئے کام کرتا ہے۔

معدن میں جانے کے بعد ان ٹٹوؤں کو دھوپ کی شکل پھر سالہا سال تک دیکھنی نصیب نہیں ہوتی۔ مگر اس سے یہ کسی طرح گھبراتے یا پریشان نہیں ہوتے۔ زمین سے نصف میل تک نیچے ایسے اصطبل پائے جاتے ہیں۔ کہ جن میں ان کام کرنے والوں کی تعداد کئی درجن ہوتی ہے۔ یہ چپ چاپ

طور سے دانہ چباتے جاتے ہیں۔ اور ایسے صاف تنومند اور چالاک نظر آتے ہیں۔ کہ جیسے وہ بڑے بڑے ٹٹو ہوتے ہیں کہ جو بچوں کو اپنی پشت پر سوار کئے ہوئے باغ عام میں خراماں چلتے نظر آتے ہیں۔ یہ ٹٹو کام ایسے طور سے کرتے ہیں۔ کہ گویا خوب سکھلائے ہوئے ہیں۔ ان کے سروں پر چرمی ٹوپی چڑھا دیجاتی ہے۔ تاکہ جب وہ نیچی چھت والے راستوں کے اندر سے گزریں۔ تو ان کے سر چوٹ لگنے سے بچے رہیں۔ ان کے پہلوؤں پر دو بلم پڑے رہتے ہیں۔ کہ جن کو فوراً ان بوگی گاڑیوں میں لگا دیا جاتا ہے۔ کہ جن گاڑیوں کو آخر کار یہ ٹٹو کھینچیں گے جب کچھ کام نہیں ہوتا۔ تو اپنے ڈرائیور کے بغیر یہ ٹٹو آپنے آپ دوڑ کر اس جگہ چلے جاتے ہیں کہ جہاں انکے کھانیکے لئے دانہ رکھا رہتا ہے۔

کام کی سختی اور کان کی تاریکی سے ان کا دل اداس نہیں ہوتا۔ یہ ٹٹو اپنے ڈرائیوروں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ بلکہ ڈرائیور اور ٹٹو آپس میں بہت دوست معلوم دیتے ہیں۔

کان میں کام کرنے والے ٹٹوؤں کی عمر علی العموم طویل ہوتی ہے۔ کان میں دس سال تک کام کرنیکے بعد بھی اکثر ٹٹوؤں کو باہر سطح زمین پر مضبوط اور صحت مند اور سبچوں کی گاڑیوں کو کھینچتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ معدن میں کام کرنے والے بعض ٹٹوؤں کی عمر تیس سال کی ہوئی۔ اور ایک مشہور ٹٹو کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہوئی۔

صنعت و حرفت

ویسلین پومیڈ:۔ چربی ۲۵۰ حصہ۔ سفید موم ۲۵ حصہ۔ دونوں کو نرم آگ پر پگھلاؤ۔ اور پھر اسمیں ۲۰۰ حصہ ویسلین خوب اچھی طرح ملا دو۔ اور اس کے بعد حسب ذیل اشیا اسمیں اور شامل کر دو۔ "برگ ماٹ آئیل ۱۵ حصہ۔ یوتھڈ آئیل ■ حصہ۔ جرنیم آئیل ۲ حصہ۔ لیمن آئیل دو حصہ" اب تیل تیار ہے۔ جو اپنی خوبی اور افادہ کے لحاظ سے بینظیر ہوگا۔

بال عمر بھر نہ اُگیں (بال اُڑانیکا کریم) "الکوحل ۱۲ گرام۔ آیوڈین ۷۵ گرام کولوڈیان Collodion ۳۵ گرام۔ ٹرپن ٹائن آئیل ۵۰ گرام کیسٹر آئیل ۲ گرام" ان سب کو ملا کر جس جگہ کے بال اُڑانا منظور ہوں۔ وہاں متواتر تین یا چار دن تک روزانہ ایک یا دو مرتبہ لگاؤ۔ اور اس امر کا خیال رکھو۔ کہ روزانہ اسکی مقدار میں جو استعمال کی جائے۔ اضافہ ہوتا

رہے۔ پھر کبھی ضرورت نہ ہوگی ۔

خوشبودار کارڈ بنانا:۔ خوشبودار کارڈ بنانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کو تیز خوشبو کے "سچٹ پاؤڈر sachet powder" میں چپکا دو لیکن اس طریقہ میں یہ عیب ہے۔ کہ اگرچہ کارڈ میں اس سے بہت تیز خوشبو پیدا ہو جاتی ہے لیکن پاؤڈر بہت صرف ہوتا ہے اور پھر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کہیں کہیں کارڈ پر چھوٹے چھوٹے دھبے پڑ جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس پاؤڈر کے اجزا میں بعض تیل بھی شامل ہیں۔

خوشبودار کارڈ بنانے کا ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کو نہایت تیز "اکسٹریٹس ڈی آڈیو" میں کچھ دنوں تک بھگو دو۔ اسکے بعد کارڈ کو نکال کر فلٹرنگ پیپر کے بیچ میں رکھکر خوب زور سے دباؤ۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ ایک طرف تو کارڈ خشک ہو جائینگے۔ اور دوسری طرف ان میں کسی قسم کا سلوٹ وغیرہ بھی نہیں پڑیگا۔ دبانا کسی ایسی چیز سے چاہئے جو اس کے لئے مناسب ہو۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے شکنجہ میں ان کو اس وقت تک دبا رہنے دو۔ جبتک کہ وہ سوکھ جائیں ۔

سوپ پاؤڈر:۔ یلو سوپ ۲ حصہ سوڈا کرسٹلس ۳ حصہ موتی کی خاک ½ ۱ حصہ۔ سلفیٹ آف سوڈا ½ حصہ پام آئیل ایک حصہ جہانتک ممکن ہو۔ تو ان اجزا کو پانی شامل کئے بغیر ملانا چاہئے۔ اسکے بعد خشک ہونیکے لئے پھیلا دو۔ اور پھر موٹا موٹا پیس کر سفوف بنا لو ۔

انڈے خشک کرنیکی ترکیب:۔ پہلے انڈوں کو اسطرح کوٹو۔ کہ سب پر یکساں ضرب پڑے اور پھر پتلے پتلے کیکس کی شکل میں انڈے دودھ اور آٹا کی لیسی پر پھیلا دو۔ اس ترکیب سے انڈے خشک خمیرہ کی صورت اختیار کر لینگے۔ اب اس خمیرہ کو ٹین کے مضبوط ڈبوں میں بند کر کے مہر لگا دو۔ جب استعمال کی ضرورت ہو تو اس خمیرہ کو پانی میں گھول لو۔ اور تازہ انڈوں کی طرح ان کا پھین نکال لو۔ اس صورت سے انڈے سالہا سال تک محفوظ رہ سکتے ہیں اور اس کے باوجود ان میں کسی طرح کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہونے پاتی ۔

یوکلپٹس امبروکیشن:۔ اولک ایسڈ ۴ اونس۔ ٹرپن ٹائن آئیل ۳۶ اونس

سالیوشن آف امونیا ۱۲- اونس - یوکلپٹیس آئیل ۲- اونس - سلیوشن آف پوٹاش ۶- اونس پانی ۸۰ اونس ۔

اکزیما آئنٹ منٹ :- لائم اوکسائیڈ ۲- اونس - کلامین ۲- اونس ہارڈ پیرافین ایک اونس - بورک ایسڈ ۲- اونس - سافٹ پیرافین ۱۶- اونس کاربولک ایسڈ ۱۲۰ گرام ۔

مختلف رنگ بنانے کی ترکیب - زرد - ڈھاک کے پھول پانی میں بھگو کر پکا کر چھانکر رنگ لیکر دھوپ میں خشک کریں ۔ سبز کائی جو پانی پر ہوتی ہے - ایک سیر عرق میں نمک نوشادر - پھٹکری ہموزن والا سفوف ڈیڑھ چھٹانک - ملا کر ان کو خشک کریں ۔ سیاہ برادہ لوہا پانچ تولہ - پیلی ہڑ ایک تولہ - نسپال ایک تولہ - پانی تین پاؤ ملا کر رکھیں - ہفتہ بعد پانی میں سیر ایا ۷ تولہ - نیل ۴ تولہ - کاجل ۳ تولہ - ملا کر خشک کریں ۔ نیلا - نیل - ہرڑ - نسپال ملا کر سفوف کریں سُرخ :- لونگ دو تولہ موٹی موٹی کوٹ کر ڈیڑھ پاؤ پانی میں پکا کر جب پاؤ بھر پانی رہ جائے - پا ایک مہندی پانچ تولہ ڈال کر پکاویں - پھر آدھ سیر اور پانی ڈال کر ہلکا جوش دیکر مل چھان کر رکھیں - اور صاف پانی دس سیر میں ٹیسو ایک سیر اتنا پکاویں - کہ ایک تہائی پانی جل جائے - اور مل چھان لیں مہندی کے ایک حصہ میں ٹیسو کا تین حصہ پانی ملا کر آگ پر گاڑھا کریں اور برتن میں ڈال کر دھوپ میں سکھا

مچھر کش تیل بنانا - گرمیوں کی راتوں کو مچھر نہایت تنگ کرتا ہے - اور ہر شخص اس کے آزار سے بچنا چاہتا ہے - اس لئے اگر یہ تیل بنا کر فروخت کیا جائے - تو معقول فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ مچھروں کو ہٹانے کے لئے اکسیر ہے - نسخہ حسب ذیل ہے :- آیوڈو آئیل ۳ حصہ گلیسرین ایک حصہ - آئیل آف پینی رائل ۲ حصہ - امونیا ایک حصہ - اس کو استعمال سے پہلے خوب ہلا لینا چاہئے - اور آنکھوں کو نہ لگنے دینا چاہئے ۔

چاندی کا درخت :- نائیٹریٹ آف سلور ایک ڈرام لیکر اس کو تین پاؤ پانی میں حل کر کے کسی کھلے برتن میں رکھ دو - اور اس عرصہ کے بعد اس برتن میں پارہ ایک ڈرام ڈالدو - تو

تھوڑی دیر بعد اِس میں جوش آویگا۔ اور اُوپر کو اُٹھکر برتن کے جسم پر عُمدہ بیل بوٹوں کی شکل میں نمودار ہوکر درخت کا سا بن جاویگا ۔

کیک بنانے میں بجائے انڈوں کے سرکہ استعمال کریں۔ آدھ پاؤ دُودھ میں ایک بڑا چمچہ بھر سرکہ شامل کرکے کیک بنائیں۔ یہ بالکل ایسا ہی کام دیگا۔ جو دو انڈے دیتے ہیں ۔

کم سرمایہ سے روپیہ کمانے کی ترکیب:۔ بازار سے معمُولی کپڑے دھونے کا دو تولہ صابن لاکر باریک تراش کر پاؤ بھر پانی میں ڈال دیجئے۔ اور ایک دُوسرے برتن میں ایک تولہ بیروزہ تین تولہ عُمدہ تارپین کے تیل میں کوئلوں کی نرم آنچ پر پکائیے جب بیروزہ اور تیل خوب حل ہوجائے۔ تو اس میں چھ ماشہ زرد موم شامل کرلیجئے۔ جب موم بھی حل ہوجائے۔ تو صابن والا پانی ڈال کر جالیجئے۔ اب یہ نہایت عُمدہ بُوٹ پالش کا لوشن تیار ہوگیا۔ خوبصُورت ڈبیوں میں بھرکر لیبل لگاکر منفعت حاصل کیجئے ۔

درختوں کو رنگنا:۔ حال میں جرمنی کے ایک شخص نے ایسی ترکیب نکالی ہے جس سے ہر درخت کو جیسا چاہو۔ رنگ دو۔ یہ ایجاد یقین ہے لکڑی کے کاروبار میں انقلاب عظیم پیدا کردیگی ۔

ہر قسم کے اشجار پر چھال سے لیکر جگر تک اور جڑوں سے لیکر ٹہنی تک اِس عجیب غریب ایجاد سے ایسا پُختہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ کہ نہ پانی سے دُھل سکتا ہے اور نہ کبھی تیزاب سے اُڑ سکتا ہے۔ مختلف اقسام کے درختوں پر تجربہ کرکے دیکھ لیا گیا ہے۔ اور اسطرح رنگی ہوئی لکڑی سے ہر قسم کی چیزیں بٹن۔ چھتری کے دستے سیگرٹ کی ڈبیاں۔ اور دیا سلائیاں بنکر بکنے لگی ہیں سب سے بڑی خُوبی یہ ہے کہ اسطرح رنگے ہوئے اشجار کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ نہ وُہ مرجھاتے ہیں نہ وُہ سُوکھ جاتے ہیں نہ اُن کی نشو ونما میں فرق آتا ہے نہ اُن کے پھلنے پھُولنے میں کوئی ہرج واقعہ ہوتا ہے۔ بلکہ اُن کی لکڑی پہلے سے زیادہ پائیدار اور سخت ہوجاتی ہے رنگنے کا طریقہ بہت سیدھا سادہ ہے۔ ٹہنے کی جڑ میں پانچ چھ سُوراخ کردیئے جاتے ہیں۔ تاکہ اُنکے رستے سے درخت کے اندر رنگ پہنچایا جائے۔ دو معمُولی پیپوں میں رنگ بھرکر درخت میں

لٹکا دیا جاتا ہے۔ ان میں سے رنگ بذریعہ نلکیوں کے سوراخوں میں پہنچکر درخت کے ہر رگ و ریشہ تک جاتا ہے۔ چھوٹا درخت ہو تو دو روز میں اور بڑا ہو تو قریباً چار پانچ دن میں کام تکمیل کو پہنچ جاتا ہے

لکڑی کی چیزوں پر لاکھ کا رنگ:۔ جو رنگ منظور ہو۔ اُس رنگ کا لاکھ بازار سے لاکر باریک پیسا جائے۔ اور اُس میں مناسب مقدار سپرٹ (روح شراب) کی ڈالکر روئی اور کپڑے کی پوٹلی بناکر اُس مرکب کو لکڑی پر پھیریں۔ پہلے ہاتھ میں رنگ آجائیگا۔ اور دوسرے ہاتھ میں چمک پیدا ہو جائیگی۔ خشک ہونے پر اسپرٹ اُڑ جائیگی اور لاکھ رہ جائیگی ◆

کتابوں سے داغ دور کرنا:۔ اگر اسپرٹ آف سالٹ (جوہر نمک) ایک جز۔ پانی چھ جز۔ ملاکر داغوں پر لگائیں تو داغ دور ہو جائینگے۔ پھر داغ کی جگہ کو پانی سے دھو ڈالا جائے ◆

چکنائی کے داغ کاغذ سے دور کرنا:۔ داغ پر ایتھر یا رکٹی فائیڈ آف وائن و معطر کی ہوئی (روح شراب) لگاکر داغ کے ہر دو جانب سپید جاذب رکھیں۔ اور اُس کو گرم لوہے سے دبائیں۔ داغ دور ہو جائیگا ◆

ملمع کے لئے سفوف:۔ ایک اونس عمدہ چاندی کا باریک پتر بناکر اُس کو باریک باریک کاٹ لیا جائے۔ دو اونس شورہ کا عمدہ تیزاب اور نصف اونس بارش کا صاف پانی باہم ملاکر اس میں پتر کے ریزے ڈالدیئے جائیں۔ اگر فوراً عمل تحلیل شروع نہ ہو تو قدرے بارش کا پانی اور ملایا جائے۔ اگر عمل تحلیل درمیان میں رُک جائے۔ تو اور تھوڑا سا وہی پانی شامل کیا جائے جب چاندی کے پتر بالکل حل ہو چکیں۔ تو پاؤ گیلن بارش کا گرم پانی اور ایک بڑا چمچہ بھر سانبھر کا عمدہ نمک اُسمیں اور ملاکر خوب ہلایا جائے۔ اور پھر تہ نشین ہونیکے لئے چھوڑ دیا جائے جب کل چاندی تہ نشین ہو چکے۔ تو سارا پانی بتی لگاکر نتھار دیا جائے۔ پھر کئی بار تازہ پانی ڈالکر ایسا ہی کیا جائے۔ یہانتک کہ سفوف میں ایسڈ کا مزا بالکل باقی نہ رہے۔ اب اس میں پاؤ گیلن بارش کا صاف اور خالص پانی اور ۱ ½۔ اونس "سیانوریٹ پوٹاش" Potassium cyanide داخل کرکے اگر چوبیس گھنٹہ رہنے دیا جائے تو قابل استعمال ہوگا ◆

راکھ کا سیمنٹ:- عمدہ سریش جو مستری - بڑھئی وغیرہ اپنے کام میں لاتے ہیں پانی اور سریش ملا کر بطریق معروف نرم آنچ پر پکائیں - جب اس قدر گاڑھا ہو جائے - کہ لکڑی کا سامان اس سے جوڑا جا سکے - تو اس میں چھنی ہوئی راکھ اسقدر شامل کریں کہ یہ مثل روغن کے گاڑھا ہو جائے ۔

جس چیز کو جوڑنا ہو - اس پر یہ سیمنٹ گرم گرم لگائیں - اور دونوں حصوں کو جو جوڑے گئے ہیں - اچھی طرح دبائیں - تاکہ بالکل ٹھیک جگہ پر بیٹھ جائے اور مضبوطی سے جگہ پکڑے ۔

سوکھنے اور خشک ہونے کے بعد وہ چیز اس سیمنٹ سے ایسی جڑ جائیگی - کہ جوڑ کو علیحدہ کرنیکے لئے بہت طاقت کی ضرورت ہوگی ۔

اس سیمنٹ کے ذریعہ لکڑی کی اشیاء شیشہ جات پتھر وغیرہ کی چیزیں - لکڑی دھات وغیرہ کی اشیاء اسکے ساتھ جوڑی جا سکتی ہے - اس کے علاوہ دیگر اشیاء کے جوڑنے میں بہت کارآمد شے ہے ۔

بوٹ پالش:- عمدہ سرکہ دو پنٹ - آب مقطر ایک پنٹ - سریش ½ پونڈ - برادہ تننگ نصف پونڈ - نیل ¼ اونس - عمدہ نرم صابن ¼ پونڈ - آئسن گلاس (سریش ماہی) ¼ اونس سرکہ اور پانی کسی برتن میں ڈال کر اس میں سریش چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ڈالیں اور خوب آمیز کریں - پھر برادہ تننگ نیل سفوف شدہ و صابن و آئسن گلاس شامل کریں - قریب دس بارہ منٹ کے اس کو جوش کریں - پھر چھان کر بوتل میں بھر لیں اور کارک لگا کر رکھیں - بعد ٹھنڈا ہونیکے قابل استعمال ہے ۔

پالش لگانے سے پہلے جوتوں کو گرد وغیرہ سے پاک کریں اور پالش لگائیں - اگر پالش جم جائے یا زیادہ گاڑھا ہو جائے - تو اسے آگ کے قریب رکھیں - گرمی سے پگھل جائیگا - اور قابل استعمال ہو جائیگا ۔

اُٹھا کر آنکھ کیا دیکھوں چمن کی سبزہ زاروں کو | طبیعت ڈھونڈتی ہے اب سکوں پرور نظاروں کو
نہ گلشن سے کوئی رغبت نہ صحرا سے کوئی وحشت | کہوں میں کیا طبیعت ڈھونڈتی ہے کن نظاروں کو
ہماری زیست کیا ہے؟ دیکھنا دنیا کی نیرنگی | ہماری موت کیا ہے؟ بھول جانا ان نظاروں کو

علم جڑی بوٹی

پارس پیپل **شناخت**:- بعض لوگ اسے پلاس پیپل بھی کہتے ہیں۔ پیپل کی ایک بڑی قسم ہے۔ اسکے پتے بڑے بڑے گول اور نوکدار ہوتے ہیں۔ پھول رنگارنگ کے لگتے ہیں۔ پھلوں میں چھ چھ خانے ہوتے ہیں۔ ہر خانے میں انار کے بیجوں کی طرح کے تین تین بیج ہوتے ہیں۔ اسکے بیجوں سے ایک گاڑھا سا تیل نکلتا ہے پھل کا مزہ میٹھا ہوتا ہے۔ اسے گوند لگتا ہے۔

فوائد:- اس کا پھل دست لاتا ہے پھل کا سفوف دافع جریان و سیلان ہے۔ اسکے پھل کا رس بدن کی کھجلی کو رفع کرتا ہے۔ اس کا جوشاندہ مصفی خون ہے۔ لکڑی کے اندرونی گودے کو گھس لیپ کریں۔ تو صفراوی دادیں دور ہو جاتی ہیں۔ اسکے پتے تیل سے تر کر کے باندھنے سے ناروے کو مٹاتے ہیں۔ پتوں کا سفوف گرم کر کے باندھنا جوڑوں کی دشد کو دور کرتا ہے۔ اسکے بیج عرق لیموں میں پیس کر مرگی کے مرض میں ناک میں ٹپکائیں۔ ریاحی دردوں کو رفع کرنیکے لئے اس کی لکڑی کے اندرونی گودے کا جوشاندہ پلانا چاہئے۔ پارس پیپل کی چھال کا سفوف سوزاک کو فائدہ کرتا ہے۔

پاکھر **شناخت**:- کئی لوگ اسے ملکھن اور پکھرٹا بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک درخت ہوتا ہے۔ عموماً کیکر کے درخت کے برابر اونچا ہوتا ہے۔ لیکن ٹیڑھا سا اور چھوٹے تنے والا ہوتا ہے۔ اسکے پتے چمکدار ہوتے ہیں۔ بیرونی چھال سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ پھل چھوٹا سا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ پکنے پر سفید ہو جاتا ہے۔ اسکی تاثیر سرد و خشک ہے ایک اور قسم بھی ہے۔ جسکے پھل سیب کے برابر ہوتے ہیں۔

فوائد:- اسکی چھال کے جوشاندے سے کلیاں کرانے سے سیلان رطوبت بند کرتا ہے اور زخموں کو صاف کرتا ہے اور ہر جگہ سے رطوبات بہنے کو بند کرتا ہے۔ صفراوی حرارت کو کم کرتا ہے۔ اور سرخ منہ والی پھنسیوں کو آرام دیتا ہے۔ دوسری قسم کے پھلوں کا مربہ اور اطمحال کو تحلیل کرتا ہے۔ پھل کا عصارہ مشتہی اور مقوی قلب و مفرح ہے۔ معدے کو طاقت دیتا ہے اور اخلاط کے جوش کو کم کرتا ہے۔

پالک جوہی — **شناخت**:- ایک پودا ہے جس کا قد عموماً چھ فٹ ہوتا ہے پتے لمبے ہوتے ہیں۔ اور ان سے بو آتی ہے ۔ **فوائد**:- جلدی امراض کے لئے یہ اکسیر سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اور داد پر خواہ اسے کس طرح استعمال کریں آرام آجاتا ہے ۔ پوست بیخ پالک جوہی۔ لونگ۔ کالی زیری ہر واحد ایک تولہ لہسن ایک عدد۔ ان کو سرکے میں پیس کر داد اور سیاہ داغوں پر ملیں۔ اس کے پتوں کا پانی بہت تیز ہوتا ہے۔ اسے چہرے پر ملیں تو بعض اوقات زخم پڑ جاتے ہیں۔ عموماً چہرے کے داغ اور جھائیاں دور کرتا ہے ۔

پالک کی جڑ پاؤ بھر۔ بلیلہ زنگی پاؤ بھر۔ پھٹکری بریاں ½ ۱ تولہ۔ کتھا اور مازو سات سات تولہ۔ ان کا باریک سفوف کریں۔ اور لیموں کے رس میں دو دن تک کھرل کریں پھر ٹکیہ بنا کر دھوپ میں سکھالیں۔ ضرورت کے وقت اس دوا کو گلاب کے پانی میں پیس کر مقام داد پر ملیں۔ (دوائی لگانے سے پہلے کسی کھردری چیز سے داد کو رگڑ لینا چاہیئے) ۔

پیلا والا — **شناخت**:- اسے سنسکرت میں اجگم کہتے ہیں۔ اور یونانی میں اذخر کہتے ہیں پنجاب میں عام پیدا ہوتا ہے تاثیر اسکی سرد ہے ۔

فوائد۔ ہضم ہونے میں نہایت لطیف ہے۔ اس کا جوشاندہ مصفی خون ہے اور کھانسی کو بھی ہٹاتا ہے۔ درد و مفاصل کو دفع کرتا ہے۔ سوزش وغیرہ دفع کرنیکے لئے صندل کے ساتھ گھس کر اس کا لیپ کرتے ہیں۔ بخار کو رفع کرتا ہے اور بچوں کے لئے مقوی ہاضمہ ہے۔ دافع بخار جوشاندوں یا خیساندوں میں ڈالا جاتا ہے ۔

تال مکھانہ — یہ چھوٹے چھوٹے بیج سے ہیں جن کا رنگ خاکی مائل بسرخ ہوتا ہے پودا تقریباً تین فٹ اونچا ہوتا ہے۔ جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں۔ پتے بالکل کاسنی کی طرح کے ہوتے ہیں اور شاخوں میں گرہیں بھی کاسنی کی طرح ہوتی ہیں۔ پھول کاسنی کے پھول سے کچھ چھوٹا اور سفید رنگ کا ہوتا ہے گھنڈیوں پر کانٹے لگتے ہیں۔ پانی کے کنارے عموماً پیدا ہوتا ہے۔ اسے پانی میں بھگوئیں تو لعاب پیدا ہوتا ہے طبیعت اس کی سرد وتر ہے ۔

فوائد۔ اس کا سفوف منی کی صفراوی امراض کو دفع کرتا ہے۔ جریان اور سرعت انزال صفراوی کو دور کرتا ہے۔ منی کو گاڑھا بناتا ہے۔ قوت باہ کے تقریباً تمام نسخوں میں ڈالا جاتا ہے منی کو بڑھانے میں بھی موثر ہے ۔

پتوں اور شاخوں کا جوشاندہ قبض کو دفع کرتا ہے پیشاب اور پسینہ لاتا ہے۔ یرقان میں

بھی استعمال کرتے ہیں۔ دردوں پر اسکی شاخیں اور پتے پیس کر لیپ کریں۔ اِسکے پنچانگ کا جوشاندہ بنائیں جب نصف پانی رہ جائے تو بقدر تین تولہ پلائیں۔ منی اور پیشاب کے تمام امراض دفع ہو جائینگے۔ پنچانگ کو جلا کر اس کی راکھ استسقائے زقی میں استعمال کرتے ہیں۔ بیج کی جوشاندہ مدر بول ہے۔

جڑ کا جوشاندہ پتھری کے لئے ازحد مفید ہے۔ اِسکے اجزا کا جوشاندہ جگر، معدہ اور تلی کے سُدّوں کو نکالتا ہے۔ تال مکھانے کے بیج بھیڑ کے دُودھ میں پیس لیں۔ اور ہاتھوں پر ملیں۔ موادِ سوداوی سے اگر ہاتھ سیاہ ہو گئے ہوں تو درست ہو جاتے ہیں۔

"تال مکھانے کے پودے کا کھار بھی بناتے ہیں۔" ترکیب بالکل نمک بنانے کی طرح ہے یعنی پودے کو جلا کر راکھ کو پانی میں بھگو دیں۔ پانی کو نتھار کر محفوظ رکھیں۔ اسی طرح اتنی دیر تک پانی نتھارتے جائیں۔ جبتک راکھ میں ملانے سے پانی کا مزہ تبدیل ہوتا ہے۔ پھر آگ پر اس پانی کو خشک کریں۔ جو سفید سی چیز حاصل ہوگی۔ وُہی کھار ہے۔

یہ بڑی مفید چیز ہے۔ بلغم کو کاٹ کاٹ کر نکالتی ہے۔ ہاضمے کو بہت قوت دیتی ہے۔ بھوک بڑھاتی ہے۔ تمام جسم کے سُدّے رفع کر دیتی ہے۔ استسقاء میں بھی مفید ہے۔ مقدار خوراک ۴ رتی ہمراہ بدرقہ مناسب۔

دلچسپ طبی نوٹ

انسان کے بدن میں ۳۰ لاکھ کھڑکیاں

علی العموم تمام دُنیا کا یہ خیال ہے کہ انسان کے سینہ میں صرف دو پھیپھڑے ہوتے ہیں۔ حالانکہ جدید ڈاکٹری تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کے سینہ میں تین پھیپھڑے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کا خیال ہے۔ کہ جسم انسانی کو صاف کرنیوالے پھیپھڑے ہی ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ انسان کے بدن کو صاف کرنے کی بہت ہی اہم کارکن خود جلد انسانی ہے۔ معمولی بالغ انسان کی جلد میں تیس لاکھ مسام ہیں۔ اگرچہ یہ مسام بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کو ایک قطار میں برابر رکھا جائے۔ تو اُن سے ۷ میل طویل قطار بن جائے گی۔

ان میں سے ہر ایک مسام اصل میں ایک سخت کام کرنیوالی کھڑکی ہے۔ ان کھڑکیوں میں خون

گردش کرتا ہوا آتا ہے۔ اور اپنا خراب مادہ خارج کر دیتا ہے۔ اور ہوا سے آکسیجن کا حصّہ بدن کے اندر لے لیتا ہے یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اگر ان ستر لاکھ میں سے ایک مسام بھی بند ہو جائے۔ تو اُس سے صحت جسمانی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔

اگر تم اپنے جسم پر بہایت گہرا رنگ یا روغن پھیر لو۔ اور اس طرح سے اپنے بدن کے تمام مسام بند کر دو تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم بہت جلد مر جاؤ گے۔ اس کی تازہ مثال یہ ہے کہ فرانس کے دارالسلطنت شہر پیرس کی ایک ناچنے والی میم نے اس خیال سے کہ ناچ کے مداحین میں اُس کو بڑی شہرت حاصل ہو جائے۔ ایک جلسۂ ناچ میں اس طرح سے ناچنے آئی۔ کہ اپنے تمام بدن کو سونے جیسے طلائی رنگ سے بہت گہرا رنگ ڈالا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ رقاصہ اُسی رات کو مر گئی۔ ممکن ہے کہ کسی ایک ہی پھیپھڑے کے ساتھ کوئی شخص سالہا سال زندہ رہے۔ لیکن اگر جل جانے سے جسم انسانی کی ½ جلد خراب ہو جائے تو وہ پھر کسی صورت میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے روزانہ اشنان ہندوؤں میں لازمی ہے۔

پانی پیو اور خوش رہو

جب تم پانی پیتے ہو۔ تو پانی تمام جسم انسانی میں بہا بہا پھرتا ہے اور گردوں اور جلد کے راستے سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور اپنے ساتھ جسم کی تمام خرابیوں کو بھی باہر نکال کرلے جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم کو بڑی کثرت کے ساتھ پانی پینا بڑا فائدہ مند ہے۔ پانی اصل میں بدن کی تمام اندرونی کثافت کو صاف کر دیتا ہے۔

ہر ایک جاپانی ہر روز اوسطاً پانی کے تین کوارٹ پیتا ہے۔ اسلئے جاپانی قوم دنیا کی صحت مند ترین اقوام میں سے ایک قوم ہے لیکن اگر مسامات کھلے ہوئے نہیں اور اُن کی راہ سے پسینہ اور خراب ہوائیں باہر نکلیں تو پھر پسینہ اور خراب ہوائیں واپس جا کر خون میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور پھیپھڑوں پر بہت زیادہ کام بدن کے صاف کرنے کا پڑ جاتا ہے۔ کچھ عرصہ تک تو پھیپھڑا اس زائد کام کو کسی قدر انجام دیتا ہے اور آدمی کی صحت خاصی رہتی ہے۔ مگر معاوضہ دینے والا قانون جس کی حکومت تمام بدنی قوانین پر منحصر ہے ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے عادتاً جو شخص میلا و کثیف رہتا ہے۔ وہ بجلد یا بدیر بیماریوں کا شکار بن جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کو نہانا بھی ضروری ہے۔ اسکی بابت ایک عالیشان تجربہ کار سرجن کی رائے حسب ذیل ہے:-

"جلد جسم کی سب سے بڑی بدررو ہے۔ اسکی میل کچیل کی روزانہ مقدار بہت بڑی ہوتی ہے۔ پانی ...

مقدار ایک دن میں تین ۳ اونس ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ پھیپھڑے سانس کے ذریعہ سے جس قدر کثافت بدن انسانی سے باہر پھینکتے ہیں۔ جلد اُس سے تقریباً دوگنی زیادہ مقدار کثافت کی باہر پھینکتی ہے۔

ایک سال میں (۶۱۳۲۰) ہزار میل:۔ ایک سائنسدان نے ٹھیک تجربے کے بعد خون کا وُہ فاصلہ جو وُہ رگوں میں طے کرتا ہے معلوم کیا ہے وُہ کہتا ہے کہ خون کی ایک گھنٹے میں (۷) میل۔ ایک دن میں ۱۶ میل اور ایک سال میں (۶۱۳۲۰) میل کی رفتار ہوتی ہے۔ اگر ایک اسّی سالہ پیر مرد کے جسم میں خون ایک دفعہ دَورہ کرے۔ تو اس کا حیرت انگیز سفر تقریباً پانچ کروڑ میل ہوگا۔

پھول رات کو کیوں بند ہو جاتے ہیں؟ پھول رات کیوقت یا خراب موسم میں اپنی پنکھڑیوں کو کیوں بند کر لیتے ہیں۔ اسکی وجہ علم نباتات کے ماہر سائنسدانوں نے تجربات سے یہ بیان کیا ہے۔ کہ رات کیوقت روز کی اوس اور گرد و غبار سے وُہ زرد دھول جسے زرگل کہتے ہیں خراب ہو جاتی ہے۔ اور اس دھول میں دوسرے درختوں کو حاملہ کرنے کا وصف ہے۔ اسکے بچانے کے لئے پنکھڑیاں بند ہو جاتی ہیں۔ بارش میں پھول کی پنکھڑیاں بند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پانی کے اثر سے وُہ سکڑ کر بند ہو جاتی ہیں۔ اور دھول کی حفاظت کرتی ہیں۔

۲½ تولہ سہاگہ بیکر اسمیں ایک تولہ کافور ڈال کر خوب باریک کرو جب ضرورت یہ مصالحہ لے کر کھولتے ہوئے پانی میں ملاؤ۔ جب ٹھنڈا ہو جائے۔ اس سے کئی بار بالوں کو بھگو کر صاف کرو۔ اس سے بال کالے ملائم اور چمکیلے بھی ہو جاتے ہیں۔ پانی میں گرم کرنے سے کافور اوپر آجاتا ہے۔ اسکی کچھ پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ خوشبو پانی میں رہ جاتی ہے۔

سبز ترکاریاں پکاتے وقت اگر ان میں ایک چمچہ چینی ڈال دیجائے تو ترکاریوں کی رنگت سبز ہی رہیگی۔ نیز ان کا ذائقہ بھی عمدہ ہوگا۔

سونے کے زیور پر نائٹرک ایسڈ کی دو بوندیں ڈالیں۔ اگر ڈالتے ہی سفید رنگ کا داغ پڑ جائے تو سونے میں ملاوٹ یعنی سُنار کی شرارت سمجھنی چاہیئے۔

ایورویدک مجرّبات

لیوکوریا یعنی سیلان الرحم:۔ اِس بیماری میں عورتوں کے نیچے کی طرف سفید مادہ خارج ہوتا رہتا ہے جس سے عورتیں بے حد کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور بیسیوں امراض کا شکار بنتی ہیں اِس مرض میں اندام نہانی کو ہر روز صبح و شام گرم پانی ایک سیر میں دو تولہ سہاگہ کھیل کیا ہوا یعنی بورک ایسڈ حل کر کے بذریعہ اینیما یا پچکاری اندام نہانی کو دھوتے رہنا چاہیئے۔ اور مندرجہ ذیل نسخوں میں سے کوئی نسخہ کھلانا چاہیئے۔ بہت جلد آرام آ جائیگا۔

"موچرس۔ سپاری۔ طباشیر۔ نشاستہ۔ گل مختوم۔ گل سرخ۔ مازو سبز۔ بلیلہ۔ بلیلہ۔ آملہ ہر دو اچھ ماشہ۔ موصلی سیاہ۔ موصلی سفید۔ ایک ایک تولہ۔ پوست انار نو ماشہ۔ بہی پھل اور میٹھے انار کا پانی پندرہ پندرہ تولہ۔ تمام کو علیحدہ علیحدہ باریک پیس کر بہی اور انار کا پانی ملاویں۔ تاکہ تمام دوائیں مل جائیں۔ پھر نبات اور شہد اس قدر ہموزن لیکر تمام دوائیوں میں ملاویں کہ معجون بن جائے (خاص وزن کوئی مقرر نہیں) روزانہ کو یا صبح یہ معجون مریضہ کو ایک تولہ کھلایا کریں"۔

دوسرا نسخہ:۔ مغز خستہ آم۔ مغز خستہ جامن۔ پکھان بید۔ رسوت پیلیں۔ موچرس۔ زعفران۔ اتیس۔ سونٹھ بیلگری۔ لودھ۔ گیرو۔ کائیپھل۔ مرچ سیاہ۔ سونٹھ۔ اندرجو۔ صندل سرخ پوست درخت جھاؤ۔ جواسہ۔ دھاوا کے پھول۔ کیلہ کے پھول۔ سنبھل کے پھول۔ ملٹھی۔ تمام ادویات ہموزن لیکر باریک کوٹ پیس لیں۔ اور چھان کر سفوف بنا لیں۔ ہر روز نو ماشہ صبح اور نو ماشہ شام کو یہ دوا کھلا کر اوپر سے اُبلے ہوئے چاولوں کے پانی میں مناسب شہد ملا کر پلا دیا کریں۔ پرانے سے پرانا لیکوریا فوراً دور ہوگا۔

تیسرا نسخہ:۔ پوست انار کوٹ کر اور پھٹکری مناسب ملا کر چار گنا پانی میں اُبال کر اس پانی کو چھان کر صبح و شام اندام نہانی میں پچکاری یا اینیما کرنے سے بہت جلدی آرام آتا ہے۔

اسقاط حمل:۔ ایام حمل میں کمال احتیاط سے رہنا چاہیئے۔ ذراسی چوک ہو جانے سے خوفناک تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اِس سے بڑی تکلیف دہ اور خوفناک بات جو حاملہ عورتوں کو

پیش آتی ہے وہ اسقاط حمل ہے جس سے کہ زندگی اور موت کا سوال سامنے آجاتا ہے۔ بچے کا جننا تو کجا۔ حاملہ کی زندگی سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اگر وہ کسی طرح بچ بھی نکلے۔ تو پھر حمل کا قرار پانا بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور پھر حمل غالباً اُسی ماہ میں گرجاتا ہے جس ماہ کہ پہلے گرا تھا۔ اور پورے مہینوں کا حمل ہوکر بچہ جننا ایک ناممکن امر ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت میں یعنی جب اسقاط حمل کا خوف درپیش ہوجائے تو مریضہ کو چت آرام سے لیٹنے کی ہدایت کریں۔ چلنے پھرنے سے منع کردیں۔ سرد یا برف ملے ہوئے پانی میں کپڑا تر کرکے اندر رکھوائیں۔ ناف کے نیچے اور پیڑو پر بھی سرد پانی میں تر کیا ہوا کپڑا رکھیں۔ کوئی گرم غذا یا گرم دودھ یا گرم پانی ہرگز نہ دیں۔ اور مندرجہ ذیل نسخہ جات کا استعمال کرائیں:۔

(۱) کیسر ۹ ماشہ۔ سنگھاڑا ۹ ماشہ۔ بداری قند۔ اسگندھ۔ کنول کا کیسر (یعنی پھول کے اندر کے ریشے) نیلوفر۔ ارنڈ کی جڑ۔ ستاور ہر ایک چار چار ماشہ لیکر جوکوب کرکے آدھ سیر دودھ اور ایک پاؤ پانی ملاکر جوش دیں۔ جب پاؤ بھر باقی رہ جائے تو چھان کر سرد کرکے چینی ملاکر پلائیں۔

(۲) کیسر۔ سنگھاڑا۔ کنول کی جڑ۔ نیلوفر۔ ملٹھی۔ ان سب کو گھوٹ کر چینی ملاکر دودھ کے ساتھ پلائیں۔ اور غذا دودھ چاول دیں۔

(۳) دھنیا۔ رسوت۔ لودھ۔ ملٹھی ہر ایک ۹ ماشہ۔ آدھ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب نصف سیر باقی رہے۔ تب مل چھان کر سرد کرکے پلائیں۔ تو تین روز میں اسقاط حمل کا خوف دور ہوکر حمل قائم ہو جائیگا۔

(۴) بانسہ کی چھال۔ صندل سرخ۔ سیندھا نمک۔ دودھ کے ساتھ باریک پیس کر گھی اور شہد ملاکر پلائیں۔

(۵) بیخ نیلوفر دو تولہ۔ دودھ میں پکاکر شہد و گھی و چینی ڈال کر پلائیں۔

(۶) بیخ کنول۔ بیخ نیلوفر۔ تل سیاہ۔ ایک ایک تولہ۔ باریک پیس کر شہد و چینی ایک ایک تولہ ملاکر کھلائیں۔

(۷) اگر خون جاری ہونے سے پہلے ایک کرنجوہ میں سوراخ کرکے ریشم کا ڈورا ڈال کر حاملہ کی کمر سے اسطرح باندھیں۔ کہ کرنجوہ ناف کے نیچے یا اُسکے بالمقابل پیٹھ کی جانب ریڑھ کی ہڈی کیساتھ ملا ہوا رہے تو حمل محفوظ رہتا ہے۔

(۸) بھنورے کے گھر کی مٹی۔ مونگرے کے پھول۔ لاجونتی۔ گل دھاوا۔ گیرو۔ رسوت۔ رال

ان میں سے جس قدر مل سکیں ہموزن کوٹ چھان کر سفوف بنالیں۔ اور شہد میں ملا کر چٹائیں ۔

(۹) کمہار برتن بناتے وقت جو مٹی ہاتھوں سے اتار اتار کر برتن میں جمع کرتا ہے۔ یا جس برتن کا وہ پانی استعمال کرتا ہے۔ اس برتن میں جو مٹی پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے۔ وہ مٹی بقدر چار ماشہ لیکر ایک پاؤ بکری کے دودھ میں گھول کر دو ماشہ شہد ملا کر چٹائیں۔ تو گرتا ہوا حمل رک جاتا ہے ۔

نیز جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اگر ایک دفعہ اسقاط حمل ہو چکا ہو۔ تو جس ماہ میں پہلی بار اسقاط حمل ہوا ہے۔ اسی ماہ میں دوسری بار بھی ہوگا۔ ایسی حالت میں مندرجہ ذیل نسخہ جات کا استعمال کرائیں۔ ہر ایک ماہ کے لئے علیحدہ نسخہ لکھا جاتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھیں۔ کہ اگر اسقاط پہلی بار ہونے والا ہے تو جس ماہ میں ایسا ہوگا۔ اسکے مطابق استعمال کریں۔ اسقاط ہونے سے پہلے علامات ذیل ظاہر ہونگی۔ پیٹ میں درد۔ اندام سے پانی گرنا۔ بے چینی۔ چہرہ و آنکھیں سرخ و زرد۔ گرانی سر و لرزہ۔ قعر چشم میں درد۔ رحم میں درد۔ گرانی پشت و تہیگاہ و پیرو و پستانوں کا لاغر ہونا وغیرہ ۔

(۱) اگر پہلے ماہ میں اسقاط ہوتا ہے تو ملٹھی۔ کشمش۔ صندل سرخ۔ صندل سفید۔ ہموزن لیکر سفوف بنائیں۔ اور ہر روز تین ماشہ پانی کے ساتھ باریک گھوٹ چھان کر دودھ گاؤ مادہ۔ اور مصری ملا کر پلایا کریں ۔

(۲) اگر اسقاط دوسرے ماہ میں ہوتا ہے۔ تو اس ماہ میں ناگ کیسر کا دو ماشہ سفوف ہر روز گاؤ مادہ کے دودھ کے ہمراہ بوقت صبح کھلایا کریں۔ اور اگر درد ہو۔ تو تگر۔ نیلوفر۔ بلگری۔ ایک ایک ماشہ۔ کافور ایک رتی۔ بکری کے دودھ کے ساتھ پیسکر شیر گاؤ مادہ ملا کر مصری ڈال کر پلاویں

(۳) اگر اسقاط تیسرے ماہ میں ہوتا ہے۔ تو ناگ کیسر دو ماشہ۔ مصری ۶ ماشہ۔ ہر روز بوقت صبح دودھ کے ساتھ کھلائیں۔ اگر درد ہو تو میوہ۔ صندل سفید۔ اسگندھ بالا۔ شاخ نیلوفر۔ ایک ایک ماشہ۔ پانی کے ساتھ پیس کر دودھ میں ملا کر کھلاویں ۔

(۴) اگر چوتھے ماہ میں اسقاط ہوتا ہو۔ تو کیلہ کی جڑھ۔ کنول گٹہ۔ اسگندھ بالا ہموزن لے کر اور سفوف بنا کر بمقدار ۳ ماشہ پانی کے ساتھ باریک پیس کر دودھ ملا کر پلائیں۔ اس ماہ میں اگر اسقاط ہوتا ہو۔ تو پیاس لگتی ہے۔ درد و جلن اور بخار ہوتا ہے ۔

(۶) اگر چھٹے ماہ میں اسقاط ہوتا ہو۔ تو گیرو۔ جنگلی اپلوں کی راکھ۔ کالی مٹی۔ ہر ایک ۳ ماشہ آدھ سیر دودھ میں ڈال کر جوش دے لو۔ جب پاؤ بھر رہ جاوے۔ تو نیچے اتار کر چھان کر ٹھنڈا کر کے دودھ ڈال کر پلائیں۔ یا دودھ میں صندل سفید اور مصری ملا کر استعمال کرائیں ۔

(۷) اگر ساتویں ماہ میں اسقاط ہوتا ہو۔ تو خس۔ گوکھرو۔ ناگرموتھا۔ لاجونتی۔ ناگ کیسر پدماکھ ہر ایک تین ماشہ اور جملہ ادویات کے برابر مصری لیں۔ اور سب کا سفوف کر کے تین ماشہ دودھ کے ساتھ کھلادیں۔

(۸) اگر آٹھویں ماہ میں اسقاط حمل کا خوف ہو۔ تو لودھ۔ اور پیپل کا سفوف تیار کر لیں۔ اور اس میں سے دو ماشہ کو شہد اور دودھ کے ساتھ ملا کر کھلادیں۔

وہ دوا جو کہ کل امراض حاملہ کو مفید ہے

جائیفل۔ سہاگہ۔ سونٹھ۔ مرچ سیاہ۔ پیپل۔ گندھک مصفیٰ۔ شنگرف مصفیٰ برابر وزن یکجا لیموں کے رس میں ایک روز کھرل کر کے ایک ایک رتی وزن کی گولیاں بنالیں۔ اور ادرک کے رس یا گرم پانی یا دودھ سے یا جیسا مناسب ہو۔ ایک یا نصف گولی حاملہ کو کھلائیں۔

اسگندھ بالا۔ سونا پاٹھا۔ صندل سرخ۔ کھریٹی۔ دھنیا۔ گلو۔ ناگرموتھا۔ خس۔ جواسا۔ شاہترہ اتیس۔ ان سب کا جوشاندہ حاملہ عورت کے اسہال و سنگرہنی و بخار و اجرائے خون اور درد رحم کو مفید ہے۔

اسگندھ بالا۔ اتیس۔ ناگرموتھا۔ موچرس۔ اندرجو۔ ان کا جوشاندہ حاملہ کے اجرائے خون اور درد شکم کو مفید ہے۔

اسقاط حمل مندرجہ ذیل نسخہ نہایت ہی مفید ہے:۔ کستوری ایک ماشہ۔ طباشیر ۳ ماشہ زعفران ۴ ماشہ۔ گل سرخ ۴ ماشہ۔ تخم ونتر گیارہ عدد۔ برگ تلسی ۲ تولہ۔ بسباسہ ۲ تولہ۔ برگ سہدئی چار تولہ۔ سب ادویات کو اچھی طرح کوٹ چھان کر گولیاں بقدر دانہ نخود بنالیں۔ اور از ابتدائے حمل تا ایک ہفتہ ایک گولی صبح ایک دوپہر اور ایک شام کو کھلائیں۔ پھر چالیس روز تک صبح و شام۔ اور پھر وضع حمل تک صرف ایک ایک بار کھلائیں۔ اور جب بچہ پیدا ہو۔ تو اس کو بقدر دانہ باجرہ کے دیکر اوپر سے دودھ پلا دیا کریں۔ تاوقتیکہ بچہ دودھ پینا نہ چھوڑ دے۔ اسی طرح اس کو کھلاتے رہیں

دمہ بلغمی ضیق النفس:۔ ایک قسم کی توری تلخ کی بیل آویزاں ہو کر توری اس کی بقدر آدھ بالشت لمبی اور دیسی پھلی کیلہ کے برابر موٹی جا بجا بیل میں لٹکا کرتی ہیں۔ مثل نیم نہایت تلخ ہوتی ہیں۔ سبز و پختہ شدہ خواہ سوکھی ہوئی درخت سے لیں۔ تو رات کو تین چھٹانک پختہ دودھ خام بکری کے اندر کسی پیالہ چینی یا کانچ میں ایک توری بھگو چھوڑیں۔ صبح کو بہت ملنے کی حاجت نہیں۔

توری کو ہاتھ سے پکڑ کر نچوڑ دیں۔ تین تولہ بورا چینی اسمیں ملا کر نوش کر جاویں۔ اور اوپر سے فوراً آدھ پاؤ پختہ بورا یعنی چینی پھانک لیں۔ چند منٹ کے بعد ایک قے ہوتی ہے جس میں بہت جمے ہوئے مواد نکلتے ہیں۔ اور پھر بفاصلہ چند چند منٹ دو تین اور قے ہوتی ہیں (جس توری کا اس نسخہ میں ذکر ہے۔ اس کو بن توری یا جنگلی توری بھی کہتے ہیں)۔

جب یہ دوائی جاوے۔ ایک گھنٹہ پہلے صبح کو ڈیڑھ پاؤ پختہ دودھ خام ۲ تولہ بورہ چینی ڈال کر پہلے ۲ ماشہ اسپغول مسلم پھانک بعد میں نوش کریں۔ تاکہ قے آنے میں آسانی رہے۔ اور ایک دن اس سے پہلے بھی بہت مرغن غذا اور دودھ اور ملائی بہت استعمال کریں۔ اور دودھ چاول گھی ملا ہوا خوب کھا کر طبیعت کو نرم کر چھوڑیں۔

استعمال اس دوا کے لئے موسم چیت یا اسوج اچھا ہے بشرطیکہ مرض ہیضہ وہاں یا قریب قریب نہ ہو۔ حاملہ عورات یا جو نہایت گرم مزاج ہوں۔ یا ایسی کمزور مریض جو قے کو برداشت نہ کر سکیں۔ اس دوا کو استعمال نہ کریں۔

خدا کے فضل سے یہ مادہ خوب طرح پھیپھڑہ سے الگ ہو کر خارج ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ بعض کے سینہ سے جمے ہوئے غلغہ مثل غلولہ یا چھیچھڑے یا چھپکلی یا بشکل مخروطی نکل کر طبیعت ہلکی پھول ہو جاتی ہے۔ جب دو تین قے آچکیں۔ تب ایک دفعہ دودھ بکری یا جوشیدہ سرد کیا ہوا دو تولہ۔ بورا چینی ملا کر پی لیں۔ اور اس کے ایک گھنٹہ بعد مغز کدو چھ ماشہ۔ الائچی خورد کے دانہ اور ایک ماشہ خشخاش ۴ رتی گوند کتیرا۔ دو تولہ پانی میں یا دو تولہ عرق گاؤزبان میں گھوٹ کر دو تولہ مصری گوندہ اور ایک تولہ شربت انجبار اور چھ ماشہ شربت خشخاش ملا کر چاٹ لیں۔ اس سے ایک گھنٹہ کے بعد کھچڑی۔ دال مونگ دھلی ہوئی اور چاول جس کے اندر گھی درمیانہ پکا ہوا نمکین بنا کر بیشک کھائیں۔ اول تو دوسری دفعہ حاجت نہیں ورنہ کچھ بقیہ معلوم ہو تو پندرہ یا بیس یوم کے بعد یا ایک ماہ کے بعد ایسا ایک دفعہ پھر کر چھوڑیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ترشی ہر قسم اچار و چھاچھ۔ جغرات وغیرہ اور تیل کی شے اور چپڑی ہوئی روٹی اور چربی والا گوشت اور دانہ بریاں۔ پانچ اشیاء سے اس مرض والا کو ایسا خوف چاہیئے جیسے شیر سے بکری کو بینگن اور میتھی و دال موٹھ اور جو سخت گرم اور خشک اشیاء ہیں۔ بغیر آمیزش کافی روغن زرد کے بہت کچھ نقصان کرتی ہیں۔ اور یہ دعاء ان بیماروں کی جو چاول یا گوشت میتھی بینگن یا گرم اشیاء بخوبی ہضم کر لیتے ہوں نہایت مفید اور قاطع ہے۔ یا جو پہلے پہلے استعمال شیر و اسپغول۔ دودھ چاول وغیرہ اشیاء سرد تر سے ہفتہ دو ہفتہ کے اندر طبیعت کو نرم کر لیں۔ ڈرنا نہیں چاہیئے کہ کوئی زہریلی شے نہیں صاف دوائی

ذیابیطس کے لئے نہایت مفید ہے:۔ تخم کوہ یعنی کاہو کا بیج ۔ خار خسک ۔ پھلی ببول یعنی کیکر کہ جس میں ابھی بیج نہ بنے ہوں ۔ ببول کی جڑ کا چھلکا ۔ ببول یعنی کیکر کا گوند ہر ایک چیز ایک تولہ کاسنی چار تولہ ۔ تخم خرفہ دو ماشہ ۔ الائچی خورد ۔ طباشیر یعنی بنسلوچن ۔ ست سلاجیت ۔ ست گلو کافور خالص ہر ایک دو ماشہ ۔ خاکستر خار ببول ایک تولہ ۔ تمام کو کوٹ پیس کر ملا لیں ۔ اور دو تین ماشہ سفوف روز رات کو شیرہ برگ بید کے ساتھ کھایا کریں ۔

سنگرہنی کے لئے مفید ہے:۔ سنگ بصری کے چار تولہ کے ٹکڑے کو کوئلوں میں سرخ کر کے عرق گلاب میں سات مرتبہ بجھائیں ۔ جاوتری ایک ماشہ ۔ دارچینی ایک ماشہ ۔ تمام کو علیحدہ علیحدہ باریک پیس کر ملا لیں ۔ ہر روز کھچڑی کھلا کر بعد میں ایک ماشہ یہ سفوف پان میں ڈال کر کھلایا کریں ۔ بہت مفید ہے ۔

قبض اور درد معدہ کے لئے نسخہ:۔ ایلوا یعنی مصبر ۔ مصطگی رومی ۔ عصارہ ریوند ہر ایک تولہ تولہ ۔ علیحدہ علیحدہ باریک پیس کر ملا لیں ۔ اور اس قدر پانی ملا دیں ۔ کہ گولیاں بندھ سکیں ۔ سیاہ مرچ کے برابر گولیاں بنا لیں ۔ برائے قبض ایک ۔ درد معدہ و نفخ کے لئے دو گولیاں گرم پانی کے ساتھ کھلا دیں ۔

جریان احتلام اور کمزوری کے لئے نسخہ:۔ کھانڈ دیسی دو چھٹانک بڑ یعنی برگد کے دودھ میں خوب تر کریں مصطگی رومی چھ ماشہ ۔ موصلی سفید ایک تولہ ۔ ثعلب مصری دو تولہ ۔ شقاقل گل پستہ ۔ گل سپاری ۔ بہمن سفید ۔ بہمن سرخ ۔ گوند ببول ہر ایک چھ ماشہ ۔ تخم املی یعنی تمر ہندی کے بیج چھلے ہوئے ایک تولہ ۔ تمام کو باریک کوٹ پیس کر دیسی کھانڈ کہ جس میں برگد کا دودھ ملا ہوا ہو ۔ اسمیں خوب تمام ادویات کو ملا لیں اور چھ ماشہ یا نو ماشہ سفوف ہر روز رات کو کھلا کر اوپر سے گائے کا گرم دودھ پلا دیا کریں ۔ پرہیز ۔ استری سنگ ۔ ترشی اور تیل سے ۔

نسخہ برائے تحلیل مسّہ بواسیر:۔ اجوائن خراسانی ۔ اجوائن دیسی ۔ کرفس کمیلہ تمام ادویات ہموزن لے کر کوٹ پیس کر اس قدر مکھن میں ملا دیں ۔ کہ مرہم سا بن جائے ۔ ہر روز مسّوں پر لگائیں مرجھا کر گر جائیں گے ۔

بواسیر خونی:۔ سنگجراحت ایک تولہ کو دس تولہ بھنگ کے نغدہ میں رکھکر پندرہ سیر اوپلوں کی آگ دیں ۔ سرد ہونے پر نکال کر پیس لیں اور برابر کی مصری پیس کر ملا لیں ۔ خوراک تین ماشہ پاؤ بھر گائے کے دودھ کے ساتھ ۔ خون فوراً بند ہو جائے گا ۔

پیاروں کی دُنیا

ایک پریم پتر

ہر روز سچے پریم اور شردھا سے بھرے ہوئے میرے پریمیوں کے بہت سے خط آتے رہتے ہیں اُن میں سے ایک خط ذیل میں شائع کرتا ہوں۔ محض اِس لئے تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ جوگی بھارت پُتروں کے دِل میں کیا درجہ رکھتا ہے۔ ایڈیٹر

"میری آتما میں نواس کرنیوالے صُوفی جی

نمشکار۔ مَیں رسالہ "مستانہ جوگی" کا پندرہ سال سے خریدار ہُوں۔ اِس عرصہ میں ہندی۔ اُردو۔ اور انگریزی کے اَور رسالوں کا بھی خریدار رہا ہُوں۔ اُن میں سے شاید ہی کوئی وقت پر ملتا رہا ہوگا۔ کئی رسالے چند ماہ زندہ رہ کر بند ہو گئے۔ اور میرا چندہ بھی ہضم کر گئے۔ بہت خط لکھے لیکن جواب تک اُنہوں نے نہیں دِیا۔ موجودہ زندہ رسالے بھی پڑھا کرتا ہوں۔ نہ اُن کی کچھ پالیسی ہے نہ باقاعدگی۔ اور نہ دِلچسپی۔ ایسے تاریک حالات میں بھارت ورش میں صرف اکیلا رسالہ "مستانہ جوگی" ہی نِکل رہا ہے۔ کہ جس کے پرچہ میں اِس قدر دِلچسپ اور ٹھوس معلومات ہوتی ہیں۔ کہ ہر لفظ بذات خود بہت ہی قیمتی معلوم دیتا ہے۔ اِنسان کے لئے دُنیوی اور رُوحانی جن باتوں کی واقفیت ضروری ہوا کرتی ہے۔ تمام اِس میں موجود پاتا ہُوں مَیں نے رسالہ کی بدولت زندگی میں بیشمار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میری کامیابی کا راز صرف "مستانہ جوگی" ہے۔ میری اِستری اَور بالک ہمیشہ اِس کا پاٹھ کرتے ہیں۔ مَیں نے اپنی پیاری کنیا کو پچھلے سال بیاہا تھا۔ تو دو سال کے رسالوں کا فائل اُس کو ساتھ دیا تھا تاکہ پردہ میں رہنے والی کنیا گھر بیٹھے سنسار بھر کی باتوں سے واقف رہے۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ کی کامیابی کا یہ زندہ ثبوت ہے کہ ہندوستان بھر کے رسالے رسالہ "مستانہ جوگی" کی نقلیں کرنے لگے ہیں لیکن پھر بھی اصل اصل ہی ہے۔ "مستانہ جوگی" کو پڑھتے پڑھتے وجد کا عالم طاری ہو جاتا ہے "جوگی" کے ہر صفحہ پر پاٹھکوں کو ترکش آپ کی آتما کے درشن ہوتے ہیں۔ اور آپ کا ہر پریمی ایسا ہی محسوس کرتا ہے۔ گویا ہر ماہ آپ خود اُن کے پاس آکر اُپدیش دے رہے ہیں۔ "جوگی" کے نہ سرد پڑنے والے سچے پریم کا مجھ کو پندرہ سال سے اِحساس ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہ تاریخ مقررہ سے کبھی بہت پہلے مِل جاتا ہے۔ میرا یہ دعوےٰ ہے کہ ہندوستان بھر میں کوئی رسالہ یا قیمتی سے قیمتی کوئی کتاب کسی قیمت پر بھی نہیں مِل سکتی۔ کہ جس میں ایک سال جتنی بھی تو واقفیت ہو۔ صرف تین روپے سالانہ چندہ میں

یہ انمول رتن جو آپ بکھیر رہے ہیں۔ آنے والی نسلوں کے لئے بیقیمتی جائیداد ہوگی۔ کہ جس کو کوئی کسی قیمت پر بھی بیچنا پسند نہیں کریگا۔ آپ مایوس نہ ہوں۔ مَیں آج سے پرن کرتا ہوں۔ کہ ہر ماہ ضرور دو نئے خریدار "جوگی" کے بنایا کروں گا۔ اور ایسے لوگ جو مجھ سے رسالہ مانگ کر پڑھا کرتے تھے اُن کو نہ دیا کروں گا۔ اور پریرنا کروں گا۔ کہ وہ اس کو خرید کر پڑھا کریں "

آپکا تچھ داس

جنگ بہادر سرِیواستویہ - از مونگیر

مورخہ ۲۸- جنوری ۱۹۲۸ء

ایک ہزار روپیہ انعام

میرے پیارے "جوگی" کی اشاعت بڑھانے میں جو بے نظیر سرگرمیوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ اُن سے متاثر ہو کر میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ پندرہ ۱۵ مارچ سے جو پیارا دو ۲ نئے خریداروں کا سالانہ چندہ دفتر میں بھجوا دیگا۔ میں اُن کو بطور پریم پرساد کے اپنی تازہ تصنیف

پراچین بھارت کی گپت وِدیائیں

نامی کتاب کہ جس میں نصف درجن عکسی تصویریں ہیں مفت نذر کرونگا۔ اِس لاجواب اور معلومات سے پُر کتاب کی قیمت دو ۲ روپیہ ہے۔ ہزاروں سال پراچین بھارت کے رشی منیوں کی تحقیقاتوں کا نچوڑ ہے۔ کہ جن سے موجودہ سائنس پیدا ہوئی ہے۔ اگر آجتک اِس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ تو آج ہی دو ۲ نئے خریداروں کا سالانہ چندہ دفتر "مستانہ جوگی" میں بھیجکر اِس کتاب کو مفت منگا لیں۔ ایک ہزار روپے کی کتابوں کو پیاروں میں مفت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

آپکا پریم آتما۔ صوفی لچھمن پرشاد

ہمالہ فارمیسی کا دورِ جدید

ایورویدک میں انقلابِ عظیم

میری زندگی کے دو مشن ہیں۔ ایک تو رسالہ "مستانہ جوگی" کے ذریعہ انسانوں کی روحانی اور دُنیوی ترقی دوسرے ایورویدک کے نایاب نسخوں کے ذریعہ لوگوں کو خوفناک امراض سے نجات دلانا۔ سولہ سال کی مسلسل محنت کے بعد مجھ کو دونو کاموں میں بہت کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ جن پیاروں کو روحانی یا دُنیوی فائدے ہوئے ہیں وہ ملک کے ہر حصہ میں آپ کو بکثرت ملیں گے +

جس طرح میں رسالہ کو بالکل نرالی شان پر لے آیا ہوں۔ اسی طرح "ہمالہ فارمیسی" کو بھی لانا چاہتا تھا اب جنوری ۱۹۲۵ء سے "ہمالہ فارمیسی" کا علیٰحدہ عملہ مقرر کر دیا ہے۔ کام کرنیوالوں کی تعداد بڑھا دی ہے۔ ہر دوا کا وزن بڑھا دیا ہے قیمت وہی رکھی ہے۔ اور کئی نہایت اعلیٰ دوائیوں کا اضافہ کر دیا ہے جو پیارے پہلے بھی "ہمالہ فارمیسی" سے دوا منگا چکے ہیں۔ اگر اب منگائینگے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ ایشور کی کرپا سے آپ پیاروں کی "ہمالہ فارمیسی" دُنیا بھر کے چیدہ دواخانوں کی نسبت خوبصورتی اور پُر تاثیر ادویات کے باعث ممتاز درجہ رکھتی ہے +

۱۔ سُرمہ جاگتی جوت

نام کو تو یہ سُرمہ ہے لیکن دراصل یہ چنبیلی۔ پوست۔ تل۔ جٹامنڈی نیتربالا اور بہت سی پہاڑی بوٹیوں کے پھولوں کا سفوف ہے کہ جو قیمتی اور پُر تاثیر بوٹیوں کے رس میں کھرل کر کے تیار ہوتا ہے "جاگتی جوت" کی ہر شیشی کی تیاری میں کئی سیر پھول صرف ہوتے ہیں۔ رشیوں کا یہ پراچین نسخہ ایورویدک کے کمال کی نشانی ہے۔ دُنیا کی کوئی بھی آنکھوں کی دوا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بینائی کی کمزوری۔ رتوندا۔ مائی اوپیا۔ ککرے یعنی رُتے۔ آنکھوں کا دُکھنا۔ آنکھوں کی سُرخی۔ نیا موتیا بند۔ آنکھوں سے پانی بہنا۔ ناخونہ۔ کم دکھائی دینا۔ دُھند۔ غبار۔ پڑبال عینک کی عادت وغیرہ اسکے استعمال سے پُر حیرت طریقہ سے دُور ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں کی تمام امراض کے لئے یہ لاثانی دوا ہے۔ ایورویدک کی نشانی کو قائم رکھنے کے لئے ہر سال اس کے اجزا پہاڑوں اور میدانوں سے نہایت تکلیف سے جمع کر کے تیار کراتا ہوں۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ +

۲۔ شدھ گندھک کا تیل

صدیوں سے یہ ضرب المثل مشہور چلی آتی ہے کہ "پارا سارا مرے اور گندھک تیل نہ دے" لیکن صرف ایورویدک سائنس نے ہی اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ گندھک کا تیل دنیا نے صرف نام سن رکھا تھا۔ ایورویدک سائنس کی کرپا سے اب ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ اپنی تمام زندگی کی محنت کے بعد اس کو بنانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ گندھک درحقیقت بارود کی ماں ہے۔ اس سے تیل بنانا جان پر کھیلنا ہے۔ شدھ گندھک کے تیل کی بنسبت خیال ہے کہ اس سے تانبا سونا بن جاتا ہے لیکن سونا کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ ہاں صحت کیلئے یہ ضرور کیمیا ثابت ہوتا ہے۔ اول درجہ کا مصفیٰ خون ہے۔ کوڑھ۔ آتشک۔ پھوڑا پھنسی کھجلی۔ بواسیر ہیضہ۔ پیٹ درد۔ دمہ۔ تپ دق۔ موسمی بخار۔ کھانسی۔ بدہضمی۔ جگر کی امراض کے لئے یہ لاثانی دوا ثابت ہو چکا ہے۔ خوراک ایک بوند سے صرف چار بوند تک مصری یا بتاشہ یا کھانڈ یا پان کے ساتھ کھالیں۔ داد یا کھجلی پر لگائیں۔ آرام آجاتا ہے۔ گندھک کی ایک شیشی پورے ہسپتال کا کام دیتی ہے۔ تیل کا رنگ اور بو بالکل گندھک جیسی۔ بچہ بھی دیکھکر کہہ اٹھے۔ کہ یہ تو خالص گندھک کا تیل ہے۔ ایسی قیمتی چیز اور قیمت محض رسالہ کے پریمیوں سے فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ ٭

۳۔ گوری

یعنی کونین کی قائم مقام "گوری موسمی بخاروں کی لاثانی دوا ہے۔ جلاب سے معدہ کو صاف کرکے اس کا استعمال کریں۔ فوراً بخار رک جائیگا۔ گوری بالکل بے ذائقہ دوا ہے۔ ایرا غیرا بچہ۔ بوڑھا۔ ہر ایک بخوشی اس کو کھا لیتا ہے۔ کونین جتنی ہی اسکی خوراک بھی ہے۔ لیکن گرمی خشکی یہ بالکل نہیں کرتی۔ کونین پندرہ بیس روپے پونڈ ہے۔ لیکن گوری کی ایک شیشی جسمیں دو چھٹانک کے قریب دوا ہوتی ہے۔ صرف ایک روپیہ چار آنے ہے۔ ایک شیشی بیسیوں بیماروں کے لئے کافی ہے۔ عورتوں کے سیلان الرحم میں دیں قطعی دور ہو جائیگا۔ بخار کے موسم میں صحت کی حالت میں اس کا روزانہ استعمال موسمی بخار سے بچاتا ہے۔ جو صاحب منگائیں۔ بیماروں میں مفت تقسیم بھی کریں۔ اسی لئے اسکی ایک شیشی کی قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ مقرر کردی ہے ٭

۴۔ اگن مندرا

نہایت خوش ذائقہ دوا ہے۔ باؤ گولہ پیٹ کا درد۔ بدہضمی۔ بھوک کا نہ لگنا۔ بدہضمی کے دست۔ قے ہیضہ کے لئے اکسیر ہے۔ اسکے استعمال سے اس غضب کی بھوک لگتی ہے۔ کہ آدمی بھوک سے بیتاب ہو جاتا ہے۔ خوراک دو چار رتی۔ جی متلاتا ہو۔ منہ میں ڈالتے ہی طبیعت درست ہو جاتی ہے۔ جہاز کے سفر میں استعمال کرنیسے طبیعت خراب نہیں ہوتی۔ مختلف علاقوں میں سفر کرتے رہیں۔ اسکے استعمال سے طبیعت درست رہے گی

اس میں ہڑ۔ آملہ۔ جنگلی پودینہ۔ املبید۔ جٹ زیرہ۔ جنگلی گلگل۔ پیا بانسہ۔ اجوائن۔ اندرائن اور دیگر بہت سی جڑی بوٹیوں سے نمک نکال کر شامل کئے گئے ہیں۔ وزن دوا قریباً تین اونس جو بیسیوں مریضوں کے لئے مفید ہے۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ/۱) ٭

۵۔ استری ماسک دھرم (رجسٹرڈ)

عورتوں کی بہت سی امراض کا باعث حیض کی خرابی ہے۔ اگر حیض یعنی ماہواری دقت سے آتا ہو۔ تھوڑا تھوڑا آتا ہو۔ بیقاعدہ آتا ہو۔ یا رک گیا ہو۔ اور اس کے باعث بھوک بند ہو۔ دل اداس رہتا ہو۔ چہرہ کی رونق اڑ گئی ہو۔ کمر میں درد رہتا ہو۔ اولاد ہونا بند ہوگئی ہو۔ سیسٹیریا کی شکایت رہتی ہو۔ تو فوراً حیض کی باقاعدگی کے لئے "استری ماسک دھرم" دوا منگا کر استعمال کرائیں۔ ایک ہفتہ میں ہی تمام خرابیاں رفع ہو جائینگی۔ حاملہ عورتوں کو یہ دوا ہرگز استعمال نہ کرائیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے

۶۔ سورن اگنی (رجسٹرڈ)

غم فکر۔ کم خوراکی۔ روحانی یا جسمانی صدمات۔ بڑھاپا۔ عیاشی سے نحیف سے نحیف جسم یا جریان احتلام سے عاجز آیا ہوا انسان اس دوا سے پندرہ سالہ برہمچاری کی طرح تندرست ہشاش بشاش اور جوش جوانی سے بھرپور ہو جاتا ہے۔ جریان۔ احتلام اور قبض دور ہوتا ہے اور بھوک زیادہ بڑھ جاتی ہے جسم بے عیب اور تندرست ہو جاتا ہے۔ ۴۲ گولیوں کی سالم شیشی کی قیمت صرف دو روپے ہے ٭

۷۔ روغن طلا

جو بدچلنی کے باعث کسی لائق نہیں ہے اور تندرست نوجوانوں جیسی حالت نہیں رہی۔ وہ بیرونی طور پر "سورن اگنی" کے ہمراہ "روغن طلا" کی مالش سے اندری کی تمام بیماریاں اور نقص بالکل دور کر سکتے ہیں جلن یا آبلہ نہیں پڑتا۔ بیرونی طور پر اس کا استعمال کرنے سے انسان دوبارہ جوانی کی خوشیوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت فی شیشی (ایک روپیہ)

۸۔ رتن مندرا

سمندری اور پہاڑی نباتات کے مرکب میں قیمتی رتنوں کا جوہر ہے ہر قسم کی خون کی خرابی۔ آتشک نیا ہو یا پرانا۔ نر ہو یا مادہ۔ اور چاہے کیسی قسم کا ہو۔ بغیر منہ آنے کے "رتن مندرا" کے استعمال سے جڑھ سے چلا جاتا ہے۔ اور دوبارہ ہرگز نہیں ہوتا۔ قیمت سالم شیشی صرف تین روپے (عہ/۳) ہے ٭

۹۔ موم کا تیل

دیسی موم کا خالص تیل بھی عجائبات سے ایک چیز ہے جن کو حکمت کا ذرا بھی شوق ہے وہ اس کے اوصاف سے بخوبی واقف ہیں۔ ویسے بھی ایک نایاب چیز ہے۔ ہر طرح کی جسم کی درد میں مالش کریں۔ پرانی سے پرانی درد فوراً دور

ہوگی۔ درد پسلی۔ گٹھیا۔ جوڑوں کا درد۔ نمونیا۔ ہر طرح کی چوٹ کے لئے یہ شرطیہ دوا ہے
اسکے لگانے سے زخم سے بہتا ہوا خون فوراً بند ہو جاتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں میدان جنگ میں
ہی کو پراچین وید استعمال کرتے تھے۔ اسکی ایک شیشی ہر وقت گھر میں رکھیں کسی وقت آپ کو یہ
عظیم فائدہ دیگا۔ ایک اونس کی شیشی کی قیمت صرف ایک روپیہ (عصم) ہے۔

۱۰۔ سوم رس

بچوں۔ بوڑھوں اور جوانوں کی طاقت کو بڑھاتا ہے۔ اور حافظہ کو
نہایت ہی تیز کر دیتا ہے۔ قیمت سالم شیشی صرف ایک روپیہ۔

۱۱۔ دمہ دور (رجسٹرڈ)

کہتے ہیں۔ کہ دمہ دم کے ساتھ ہے۔ لیکن دمہ دور کی پہلی خوراک
ہی پینے سے دمہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مریض پہلی دفعہ آرام
کی نیند سوتا ہے۔ سالم شیشی استعمال کرنے سے دمہ کی مرض دور ہو جاتی ہے۔ چار اونس کی
شیشی کی قیمت تین روپے ہے۔

۱۲۔ کان رکھشک (رجسٹرڈ)

کان کا بہنا۔ کم سنائی دینا۔ کان کا درد کرنا۔ کان کا پھوڑا
پھنسی و دیگر تمام کان کی امراض اس کے استعمال سے جاتی
رہتی ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ (عصم)۔

۱۳۔ منگل مندرا

سوزاک نیا ہو یا پرانا۔ مریض درد سے بیحال ہو۔ "منگل مندرا" کے
استعمال سے فوراً آرام آنے لگتا ہے۔ پیپ بہنی بند ہو جاتی ہے۔
درد موقوف ہو جاتا ہے۔ زخم راضی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر عمر بھر سوزاک نمودار نہیں ہوتا۔ سوتے
وقت "منگل مندرا" کے ہاتھ پاؤں پر چند قطرے لگانے سے مچھر۔ پسو۔ کھٹمل وغیرہ قریب نہیں
آتے۔ بچوں کی پاخانہ کی جگہ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ اور حیوانوں کے خراب زخم اسکے لگانے سے
تندرست ہو جاتے ہیں۔ آگ سے جلے مقام پر لگانے سے آرام آجاتا ہے۔ اور ٹھنڈک پڑ جاتی
ہے۔ باوجود اس قدر اوصاف ہونیکے سالم شیشی کی قیمت صرف دو روپے (عـ۲) رکھی گئی ہے

نوٹ:۔ سالم شیشی سے کم دوا ارسال نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی کسی دوا کا نمونہ مفت بھیجا جاتا ہے
دوائیں منگاتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ محصول ڈاک و پیکنگ ہمیشہ بذمہ خریدار ہوتا ہے

تمام خط و کتابت اس پتہ پر ہونی چاہیے

مینجر دی "ہمالہ فارمیسی" فورٹ لائن ہیرا منڈی لاہور

جوگی
کے
روشن ستارے

اوڈیا کی اندھیری رات جو کہ میرے وطن پر طاری ہے۔ اُس میں اُجالا کرنے والے اور بھولوں ہوؤں کو راہ بتانے والے وُہ روشن ستارے ہیں۔ جو کہ جوگی کی جوت کو بجھنے نہیں دیتے۔ اور اپنے اُتساہ سے بھارت ورش کے کونے کونے میں اِس روشنی کو پہنچانے کا یتن کرتے رہتے ہیں۔ یہ ہی ہیں وُہ کہ جن کے مقدّس نام میرے خون سے لکھّے جاتے ہیں۔ جن کو میرے خون کا ہر قطرہ سمرن کرتا رہتا ہے۔ سولہ سال سے جوگی کی جس جوت کو میں نے جلائے رکھّا ہے۔ اُس کو یہ پیارے بجھنے نہیں دینا چاہتے۔ ہر ماہ ایسے پیاروں کے ناموں کے درشن میرے تمام پیارے ہر ماہ کرتے رہتے ہیں۔ اِس دفعہ پریم تیرتھ کے مندرجہ ذیل یاتریوں نے جوگی کی جوالا پر پریم کے پُشپ چڑھائے ہیں۔ آپ ان پریم پجاریوں کے شُبھ ناموں کو سمرن کرکے اپنے ہردے ٹھنڈے کریں۔ ۲۰۔ فروری

تمک کی یہ فہرست ہے۔ اسکے بعد کی فہرست "منتی کے جوگی" میں پڑھیں۔

آپکا پریم آتما۔ ایڈیٹر

نمبر شمار	شبھ نام خریدار دہندہ			تعداد خرید
۱-	شریمان دینا ناتھ جی	از لاہور	...	ایک ،،
۲-	،، پراگی لال جی	،، بنی نگر	...	ایک ،،
۳-	،، چوکھا رام جی	،، ڈیرہ اسمٰعیل خان		ایک ،،
۴-	،، راجہ رام جی	،، ٹوڈلمنٹو	...	ایک ،،
۵-	،، چھٹن لال جی	،، بدایون	...	ایک ،،
۶-	،، بہاری پرشاد جی	،، لکھنؤ	...	ایک ،،
۷-	،، نانک چند جی	،، جے پور	..	ایک ،،
۸-	،، راؤ رتن سنگھ جی	،، ساد آباد	...	ایک ،،
۹-	،، جے۔پی۔ ورما جی	،، رودر پور	...	ایک ،،
۱۰-	،، رُوپ لال جی	،، کٹنگی	...	ایک ،،
۱۱-	،، فقیر چند جی	،، دھوم نگر	..	ایک ،،
۱۲-	،، بندیشری دیال جی	،، بنارس	...	دو ،،
۱۳-	،، گنگا ناتھ جی	،، ادھم پور	...	ایک ،،
۱۴-	،، بہاری لال جی	،، لبسولی	...	دو ،،
۱۵-	،، رنگ راج پرشاد جی	،، حیدر آباد دکن	...	ایک ،،
۱۶-	،، رام چندر جی	،، ہردوئی	...	ایک ،،
۱۷-	،، رام شنکر لال جی	،، الہ آباد	...	ایک ،،
۱۸-	،، شیو پرشاد جی	،، نینی تال	...	ایک ،،
۱۹-	،، مہتہ رام نرائن جی	،، کمالیہ	...	ایک ،،
۲۰-	،، پرتھو دیال جی	،، شاہجہان پور	...	ایک ،،
۲۱-	،، نرائن سنگھ جی	،، دیونی	...	ایک ،،

چھپا [illegible] شمشیر پریس [illegible] لاہور [illegible] باہتمام [illegible] سنگھ [illegible]
[illegible] پرشاد [illegible] دفتر [illegible] جوگی [illegible] سے شائع ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۸۳ سب سے زیادہ چھپنے والا سستا اور ہر دلعزیز رسالہ

گاہ بگاہ میں بام دنیا پر تماشا دیکھتا بادشاہ دنیا کے مہرے ہیں مری شطرنج کے	گاہ بگاہ میں دشمنوں سی بگڑتا ہوں صدا دل لگی کی چال ہے سب رنگ صلح و جنگ کے

دینی۔ دنیوی۔ روحانی اور جسمانی معلومات وغیرہ

رسالہ

مستانہ جوگی

لاہور

مالک و ایڈیٹر صوفی لچھمن پرشاد

جلد ۱۶ | مئی ۱۹۲۸ء | نمبر ۵

قواعد

۱۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ تک رسالہ خریداروں کو مل جاتا ہے اگر نہ ملے تو پانچ تاریخ تک دفتر میں ضرور شکایت آجانی چاہیے۔ پانچ تاریخ کے بعد رسالہ کے ساتھ پانچ آنہ کے ٹکٹ آنے چاہئیں ۲۔ ہر طرح کی خط و کتابت۔ شکایت و ترسیل زر صوفی لچھمن پرشاد کے نام ہو کسی اور کے خط و کتابت کرنے پر دفتر ذمہ وار نہ ہوگا۔ ۳۔ ہر خط پر اپنا پورا پتہ خوشخط لکھیں۔ اور چٹ نمبر بھی ضرور درج کریں۔ جواب کے لئے واپسی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ۴۔ خط و کتابت کیلئے اتنا پتہ کافی ہے:۔ صوفی لچھمن پرشاد ایڈیٹر رسالہ مستانہ جوگی۔ لاہور۔

سالانہ چندہ تین روپے پیشگی — نمونہ فی پرچہ پانچ آنہ

فہرست مضامین

کتبہ عبدالغنی کاتب

مقام اشاعت کٹڑا رنبیر سنگھ لاہور

مستانہ جوگی

لاہور

ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

کسوٹی

سچا اور بناوٹی پریم

(ایک اچھوت دیوسند میں جس کو وہ اپنا قدرتی حق سمجھتا ہے۔ ٹھاکر جی کی آرتی کر رہا ہے)

آرتی

جے جگدیش ہرے — پتا جے جگدیش ہرے
کیا راجہ اور کیا دھن ہینا — کیا سوادھین کیا پر آدھینا
سب کا ہت کرے — جے جگدیش
کیا مورکھ کیا گیانی دھیانی — کیا اچھوت کیا جات ابھیمانی
کرم سے پار اترے — جے جگدیش
مورکھ جن بھولا سرشٹی میں۔ مقدم نہیں راکھے درشٹی میں۔ سر پر پاپ دھرے

(ایک جاتیہ ابھیمانی برہمن کا داخل ہونا)

برہمن۔ (خود بخود اچھوت کو مندر میں دیکھکر) ایں۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ارے جاتیہ ابھیمان تو کیا سو رہا ہے۔ اتنا بڑا انرتھ۔ اتنا بڑا ابھیمان۔ ہمارے دیو مندر میں آنے کا ادھیکار۔ ایک نیچ اور یہ اہنکار ؎

کیا دھرم ادھرم سمان ہوا — نہیں جاتیہ دھرم کا مان رہا
سب اونچ کا نیچ کا بھید مٹا — کیا نیچ ہے من میں ٹھان رہا
اگیان کو یہ ابھیمان ہوا — جاتی کا گورو نشٹ ہوا
کیا دیو کا ہی سنمان رہا — جب دیو استھان ہی بھرشٹ ہوا

(اچھوت سے مخاطب ہو کر) ابے او پاپی دُشٹ آتما۔ تو اس دیو استھان میں کیوں گھسا؟

اچھوت۔ (کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر) اپنے پتا ٹھاکر جی کی سیوا بجانے کو۔ ان کے چرن کملوں کی دھور ان نیتروں (آنکھوں) سے لگانے کو۔ ان کے چرن امرت سے اپنے پاپی آتما کے پوتر بنانے کو ؎

پتا یہ ہم کو دیتے ہیں پدارتھ پینے کھانے کو — ہمیں یہ گیان دیتے ہیں سپھل جیون بنانے کو
یہی دیتے ہیں بھگتی پریم کا پرساد پانے کو — یہی رستہ دکھاتے ہیں دھرم مارگ میں جانے کو
تو پھر ہم کو بھی لازم ہے کہ سیوا انکی ہم کر لیں
یہی ہے پریم کی گنگا نہ کیوں دو گھونٹ ہم بھر لیں

برہمن۔ ارے پاپ آتما اچھوت اور اشدھ زبان سے ٹھاکر جی کا نام لیکر کیوں پاپ کا ادھیکاری بن رہا ہے۔ نیچ اور کمیں ہو کر ہمارے پوجیہ دیووں کا پوجاری بن رہا ہے ؎

کہاں بھگون ہمارے اور کہاں سمبندھ اچھوتوں کا — کہاں درجہ پگڑی کا کہاں ہے باس جوتوں کا
تو جگنو ہو کے تیجسوی روی منڈل میں اڑتا ہے — کبھی سنگ شکستہ لب لگا نسے بھی جڑتا ہے

اچھوت۔ مہاراج کیا ہمیں اپنے پتا کی سیوا کرنے کا کوئی ادھیکار نہیں؟ وہ کیول اُچیہ جاتیوں کا ہی سمبندھی ہے۔ میرا کچھ ناطے دار نہیں؟ ؎

ہمیں ادھیکار ہے جب اُس پتا کے جل کو پینے کا — ہمیں حق ہے پتا کے جب چرن منڈل میں جینے کا
ہے جب حق اُسکی اچھا سے ہمیں جینے کا مرنے کا — تو کیوں ہم کو نہیں ادھیکار پوجا اُسکی کرنے کا

برہمن ۔ دُھورت ۔ تو ہمارا اور اُس کا درجہ ایک سمجھتا ہے ۔ گنگا جل پوتر کر منڈل میں ہی شوبھا پاتا ہے ۔ بھگوان کا بھجن آواہن یگیہ ہوم اوچیہ جاتیوں کو ہی سُہاتا ہے ؂
ارے مُورکھ کبھی دیکھا ہے پیتامبر بھی پاؤں پُر انرتھ ہے جب چڑھے جوتوں کا جل ان دیوتاؤں پر

اچھوت ۔ تو کیا ہمیں پتا کی پُوجا کرنے ۔ پتا کے درشن کرنے ۔ پتا کے آگے اپنا سیس جھکانے ۔ پتا کے آگے اپنا مستک گھسانے ۔ پتا سے آشیرواد پانے ۔ پتا کو نینوں کے شردھا جل سے نہلانے ۔ پتا کے چرنوں میں پریم کے پُشپ چڑھانے کا کوئی حق نہیں ؟ ؂
نہیں حق کچھ دیا اُس نے دھرم ویوہار میں ہم کو یونہی پیدا پتا نے کر دیا سنسار میں ہم کو
پشو پکشی کو جب حق ہے پتا کا نام رٹنے کا منش ہو کر ہمیں کیا حق نہیں ہے اُس کو جپنے کا

برہمن ۔ مُطلق نہیں ۔ ایک اچھوت کو دیو مندر میں آنے ۔ دیو مُورتی کے سامنے آنکھیں اُٹھانے یا اشُدھ ہاتھوں سے اُس پر پھل پھُول چڑھانے کا کوئی ادھیکار نہیں ۔

اچھوت ۔ تو پھر یہ آپ کا وچار سرِشٹی نیم کے انوسار نہیں ۔ اِس کتھن میں ذرا بھر بھی اِنصاف اور نیتی کا سنچار نہیں ۔

برہمن ۔ ارے مُورکھ ۔ اگیان اچھوت ہو کر ایک مہان گیانی کے سامنے نیائے اور نیتی کا ذکر کرتا ہے ۔ کاٹھ کی تلوار لیکر شستر (ہتھیار) دھاری سُورما سے یُدھ کرتا ہے ۔ جو کچھ ہم نے کہدیا وُہ ہی اِیشور کا فرمان ہے ۔ وُہی وید اور شاستر کا پرمان ہے ۔

اچھوت ۔ تو کیا اچھوتوں کے سر پر چوٹی نہیں ؟ اُن کے کنٹھ میں یگیوپویت نہیں ۔ اُنکی زبان رام نام سے آشنا نہیں ۔ اُن کے دِلوں میں پریم بھگتی ۔ شردھا ۔ کیا نہیں ؟ کیا اچھوت دو ہاتھ ۔ دو پاؤں ۔ ایک دِل ۔ ایک دماغ ۔ ایک جگر ایک کلیجہ اور ایک رُوح رکھنے والے اِنسان نہیں ۔ جو کچھ ایک غریب ۔ سیدھے سادے بھولے بھالے اِیشور بھگت ہندو کے پاس ہونا چاہئے ۔ اُس کے پاس اِنسانوں سا سامان نہیں ۔ کیا اچھوتوں کا دیوتا ۔ گورو ۔ داتا ۔ پربھو ۔ کوئی اور ہے ۔ وُہ آپکا بھگوان نہیں ؟ ؂
ہمیں بھی تو سہارا ہے اُسی اپنے پتیشور کا پتا پر تو ہے حق سارے ہی بیٹوں کو برابر کا
پتا کے دوار کو ہم چھوڑ جائیں تو کہاں جائیں بڑا اندھیر ہے جو ہم پتا درشن نہ کر پائیں

برہمن ۔ ارے جا جا دُشٹ ۔ اِس اشُدھ زبان سے اُس پرم پتا کا نام نہ لے ۔ ورنہ جوتوں سے خبر لُونگا ۔ کوئی مقدمہ بنوا کر اندر دھروا دُونگا ۔ جب چکی پیسے گا ۔ تو سارا ابھیمان بھُول

جائیگا۔

اچھوت۔ ہاں مہاراج۔ گورو۔ داتا۔ آپ سب کچھ کرا سکتے ہیں۔ کارن کہ آپ پتا کے بڑے بیٹے ہیں۔ تو بھی لگھو (چھوٹے) بھراتاؤں پر کچھ دیا کرو۔ ہم تم سے پتا کی وراثت کا اور کچھ نہیں مانگتے۔ دھن نہیں مانگتے۔ پربھوتائی نہیں مانگتے۔ سکھ نہیں مانگتے۔ ویبھو نہیں مانگتے۔ ہاں مانگتے ہیں۔ کیول پتا کی سیوا کا ادھیکار۔ اور جو کچھ بھی دنیا میں سکھدائی ہے سب لے لو۔ جو کچھ بھی عزت یا بڑائی ہے سب لے لو۔ پرنتو پتا کے درشن۔ پتا کی سیوا۔ پتا کی پوجا کا حق تو اپنے پتا کے ان چھوٹے اور غریب بیٹوں سے نہ چھینو ؎

تم اپنی یہ امیری اور بڑائی پاس میں رکھو　　　یہ پردھانائی کی ساری خودنمائی پاس ہیں رکھو
مگر یہ مت کہو ہم سے پتا کی شرن کو چھوڑیں　　　نہیں ہوگا یہ ہم سے جو پتا کے چرن کو چھوڑیں

برہمن۔ ارے دور سے باتیں کر۔ آگے آگے کیوں بڑھ رہا ہے۔ کیوں سر چڑھ رہا ہے۔ پاجی دیو مورتی کو تو اپوتر کر دیا۔ کیا اب مجھے بھی اپوتر کریگا؟

اچھوت۔ میری کیا مجال جو آپ کو چھو جاؤں۔ رہا پتا کا سوال۔ بھگوان ماتا پتا بھائیوں سے زیادہ ادار ہوتے ہیں۔ وہ تو نہ صرف اُجلے اور پوتر بچوں کو گودی میں اُٹھا لیتے ہیں بلکہ ہم جیسے میلے کچیلے۔ مل اور موت سے بھرے ہوئے بچوں کو بھی چھاتی سے لگا لیتے ہیں۔ پھر میں کیسے مان لوں کہ وہ پتا ہم اچھوتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور آپ جیسے کے ساتھ زیادہ ہت کرتے ہیں ؎

بڑے دیالو پتا ہیں اور بڑا گردہ وہ رکھتے ہیں　　　بڑے اور چھوٹے سب بچوں کو اک جیسا وہ رکھتے ہیں
پتا ہیں وہ بڑائی اور چھوٹائی کب رکھتے ہیں　　　جو سچ پوچھو تو وہ کیول شردھا کا بھاؤ تکتے ہیں

برہمن۔ ارے مورکھ۔ پتا لائق اور قابل بچوں سے ہی پیار کرتے ہیں۔ تم جیسے نالائقوں کو منار خطی دیکر اپنی صحبت سے انکار کرتے ہیں۔ جب ہی تو تم کو یہ برا دن دکھایا ہے۔ غریب اور دلدری بنایا ہے۔

اچھوت۔ ہاں مہاراج بنایا ہے۔ مگر اس لئے کہ ہم دلدری رہ کر اُسکے سچے پریم اور سچی بھگتی کے حقدار بنیں۔ سُکھی اور دھنی لوگوں کو کیا فرصت کہ وہ سکھ اور دھن کے آرام کو چھوڑ کر بھجن یا بھگتی کے خریدار بنیں ؎

پتا کی پوجھ [illegible] ہو بڑا دیالو ہے داتا ہے　　　جسے دینی ہو بھگتی وہ دکھی اُس کو بناتا ہے
اُسے [illegible] بھگتی رتن جو سنکٹ اٹھاتا ہے　　　جسے لینا ہو گودی میں اسے پہلے رلاتا ہے

وحدانیت کی آرتی

پربھو کا اپنے آدر کرتی ہیں تو دا اس کی آنکھیں
وُہی گنگا کا جَل ہے جس پر ہوں وشواس کی آنکھیں

خوش نصیب ہے وُہ اِنسان جسکے دلمیں شری گنگا جی کا دھیان ہے۔ دھن ہے وُہ استھان جہاں شری گنگا وراجمان ہے۔ مُبارک ہے وُہ دیش جہاں پوِتر بھاگیرتھی لہراتی ہے۔ وُہ سچ مچ سوَرگ کے سمان ہے۔ سروپدارتھوں کی کھان ہے۔ سرو دیشوں میں پردھان ہے ؎

جہاں گنگا ہے گوبند وہاں۔ گوبند جہاں واں گنگا ہے
گنگا گوبند کے درشن سے وُہ دھام اُتم اور چنگا ہے
جَن شردھا شانتی رکھ مَن میں سیوا کر اُس سکھدائی کی
کلیان جو کرنا چاہے تو جے بول تو گنگا مائی کی

آہا شانتی میں شوبھا کی لہریں اُٹھ رہی ہیں۔ وایو (ہوا) نیل ورن جٹا شنکری (گنگا) کے پوِتر چرنوں کو چُوم رہا ہے۔ سُوریہ اپنی سُنہری کرنوں سے آواہن میں مصرُوف ہے۔ رِشیوں کے پوِتر چرن کملوں سے شُدھ ہوئے ہمالہ کی مقدّس چوٹیاں جن کے سر عمر کے باعث سفید ہو گئے گنگا کی تقدیس میں نمسکار کر رہی ہیں۔ سُن اُن کی آواز کو سُن ؎

ترنگنی گنگا بھی ہے آن کر اشنان کر	جَل یہ کیسا ہے امر جل رکھ شردھا اور پان کر
کچھ بھگیرتھ کی طرح بھاگیرتھی سے لابھ سے	اُسنے پتروں کا کیا اپنا ہی تو کلیان کر

سُن اے کان رکھنے والے سُن۔ مقدّس ہمالہ کی پوِتر گپھاؤں میں بسنے والے یوگی جنوں کے اوم کے اُچارن کو سُن۔ اُنکی اُس پریم مئی بانی کو سُن۔ جو پربت کی گھاٹیوں پر گھومتی ہوئی دائمی رووں کی مانند شری گنگا چرن میں لین ہو جاتی ہے۔ اُن کے پوِتر چرنوں کی صدا کو سُن جو دُور و دراز کے سرسبز میدانوں اور وسیع ویرانوں نیلم سمندروں اور ہری بھری گھاٹیوں کو پریم ورشا میں نہلاتی ہوئی اپنے آپکو گنگا چرن کے ارپن کر دیتی ہے۔ سُن قدرت کی اُس مقدّس اور زبردست آواز کو سُن۔ جو چاروں دِشاؤں میں گونجتی اور پاپیوں کے ہردوں کو پوِتر کرتی ہوئی جگت تارنی کی خبر لیتی ہے۔

سُن شام کیوقت اُن تیاگی پُرشوں کی آرتی کی دھونی کو سُن ۔ جس میں سنسار کے تمام بکشی گن اپنی سُریلی آوازوں کی شہنائیاں بجاتے ہوئے شامل ہو جاتے ہیں ۔ یہی واحد اور مشترکہ آرتی ہے ۔ یہی جیون کا راز ہے ۔ یہی ایشور یہ (خدائی) آواز ہے ۵

مگر مغرور انسان جو پڑے دُنیا کے جھگڑوں میں ۔۔۔ کوئی ہندی کے منتوں میں کوئی اردو کے رگڑو میں
وُہ اِس آواز سے محروم ہیں اِس کو نہیں سُنتے ۔۔۔ یہ سچے گیان کے جو پھول کھلتے ہیں نہیں چُنتے

جگت کے تمام چرند پرند اور پرند وحدانیت کی اِس مشترکہ آرتی میں شریک ہو کر اپنی آتما کا کلیان کرتے ہیں ۔ اُف اِکلجگ کے اُن اگیان لوگوں کی کیا گتی ؟ جو مادیت کی دلدل میں میں پھنسے ہوئے اپنے مالک کے احکام کو نہیں مانتے ۔ صوبوں اور زبانوں کی تقسیم میں تقسیم در تقسیم ہو کر خود نمائی کی غار میں گرے جا رہے ہیں ۵

خود نمائی سے رہا ہے کیا کسی کے ہاتھ میں ۔۔۔ ساتھ یہ کس کے گئی جائیگی کس کے ساتھ میں
ساتھ جانے کی نہیں یہ سمپدا ابھیمان کی ۔۔۔ ساتھ جو جائیگا وُہ طاعت ہے اُس بھگوان کی

میرے اصول

۱ ۔ دوسرے ملک کی بُرائیاں کرنے سے اپنے ملک کا بھلا نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ اپنے ملک میں بھلائیاں پیدا کرنیسے اپنا وطن بھلا بن جاتا ہے ۔

۲ ۔ دوسرے مذاہب کی بُرائیاں ظاہر کرنیسے اپنا مذہب ترقی نہیں کر سکتا ۔ بلکہ اپنے مذہب کی بھلائیوں کے پرچار سے اپنا مذہب ترقی کیا کرتا ہے ۔

۳ ۔ میں دوسرے مذاہب کی اچھی باتوں کو تعصب سے بُرا کہکر اپنے مذہب کی کچھ خدمت انجام نہیں دے سکتا ۔ بلکہ دُنیا کے تمام مذاہب کی بھلی باتوں کو اپنے مذہب میں داخل کر کے اپنے مذہب کو سب سے بہتر اور برتر بنا سکتا ہوں ۔ میرے نزدیک مذہب کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے ۔ کہ بھلی باتوں کے اندر آنیکے لیئے مذہب کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے ۔ لیکن مذہب کی عمارت سے بُرائیوں کے نکلنے کے لیئے نالی بھی ضرور ہونی چاہیئے ۔ تاکہ بُرائیوں کے نکاس سے جو جگہ خالی ہو ۔ اُسکو نیکیاں پُر کر سکیں ۔ آپ دیکھتے نہیں کہ جس مکان میں نالی نہ ہو ۔ وُہ چند دِن میں ہی غلاظت سے بھر جاتا ہے ۔ اور پھر میں وبا پھیل جاتی ہے ۔

۴ ۔ میں انہی اصولوں پر انسانی زندگیوں کو بہتر بنانے کا خواہشمند رہتا ہوں (صوفی لچھمن پرشاد)

ہندی کے مشہور مسلمان شاعر رحیم کی شاعری

آج ہندی اور اُردو پر جو بھٹیاریوں کی طرح لڑائی ہوتی ہے۔ وُہ خود مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں نہیں تھی۔ اہلِ قلم ہندی کی خوبیوں کو خوب جانتے تھے۔ چنانچہ خانخانان اور رحیم وغیرہ مسلمانوں میں چوٹی کے ہندی شاعر تھے۔ اس صنف میں اُن کا پایہ بھی ہندو شاعروں سے کم نہ تھا۔ رحیم کو ہندی میں اچھا ملکہ تھا۔ جملہ اصنافِ سخن پر قادر نظر آتے ہیں۔ علم ہئیت نصائح فلاسفی وغیرہ سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں۔ ذہن رسا اور جودتِ طبع خداداد ہے۔ زبان بھی ہندو شاعروں جیسی صاف روزمرہ اور سلیس ہے نشستِ الفاظ بھی مرغوب ہے۔ تخیل میں بلند پروازی۔ کلام میں چستی اور بندش پائی جاتی ہے۔ ہم کو بلا رُو و رعایت کہنا پڑتا ہے۔ کہ اُس زمانہ کے ہندو شاعروں سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر تلاشِ مضمون میں ہاتھ مارا ہے۔ طبیعت ہمہ گیر معلوم ہوتی ہے۔ اچھے مضامین کی تلاش الفاظ کا مناسب اور برمحل استعمال آپ کے کلام کا خاص جوہر ہے۔ بعض دوہوں کا مضمون اس قدر صاف اور عمیق ہے۔ کہ ایسی حیرت انگیز قدرت کا نمونہ بہت کم کسی اور کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ طبیعت میں روانی اور خیالات کی تازگی قابلِ تعریف ہے۔ کلام بتا رہا ہے کہ ہندی کی استعداد اچھی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ آپ نے اُردو شاعر بننے کی بجائے ہندی شاعر بننا کیوں پسند کیا۔ کلام ملاحظہ ہو:-

دوہا

رحمن نیچن سنگ بسی۔ لگت کلنک نہ کاہی

دُودھ کلارن ہاتھ لکھی مد سمجھیں سب تاہی

(مطلب) رحیم کہتا ہے کہ نیچ آدمی کی صحبت میں رہ کر کیوں کلنک لگیگا رہنہیں ضرور لگے گا)۔ کلال کے ہاتھ میں دُودھ ہو۔ تو وُہ بھی شراب سمجھا جائیگا۔

دوہا

رحمن نج من کی ویتھا من ہی راکھو گوئے

سُن اَٹھلی ہے ہیں لوگ سب بانٹ نہ لے ہیں کوئے

(مطلب) رحیم کہتا ہے۔ کہ دِل کا درد دِل میں رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اُس کو سُن کر سب لوگ ہنسی کرینگے بانٹنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

دوہا

بگری بات بنے نہیں لاکھ کرو کن کو اے
رحمن بگرے دُودھ کو متھے نہ ماکھن ہو اے

(مطلب) لاکھ اوپائے کرو۔ لیکن بگڑی بات کا بننا مُشکل ہے۔ رحیم کہتا ہے۔ کہ بگڑے ہوئے دُودھ کو بلونے سے ماکھن حاصل نہیں ہوتا۔

دوہا

بِچ کر کِریا رحیم کہی۔ سُدھی بھاوی کے ہاتھ
پانسہ اَپنے ہاتھ میں داوں نہ اَپنے ہاتھ

(مطلب) رحیم کہتا ہے کہ کرم اَپنے ہاتھ میں ہے۔ اُس کا پھل اَپنے بس میں نہیں۔ جیسے کہ پانسہ تو اپنے ہاتھ میں ہے۔ داؤ اَپنے ہاتھ میں نہیں۔

دوہا

جیسی پرے سو سہہ رہے کہی رحیم یہ دیہہ
دھرتی ہی پر پرت سب شیت گھام اور میہہ

(مطلب) رحیم کہتا ہے اِس جسم پر جو کچھ بھی نازل ہو۔ سہہ لے۔ کیونکہ سردی۔ گرمی اور مینہ دھرتی پر ہی پڑتے ہیں۔

دوہا

کہے رحیم سمپتی سگے۔ بنت بہت بہو ریت
وِپت کسوٹی جو کسے۔ تیہی سانچے میت

(مطلب) رحیم کہتا ہے کہ دولت کے میتر بہت ہیں۔ یعنی بہت طریقوں سے بہتیرے دوست بن جاتے ہیں مُصیبت کی کسوٹی پر جو کھرا اُترے۔ سچا میت وہی ہے۔

دوہا

رحمن دیکھی بڑیں کو لگھو نہ دیجے ڈار

جہاں کام آوے سوئی۔ کہاں کرے تلوار

(مطلب) رحیم کہتا ہے کہ بڑی چیز کو حاصل کر کے چھوٹی چیز کو کھو نہیں دینا چاہئے۔ جہاں سوئی کام آجاتی ہے وہاں تلوار کچھ نہیں کر سکتی ہے ۔

دوہا

سمے پائے سب کے وچن اوچھے سہو رحیم
سبھا وشاسن پٹ گہو گدا لیئے رہے بھیم

(مطلب) رحیم کہتا ہے کہ مصیبت کے وقت اچھے بُرے وچن برداشت کر لینے چاہئیں۔ سبھا میں دوشاسن نے (دروپدی) کا چیر اُتارا۔ لیکن بھیم باوجود گدا پاس ہونیکے چُپ چاپ کھڑے رہے ۔

ان دوہوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے ان دوہوں کا رچیتا مسلمان ہوگا۔ آہ وہ زمانہ بھی تھا جب دلوں میں بُغض و عناد نہیں تھا۔ درشنانت کے لئے مسلمان کو یہ رکاوٹ نہ تھی۔ کہ وہ اپنی زبان کو بھیم یا کرشن کے نام سے پوتر کرے۔ اور ہندو کو یہ بندش نہ تھی۔ کہ وہ ضرورت پڑے تو محمد صاحب کا نام عزت کے ساتھ لے۔ یا کسی اچھی بات کا درشنانت دینے کے لئے اُن کا نام لے ۔

نیرنگِ خیال

بال کی ضمانت پر مال

کبیر جی فرماتے ہیں۔ کہ ؎

کتیے بوند بلیچھے گئے۔ کتیے گئے بلوے
ایک بوند کے کارنے۔ مانش کاہے روے

مطلب یہ کہ پیدا ہوتے وقت کتنی ہی بوندیں (نطفے) یوں ہی ضائع ہو جاتی ہیں۔ کتنے ہی قطرے بیکام ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی مرجائے۔ جسکی پیدائش ایک بوند سے ہے تو انسان کیوں ناحق اُسکے لئے روئے اور واویلا مچائے ۔

جو قوم زیادہ گری ہو۔ وہ ہی اپنے ساتھیوں کے جُدا ہونے پر زیادہ روتی اور چلاتی ہے۔ برتن کے گر کر ٹوٹ جانے پر رونے اور چلانے سے حاصل بھی کیا ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایک نہایت

ہی سبق آموز و پُرشان درج کرنے کی .... ضرورت محسوس ہے •

ایشیائی ملکوں میں کہیں ایک مہاجن تھا۔ جس کے پاس بےشمار دولت تھی۔ اپنے وقت کا ایک ہی مالدار تھا۔ حاجتمند کی حاجت روائی کرنے میں کبھی نہ چوکتا۔ جو کوئی بھی ضرورتمند آجاتا اور دست سوال دراز کرتا۔ خالی نہ جاتا۔ لین دین میں بڑا فیاض۔ اُسکے دینے کی ایک شرط تھی۔ بڑی صاف مگر وضع دار یعنی وُہ روپیہ کے عوض ایک مونچھ کا بال رہن کرلیتا۔ اُس کے بڑے آہنی صندوق میں پڑی ہوئی خوبصورت اور مرصع ڈبیہ مونچھ کے بالوں سے بھری رہتی جو کوئی قرض لیکر جاتا مونچھ کا ایک بال رہن کر دیتا۔ اور روپیہ واپس کردینے پر مونچھ کا بال صحیح وسلامت لوٹا لیتا •

اتفاق سے ایک ہندوستانی وہاں جانکلا۔ مہاجن کا لین دین کا تذکرہ کہیں سے سُن لیا۔ دلمیں سوچا۔ کہ عقل کا اندھا ہے تو چلو ہم بھی گانٹھ کے پورے بنیں۔ ایسا اُلّو دم بے وال ملجا ئے۔ تو پوبارہ ہیں۔ مونچھ کا ایک بال کیسا بیچے سب مانگے گا۔ تو دینے میں نقصان ہی کیا گھر کی کھیتی ہے۔ پھر اُگ آئیگی۔ بے محنت کا مال ملے۔ تو کون احمق ہے جو پلّہ پسار کر نہ لے •

ہندوستانی اُسی مہاجن کی کوٹھی پر پہنچا۔ مہاجن نے آؤ بھگت کی۔ اور آنے کا سبب پوچھا اُس نے اپنی بےبسی اور بےکسی کو نہایت ہی رقت خیز لہجے میں بیان کیا۔ کہ سیٹھ جی کیا کہوں۔ مفلسی میں آتا گیلا۔ تجارت کے لئے مانگ تانگ کر رقم لایا تھا۔ رستے میں رہزنوں نے لوٹ لی۔ تجارت بس کی۔ روٹیوں سے محتاج ہوگیا۔ سُنا ہے آپ محتاجوں کے لئے فیاضی کا اوتار ہیں۔ کچھ رقم سے امداد کرو۔ تو تجارت سے کماکر کوڑی کوڑی چکا دُونگا۔ پردیس میں یا خُدا ہے یا تم۔ جسکے دلمیں ہمدردی کا جذبہ ہے وُہی اہل انسان ہے۔ جوہر کے بغیر تلوار بیکار۔ چمک کے بغیر موتی فضول •

مہاجن نے ساری باتیں غور سے سُنیں۔ اور محبت سے جواب دیا۔ بھائی روپیہ کی کمی نہیں۔ تمہیں ضمانت ضروری ہے وُہ شخصی نہیں۔ جائیداد کی نہیں۔ صرف مونچھ کا ایک بال رکھ جاؤ۔ اور جس قدر درکار ہو۔ لیجاؤ۔ یہاں تو پہلے ہی ہمدردی کا گلا کر وفریب کی تلوار سے کاٹنے کی تجویز ہو چکی تھی۔ ہندوستانی نے مونچھ سے ایک بال کھینچ لیا۔ اور سامنے رکھ دیا •

مہاجن نے صندوق سے بالوں کی ڈبیہ نکالی۔ محبت سے بال آگے رکھے تھے۔ اُس کو بھی حفاظت سے دھر دیا۔ اور منیم کو حکم دیا۔ کہ جس قدر روپیہ مانگے دیدو •

ہندوستانی دِل ہی دِل میں خوش ہے۔ ایسے میاں بُدھو سو زملیں۔ تو کون پاجی ہے جو کمانے جائے۔ مفت میں پانی مِل جائے تو کنواں کھودنے کی سر دردی سے فائدہ۔ پانچ ہزار کی تھیلی بغل میں دبائی اور چل پڑا۔ ایک بالکا یہ مال۔ ایسے کم عقل سے زیادہ کون بیوقوف ہو سکتا ہے وہ زر کو بغل میں دبائے دِن بھر بازاروں میں پھرا۔ رات آئے تو فرار ہونے کی ٹھہرائے۔ کون سی تحریر ہے جو ڈگری ہوگی۔ کون سی جائداد ہے جو نیلام کرائے گا۔ عقل کے اندھوں کا ہی طرح ناش ہوتا ہے۔

دِن سُورج کی آخری گھڑیاں گِن رہا ہے۔ بازاروں سے ایک جلوس بڑی دُھوم دھام سے گزرتا ہوا دکھائی دیا۔ خوشی کا کوئی ساز نہیں جو نہ بجتا ہو۔ فرحت کی کوئی علامت نہیں جو نظر نہ آتی ہو۔ ڈھول باجے گا بجے آتش بازی سب کچھ ہے سب لوگ نئے لباسوں میں۔ پھولوں کے ہار ہر ایک کے گلے میں۔ گلاب پاشوں سے خوشبوؤں کے فوارے چھُٹ رہے ہیں۔ آگے آگے ایک بند گاڑی پھولوں سے لدی ہوئی جا رہی ہے۔

ہندوستانی اِس تزک و احتشام اور جلوس کی شان کو دیکھ کر نہ رہ سکا۔ جی میں آیا کسی سے پُوچھوں۔ آخر برات ہے تو کس کی جلوس ہے تو کیسا۔ معاً وہی مہاجن جلوس والوں میں نظر آیا۔ دُعا سلام کی۔ بدنیتی کا مارا پُوچھ بیٹھا سیٹھ جی کس کی برات ہے ضرور کسی مالدار کی ہوگی۔ رونق کے کیا کہنے۔ مہاجن نے جواب دیا۔ بھائی برات نہیں۔ برادری میں ایک نوجوان لڑکا فوت ہو گیا۔ اُس کا جنازہ ہے۔ بھائی بند شمشان کو جا رہے ہیں۔

شامتِ اعمال ہندوستانی کہہ بیٹھا "واہ نوجوان لڑکے کا جنازہ۔ اور برات کی سی رونق ایک کی بھی آنکھ تر نہیں۔ کسی کے بھی چہرے پر غم کی علامت نہ رنج کے آثار"۔

مہاجن نے کہا۔ دُنیا میں کوئی ایسا بھی مُلک ہے۔ جہاں لوگ کسی کے مرنے پر روتے ہیں؟ اُس نے کہا جی ہاں کیوں نہیں۔ دُنیا کی جانے دیجئے۔ خود ہمارے ملک میں مرنے پر سگے سمبندھی وہ ماتم کرتے ہیں کہ چھاتیاں پیٹ لیتے ہیں۔ نوچ نوچ کر چہرے بگاڑ لیتے ہیں۔ ایسے روتے ہیں کہ الامان۔

مہاجن کے دِل پر کچھ بوجھ سا آ پڑا۔ چہرے کی ہوائیاں اُڑ گئیں۔ جلوس سے علیحدہ ہو کر رُک گیا اور وہاں ہی کھڑے ہوئے پولیس والے کو آواز دی۔ اور کہا۔ جو سو روپے لانے میرے وہ پانچ ہزار روپے دیدو۔ بس انکار یا تکرار کی ضرورت نہیں۔ نہ ہی کیفیت طلب کرنے کی فرصت۔

ہندوستانی حیرت زدہ سا رہ گیا۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ کانپنے لگا۔ اور دبی آواز میں بولا ”سیٹھ جی یہ کیوں؟“

سیٹھ نے جواب دیا۔ تم لوگ اس قابل نہیں۔ کہ اس ضمانت پر روپیہ لے سکو۔ جو لوگ خدا کی امانت دیتے ہوئے روتے ہیں وہ میری امانت کب دینگے؟

اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ

جان دیدی دی ہوئی اُسی کی تھی ۔۔۔ حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خواب کی یاد

ایک پتی برتا استری جس کو بیاہ کے بعد پتی درشن کا سوبھاگیہ پراپت نہیں ہوا۔ خواب میں پران پیا کو دیکھکر بیدار ہوتی ہے۔ وہ اپنی ایک سکھی سے سوپن کے درشیہ کو یوں ورنن کرتی ہے :-

سکھی پریتم سوپن میں آج ملے ۔۔۔ چر کال (دیر میں) میں آج ہیں درس بھئے

مکھ ہاس (ہنسی) سباس (خوشبو) سے واس کیو ۔۔۔ نر آس (نا اُمید) اُداس کے پاس رہے

پر یہ بول سے کینو کلول پیا ۔۔۔ دل کھول انمول (بے بہا) ہیں وچن کہے

سب بات پرانی کہانی ہوئی ۔۔۔ کہے بانی (زبان) سے شبد نئے سے نئے

کر ہرش (خوشی) سے مورا سپرش (چھونا) کیا ۔۔۔ آتی نور ش سکھی تھا وہ پریم (مجسم محبت) مئے

ملے نین سے نین تو چین ملا ۔۔۔ دن رین کے بین (ولاپ) درگن (آنکھوں) سوں بہے

آنند سے مند (بُرا) سماں ہرستا (خوش ہوا) ۔۔۔ ہوا میرے سوبھاگ کا چندر اودے (طلوع)

پر ناگ سپنے سے بھاگ کو آگ لگے

گھڑی آئی سہاگ کی بھاگ گئے

وادئ کشمیر

ایک غیر ملکی سیاح کی نظروں میں

ہر صبح ہے یہ خدمتِ خورشید پُر ضیا کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیہ کی
ہے رشکِ جیب ذرّہ اِس منزلِ کہن کا
تُلتا ہے برگِ گُل سے کانٹا بھی اِس چمن کا

یورپ کے ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفرنامے میں وادئ کشمیر کی جو بےنظیر تصویر کھینچی ہے۔ اُس کا یہ تھوڑا سا عکس خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔ لکھا ہے کہ وادئ کشمیر میں اُترتے ہی درجۂ حرارت اور منظر میں حیرتناک تبدیلی ہوگئی۔ ہم اچانک منطقہ حارہ سے منطقہ معتدلہ میں آگئے۔ تھوڑی دُور آگے بڑھ کر دونواطراف نے ایک حیرت انگیز مقابلہ پیش کیا۔ جنوبی طرف جو ہندوستانی اور ولائتی پھولوں کے قدرتی گملوں سے بھری ہوئی تھی۔ ساتھ ملتی تھی۔ شمالی طرف کی وسعت ایک فرودس نشان باغ تھا جس میں ولائتی پھولوں کی قطاروں کو تروتازگی اور فرحت چُوم رہی تھی۔

چٹانوں کے درمیان شاندار سیڑھیاں منظر کی خوبصورتی پر چار چاند لگاتی تھیں۔ ان میں سے ایک ایسی بھی تھی رنُور چشم آبشار جسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔ میں نے ایک بلند پہاڑ کے پہلو کی طرف سے اُس کو فاصلے پر سے دیکھا۔ پانی کی ایک شفاف ندی ہرے ہرے درختوں سے ڈھکی ہوی اور ایک تاریک اور عمیق گذرگاہ سے گزرتی ہوئی بہت بلندی سے بڑی سُرعت اور تیزی کے ساتھ گرتی تھی اُسکے گرنے کے شور وغُل سے کان بہرے ہوئے جاتے تھے۔

کشمیر کی سیراب شُدہ اور سرسبز وادی کی ایک زرخیز اور مزروعہ باغ کی شکل تھی جسکے ہری ہری گھاس کے کھیت۔ انگوروں کے قطعے۔ چاول گیہوں اور زعفران کی دِلفریب کیاریاں دیکھکر دل ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔ ساری زمین خوشنما پھولوں اور رنگین پودوں سے رنگی ہوئی تھی۔ سیب۔ ناشپاتی۔ آلوچے۔ زردآلو اور اخروٹ کے درخت میٹھے اور لذیذ پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ قدرتی باغوں کے علاوہ مصنوعی باغ بھی کسی پہلو سے کم نہ تھے۔ وادئ کشمیر کی دُولہن (سری نگر) بہتے ہوئے شفاف اور شیریں چشموں سے بنی ہوئی تازہ پانی کی جھیلوں پر

واقع ہے۔ دریائے جہلم شہر کے بیچوں بیچ بڑے نازو انداز کے ساتھ خراماں تھا۔ اور اُن نہروں کے ذریعے جھیلوں سے ملحق تھا۔ جو کشتیوں کے چلانے کے لئے کافی چوڑی تھیں۔ دریا پر وو لکڑی کے پُل تھے۔ اچھے تعمیر ہوئے دو یا تین منزلہ شاندار چوبی مکانات تھے۔ اکثر کے خوبصورت باغ تھے۔ اور بہتیروں کے ساتھ جھیلوں سے آمد ورفت رکھنے والی نہریں تھیں۔ جھیلوں کے چھوٹے چھوٹے جزیروں میں بھی خوشگوار باغ تھے۔ نہروں چشموں۔ موسم گرما کے مکانوں۔ سفیدہ کے درختوں اور سرمدی رنگ کے گھاس کے فرشوں سمیت یہ لاثانی چمنستان قدرت اور صنعت کے دلداروں کو نہ چوکنے والی اپیل کرتے تھے۔ واقعی سرزمین عالم کا کوئی قطعہ ہندوستان کی اِس جنت نشان وادی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پیارے دوستو! جس سرزمین کی تعریف میں غیر ملکی سیاح بھی اِسطرح رطب اللسان ہیں اور جس کی قدر وقیمت دُنیا کی نظروں میں اِتنی ورنندار ہے۔ اُس سرزمین پر رہتے ہوئے اگر ہم اسکی نیرنگیوں اور دلفریبیوں سے رُوح کو لطیف بنانے کی بجائے باہمی بُغض وعناد کی آلائشوں سے کثیف بنالیں تو ہم سے زیادہ کم فہم اور بدنصیب کون ہو گا؟

قدرتی ساز کا ایک سنگیت

یعنی

خونخوار شکاری اور بے بس پنچھی

اِس زندگی کا پیار بھی کس میں کہاں نہیں	کیا تجھ سی ان غریب بیچاروں میں جاں نہیں
کمزور بیکسوں کو نشانہ بنائے تُو	اِس واسطے ملے تجھے تیر و کماں نہیں

مگر شکار کا دِلدادہ شکاری اِس بھید سے ناواقف ہے۔ وُہ سامنے ہرے اور چکنے پتوں سے تالیاں بجا کر بسیط فضا میں مسخرانہ گونج پیدا کرنے والے بُوڑھے پیپل کے پیڑ پر بیٹھے ہوئے رنگین پروں والے بیگناہ اور بے زبان پنچھی کو تیرِ جفا کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ قدرت کی خوبصورت سارنگی کے ایک سُریلے اور باریک تار کو توڑنے کا خُونی اِرادہ۔ بے رحم حرص کے بے درد پہلو میں چھپائے ہُوئے اُسنے بدنصیب طائر کی طرف دیکھا۔ ظالم کی قہر بھری آنکھیں مظلوم کے دِل پر خوف وخطر کے بادل برساتی ہیں۔ پنچھی نے ملک الموت کی مانند اُس کو کھڑے ہوئے

دیکھا۔ اور بے بس و لاچار کی مانند اپنے آپ کو مجبور پایا ؎

کاش اپنی موت سے انسان ہوتا باخبر — بے زبان مظلوم پھرتے پھر جہاں میں بےخطر
دوسروں کو مارتا ہے اپنی لذت کے لئے — یہ ہی شکرانہ ہے ناشکرے کا صنعت کیلئے

بچنے کی صورت کہاں۔ کمزور کے ساتھ زور اور زور آور کے ساتھ منت اور خوشامد سے کام چلتا ہے پنچھی نے اپنے چمکدار پروں کو پھڑ پھڑا کر احسان فراموش آنکھوں کو قدرت کاملہ کی ایک خفیف سی جھلک دکھلائی اور عاجزانہ لہجے میں بولا۔

شکاری! کیا تو سچ مچ میری معصوم زندگی کی چھوٹی سی بوسیدہ کشتی کو خواہش کے سیلاب میں ڈبانا ہی چاہتا ہے۔ جو بے زبان جانور آسمان کے گرائے ہوئے ایک اولے۔ آندھی کے ایک معمولی جھونکے۔ بارش کی ایک خفیف سی بوچھاڑ سے نابود ہو جائے۔ اس کو اجل کا نشانہ بنا کر تو کیوں خون ناحق کا مجرم بنتا ہے ؎

جس کو سمجھ رہا ہے تو اعلیٰ طعام ہے — وہ پر ہیں چار اور یہی پونجی تمام ہے
بیچے تو اک ٹکے کا بھی میں جانچا نہیں — کھائے تو ایک وقت کا بھی ناشتہ نہیں

اگر تو صبح کی دھندلی اور ٹھنڈی فضا میں گونجنے والی میری سریلی آواز تیری نیند میں خلل انداز ہے۔ تو تیری قسم آئندہ میں وجد میں آنیوالی طبیعت پر جبر کرونگا۔ دلوں کو لبھانے والی میٹھی بولیوں کا دفتر دل میں ہی سمیٹ کر رہ جایا کروں گا۔ اپنے مالک کی شکر گزاری کے جذبات دل کے خاموش طنبورے پر ہی گا لیا کروں گا۔ تو پرماتما کے لئے میری موت کے تیر محبت کے ترکش میں رکھ لے۔ تجھے دعا دونگا۔

اگر تو سمجھتا ہے کہ پرماتما کے گہرے اور چوڑے تالابوں کا شفاف پانی پینے اور وسیع کھیتوں میں خوشوں کے گرے ہوئے بیکار دانوں سے پیٹ بھر لینے میں تیرا کچھ نقصان ہے۔ تو میں آئندہ اس حق کو بھی چھوڑ دونگا ؎

قسم تیری نہ بولوں گا میں میٹھی بولیاں ہرگز — بھرونگا میں نہ کھیتوں سے کبھی پھر جھولیاں ہرگز
میں اپنے گھونسلے میں ہی خدا کی یاد کرونگا — نہ رکھونگا کوئی خواہش جگر فولاد کر لونگا

تو میری زندگی کی اس مختصر سی جھونپڑی کو جسکی معصوم چھت کے نیچے میرے چھوٹے چھوٹے نادان بچے آرام پا رہے ہیں۔ برباد نہ کر۔

اے اچھے شکاری۔ دیکھ شام ہو گئی۔ ممتا کی چوٹ سے میرے دل کے تار تھرا رہے ہیں

یہاں سے دُور جنگل میں میرے بچے بھوک اور پیاس سے بلبلا رہے ہونگے۔ اُن کی جوگ جو مَیں نے قدرت کے بھنڈار اور انسانوں کے بیکار ذخیروں سے جمع کی ہے۔ میرے حلق میں رکھی ہے۔ دیکھ میرے حلق میں ایک میری نہیں میرے چار بچوں کی بھی جان ہے۔ تیری حرص کا تیر انسانیت کی کمینگی سے نکل گیا۔ تو ایک نہیں چار گلوں پر چھری پھر جائیگی۔ اگر میری بدنصیب زندگی تیری آرزوؤں کی بیدی پر بلیدان ہو گئی۔ تو میرے معصوم بچے میری جُدائی میں تڑپ تڑپ کر مر جائینگے ۵

ایک خواہش کے لئے تُو پانچ کی ہتیا نہ کر — بال بچے ہونگے تیرے بھی ارے ایسا نہ کر
اپنے بچوں کے ہی صدقے میں مرے بچوں کو چھوڑ — پانچ جیوں کی یہ چھوٹی سی مری بستی نہ توڑ

اُن معصوموں کی اُن آہوں سے ڈر۔ جو دن اور رات دو وقتوں کے ملتے ہوئے دُکھی دلوں کے زخم خوردہ گوشوں سے نکل کر تیرے تیر کی مانند آکاش میں اُڑینگی اور انصاف اور رحم حاصل کرنیکے لئے اُس سروشکتیمان کے چرنوں کو چھوئیں گی جس کا قانون موت کی مانند اٹل ہے جس کا انصاف دُودھ کا دُودھ اور جل کا جل ہے۔ اور جس کا قہر گنہگار کو سزا دینے سے کبھی نہیں چوکتا۔

اے نیک شکاری۔ دیکھ میرے ایک خون کا بدلہ تو کس طرح چکائیگا۔ اِس خونی ارادے سے باز آ۔ اور مجھے بلا خوف و خطر اُس بسیط آزادی میں اُڑنے دے جس میں سے گزر کر میرے بچوں کی محبت کا لطیف پیغام میرے نازک دل کے صاف شیشے پر منعکس ہوتا ہے ۵

گوش دانائی سے سُن یہ اِلتجا معصوم کی — آہ وزنہ ہے بُری اِک بے زباں معصوم کی

میرا بھارت ورش

سوَرگ سے بڑھکر ہے شوبھا اس رشی استھان کی — وِشو میں بھومی نہیں ہے دُوسری اِس شان کی
جس جگہ پیدا ہوئے رگھو کُل تلک اور جانکی — کس طرح مہماں ہو وَرنن ایسے ہندوستان کی

یہی بھومی ہے جس کے گُن اپسرائیں بھی گاتی ہیں — یہیں پر چوٹیاں پربت ہمالہ کی سُہاتی ہیں
یہیں پر سوَرگ سے دھارائیں امرت جل کی آتی ہیں — سُری بھاگیرتھی کے جل کی لہریں لہلہاتی ہیں
یہیں پر دھرم چرچا ستیہ کا ویوہار ہوتا ہے — اِسی بھارت ورش میں وشنو کا اوتار ہوتا ہے

رامائن بھاشا

سُندر بن کسمت ات شوبھا
گنجت چنچریک مدہ لوبھا

خوبصورت پھولوں سے بھرے ہوئے جنگل پر بہار آگئی۔ اور وہاں پر مدہ (شہد) کی لالچ سے بھنورے گونج رہے ہیں ۔

منگل روپ بھئے بن تب تے
کینھ نواس رماپت جب تے

منگل روپ بن تب ہی سے ہوگیا (رونق آگئی پھول پھلواڑی پر جوبن آگیا) جب سے شری رام چندر جی نے (اس بن میں) باس کیا ۔

برکھا کال میگھ نبھ چھائے
گرجت لاگت پرم سہائے

برکھا رُت کے جو بادل آکاش میں چھا رہے ہیں وُہ گرجتے ہوئے بہت ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں (ان کو دیکھکر شری رام چندر جی لچھمن جی سے فرماتے ہیں)

دوہا
لچھمن دیکھو مورگن ناچت بارد پیکھ
گرہی برت رت پرکھ جم بشن بھگت کا دیکھ

لچھمن جی دیکھو تو مور بادلوں میں پانی کی لہر دیکھ دیکھ کر کیسے خوش ہو ہو کر ناچ رہے ہیں جیسے بیراگی گرہستی لوگ (خدا پرست) وشنو بھگوان کا درشن پاکر خوش ہوتے ہیں (غور کیجئے تشبیہ و تمثیل کی قوت سے نفس مضمون میں کس قدر دلکشی پیدا ہوگئی ہے) ۔

گھن گھمنڈ نبھ گرجت گھورا
پریا من ڈرپت من مورا

بادل جو آکاش میں اُمنڈ اُمنڈ کر بڑے زور سے گرجتے ہیں (ان کو سن کر) میرا دل اپنی پیاری (جانکی جی) کے پاس نہ ہونے سے ڈرتا ہے ۔

دامن دمک چھپت گھن ماہیں کھل کی پریت جتھا تھر ناہیں

دیکھو لے لچھمن۔ یہ چنچل بجلی بادلوں میں چمک چمک کر پھر بادلوں میں ہی کیسے چھپ جاتی ہے
اوچھے کی پریت رکم ظرف کی محبت) تھوڑی دیر میں جاتی رہتی ہے رناقابل اعتبار ہوتی ہے) تشبیہات
نے چوپائی میں جان ڈال دی ہے ۔

برکھیں جلد بھوم نیرائے　　　جتھا نویں بدھ بدیا پائے

پانی سے بھرے بادل زمین کے (قریب آکر) جھوم جھوم کر کیسے برستے ہیں۔ جیسے پنڈت بدیا (علم)
کو پاکر جھک کر چلتے ہیں (بادل زمین کے قریب آکر اسطرح رہتے ہیں جیسے علم حاصل کرکے علما منکسر اور
فروتن بن جاتے ہیں۔ جس طرح پانی بادل سے بھرا ہوا رہتا ہے۔ اسی طرح علما علم سے بھرپور رہتے
ہیں) کتنی خوبصورت اور بلیغ تشبیہہ ہے ۔

بوند اگھات سہیں گر کیسے　　　کھل کے بچن سنت سہیں جیسے

پربت مینہ کے بوندوں کی چوٹ اسی طرح سہہ رہے ہیں۔ جیسے اچھے لوگ دشٹوں (جاہلوں
ظالموں) کی سخت کلامی سہتے ہیں (جس طرح اچھے صابر شاکر لوگوں کو جاہلوں کی گالی گلوچ سے اذیت
نہیں ہوتی۔ پہاڑوں کو بھی بوندوں کی چوٹ سے اذیت نہیں پہنچتی) کیسی دلکش اور اخلاقی تشبیہہ ہے ۔

چھدر ندی بھر چل اترائی　　　جس تھورے دھن کھل بورائی

چھوٹی چھوٹی ندیاں پانی سے بھر بھر کر آپے سے باہر ہو کر بہ چلی ہیں۔ جیسے کوئی اوچھا کم ظرف
آدمی کچھ روپیہ پاکر باولا ہو جاتا ہے اور اترا کر چلتا ہے۔ بلاغت یہ ہے کہ ندی کا پانی اس کا اپنا نہیں
ہے۔ بلکہ برسات میں ادھر ادھر تال تلیوں سے آگیا ہے ۔

بھوم پرت بھا ڈھابر پانی　　　جم جیوہ مایا لپٹانی

زمین پر پاک صاف پانی گر کر یوں گندلا اور ناپاک ہو رہا ہے۔ جیسے روح مایا کے بندھن
(دنیا کی آلائشوں میں لپٹ کر) سے مکدر ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ کوئی شعر اخلاقی نتیجے سے خالی نہیں
یہی وہ شاعری ہے جو کوشش سے بھی نہیں آتی۔ طرز بیان کو سحر اور شعر کو حکمت اسی بنیاد پر کہا گیا ہے

سمٹ سمٹ جل بھریں تلاوا　　　جم سدگن سجن پہہ آوا

پانی سمٹ سمٹ کر تالابوں میں اسطرح آرہا ہے۔ جیسے نیک آدمیوں کے پاس اچھی خصلتیں
خود چلی آتی ہیں۔ شاعری اسے کہتے ہیں۔ ہمارے اردو شعرا غور کریں اور سبق لیں ۔

سرتا سر جل ندہ ماں جائی　　　ہوئے آچل جم جن ہریائی

ندی نالیوں کا پانی سمندر میں جاکر یوں گم ہو رہا ہے۔ جیسے عارف لوگ خدا کو پاکر خدا ہی میں گم ہو جاتے ہیں

دوہا

برت بھوم ترن سنکل سمجھ پڑے نہیں پنتھہ
جم پاکھنڈ بوادسے گپت ہوہنہ سر گرنتھہ

گھاس کے گھنے ہونے سے زمین ہری ہری ہو رہی ہے۔ راستہ نہیں سوجھ پڑتا۔ جیسے پاکھنڈیوں رکم علم رکھنے والے) کے جھگڑے اور مباحثے سے اچھی کتھا اور وید وغیرہ کی سچائی چھپ جاتی ہے۔ اور لوگ اِدھر اُدھر بھٹکنے لگتے ہیں +

دادر دھن چھوں اور سہائی وید پڑھیں جن ہٹ سمدائی

مینڈکوں کی آواز چاروں طرف سے کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ گویا کہ ودیالہ میں بہت سے پنڈت وید پڑھ رہے ہیں۔ جن لوگوں نے بنارس میں کبھی بہت سے پنڈتوں کو گنگا جی کے کنارے وید پڑھتے دیکھا ہوگا۔ وہ اس تشبیہ کا بخوبی لطف اٹھا سکتے ہیں +

کھوجت کتھوں ملے نہیں دھوری کرے کرودھ جم دھرمہ دوری

خاک دھول تو کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی (برسات کے پانی نے اسکا اس طرح نشان مٹا دیا ہے) جس طرح غصہ دھرم کو مٹا دیتا ہے +

شسش سمپن سوہ مہہ کیسے اپکاری کی سمپت جیسے

کھیتی کی باڑھ سے ساری زمین ایسی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ جیسے دھرماتما لوگوں کی (فیاض) دولت (بڑھتی رہتی ہے) +

کرکھی نرا دین چتر کسانا جم بدھ تجیں موہ مد مانا

اپنے اپنے کھیتوں کو ہوشیار کسان لوگ نراتے ہیں (کھیت میں سے گھاس پھوس نکال کر پھینک دیتے ہیں) جس طرح اچھے لوگ اپنے دل کو دنیا کی تمام آلائشوں سے پاک صاف کر لیتے ہیں + نہایت کیف انگیز چوپائی ہے +

دیکھیت چکر واک کھگ ناہیں کلہہ پائے جم دھرم نشاہیں

چکنی چکوا ایسے غائب ہو گئے ہیں۔ جس طرح لڑائی جھگڑے سے دھرم جاتا رہتا ہے +

ببدھ جنت سنکل مہہ بھراجا پرجا بڑھت پرجا جم پائے سراجا

طرح طرح کے کیڑوں مکوڑوں سے بھری ہوئی زمین کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے سندر راج کو پا کر پرجا بڑھتی ہے +

۱ کبھوں روس مان نبڑتم کبونگ برگٹ پتنگ

انیچ بنشٹے گیان جم پائے سبسک کسنگ
کبہوں چلے مارت پربل جنہہ ہتنہ میگھ بلائین
جم کپوت کے جنم تے سب کل دھرم نشائین

(۱) کبھی تو دِن میں گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور کبھی سُورج نِکل آتا ہے (روشنی ہو جاتی ہے) جیسے اچھی صحبت سے عقل و تمیز آتی ہے۔ اور بُری صحبت سے عقل جاتی رہتی ہے ۰

(۲) کبھی تیز ہوا کے چلنے سے بادل غائب ہو جاتے ہیں۔ جیسے کپُوت کے پَیدا ہونے سے خاندان کے سب دھرم برباد ہو جاتے ہیں۔ بہار۔ برکھا رت اور شرورت رجاڑے کا موسم اکے ملنے کے متعلق دو دوہے گسائیں تُلسی داس جی نے کہے ہیں۔ جیسا کہ اگلی چوپائی سے شرورت کا آنا ثابت ہوتا ہے ۰

برکھا بگت شرورت آئی دیکھو لچھمن پرم سہائی

راجہ رام چندر جی فرماتے ہیں۔ برکھا رُت تو گزر گئی۔ اور سرد موسم آ گیا۔ اَے لچھمن دیکھو یہ رُت بھی کیسی سُہاونی ہے ۰

پھولے کاس سکل مہہ چھائی جن برکھا کرت پرگٹ بڑھائی

اُجلے اُجلے پھُولے ہوئے کاسوں سے زمین کیسی بھری ہُوئی ہے۔ گویا کہ برکھا رُت نے اپنا بڑھاپا ہی دکھا دیا ہے (کیسی بولا ویز تشبیہ ہے) ۰

رس رس سوکھ سرت سر پانی ممتا تیاگ کریں جم گیانی

آہستہ آہستہ ندی نالوں کا پانی دِن بدن کیسے سُوکھتا جاتا ہے جسطرح خدا رسیدہ دھیرے دھیرے دُنیاوی محبت کو چھوڑتے جاتے ہیں ۰

سکھی مین گن نیرا گادھا جم ہرشرن نہ ایکو بادھا

گہرے پانی میں مچھلیاں آرام سے رہتی ہیں (ان کو پانی کے سوکھنے کا ڈر نہیں رہتا جس طرح خدا رسیدہ لوگوں کو کسی قسم کا خوف و خطر نہیں رہتا۔ نہایت پاکیزہ چوپائی ہے۔ خیال کرنے سے کیف پیدا ہوتا ہے ۰

گنجت مدھکر مکر انوپا سندر کھگ مرگ نانا روپا

(بھنورے کے جھنڈ بھونرے گونجتے ہیں۔ ہر قسم کے چرند و پرند خُوشی سے پھُولے نہیں سماتے)

چکر واک من دُکھ نش پیکھی جم درجن پرسمپت دیکھی

چکوا چکوی کو رات دیکھ کر اسطرح رنج ہوتا ہے جسطرح برے آدمیوں کو دوسروں کی دولت دیکھ کر ہوتا ہے۔ اشہور ہے۔ کہ رات کو چکوا چکوی (سرخاب کا جوڑا) قدرتاً جدا ہو جاتے ہیں۔ اگر چکوا دریا کے اِس پار رہتا ہے تو چکوی اُس پار چلی جاتی ہے۔ اور رات بھر دونوں ایک دوسرے کو پکارتے رہتے ہیں *

چاتک رٹت ترکھا ات اوہی جم سُکھ لہئے نہ شنکر دروہی

پپیہا پیاس کے مارے پکارتا ہے۔ اس کو سکھ نہیں ملتا جسطرح شری شوجی مہاراج کا دشمن کبھی چین نہیں پاتا *

دیکھیں بدھ چکور سدائی چتوین جم ہرجن ہرپائی

چکوروں کے جھنڈ چندرماں کو اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے بھگت ہر بھگوان کو پا کر دیکھتے ہیں *

بھوم جیو سنکل رہے گئے سشر درت پائے
سدگر ملے تے جاین جم سنشے بھرم سدائے

زمین کے کیڑے مکوڑے جاڑے کے موسم میں اس طرح برباد ہو گئے ہیں جسطرح اچھا اور سچا گورو ملنے سے ڈر اور بھرم جاتے رہتے ہیں *

ہم اور ہمارا پراچین خزانہ

کون ہے جو اپنے قیمتی خزانوں کی نگہداشت نہیں کرتا۔ کون ہے جو اپنے جواہرات کو زمانے کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ لیکن ہم ہیں کہ سنسکرت کے اُن بہترین جواہر ریزوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے جو غیر ممالک کے وِدوان ہمارے سامنے رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ یورپ کے مشرقی سکالر (ودیارتھی) اپنی تلاش سے سنسکرت زبان کی پراچین وِدیاؤں کو دنیا کی نظروں میں لانے اور مروجہ زبانوں میں ترجمہ کر کے اُنہیں نیست و نابود ہونے سے بچانے کے لئے کمربستہ ہیں *

ڈاکٹر واٹیز (ر ڈ ر ر) (راجگہ) صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جسطرح بھارت درشن نہایت

کی ایک زرخیز بھومی ہے۔ ویسے ہی خیالات کی بلند پروازیوں اور سائنس کے کمالات کا بھی بھنڈار ہے۔

"ولیم ہنٹر" اور ڈاکٹر "الفنسٹن" نے اپنی تواریخوں میں ہندوؤں کے علم ہئیت کی بہت تعریف کی ہے۔ علم ہئیت کی طرف صرف وہی خوش قسمت قومیں توجہ دے سکتی ہیں۔ جو مہذب اور خوشحال ہونے کے علاوہ ریاضی، فلسفہ اور سائنس میں بھی سمپورن ہوں۔

"کاؤنٹ بی جائنڈ جیونا" نے اپنی تصنیف (Theo Jonery of hindus) میں لکھا ہے کہ ہندو کلجگ کے شروع میں علم ہئیت میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ ہندوؤں کی گنت ودیا کے رُو سے کل جگ حضرت مسیح کی پیدائش سے (۳۱۰۲ سال) پہلے ۲۰۔ فروری کو ۲ بجکر ۲۷ منٹ اور ۳۰ سکنڈ پر شروع ہوا تھا۔

دوسرے مصنف "بیلی۔ جینٹل اور پلے فیر" بھی کاؤنٹ کی تائید کرتے ہیں۔ اگر (۳۱۰۲ سال) قبل از مسیح علم ہئیت کی یہ حالت تھی۔ تو گویا اسکی ابتدا کئی صدیاں پہلے دواپر میں ہوئی ہوگی۔ اور ریاضی و فلسفہ تو اُس سے بھی کئی ہزار برس پہلے پورے جوبن پر ہونگے۔

ہندوؤں کے پُرانے نقشوں کے مطابق سال ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۵۰ منٹ اور ۳۵ سکنڈ کا ہوتا ہے لیکن کیلی کے حساب سے سال کی عمر ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۹ سکنڈ ہے یعنی موجودہ سال کی آیو (عمر) اُس زمانہ کے سال سے ۱ منٹ ۴۶ سکنڈ کم ہے۔ یہ بات زمانہ حال کے محققین نے ثابت کر دی ہے۔ سال کی عمر پراچین کال کی نسبت رفتہ رفتہ گھٹ رہی ہے۔ تقریباً ۴۹ صدیوں میں ۳۲½ سیکنڈ کا فرق پڑتا ہے۔ اِس سے ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ کتنے ہزار برس پہلے ہندوؤں نے سال کی عمر کا فیصلہ کیا تھا۔

یونان اور عرب جن کو موجودہ مہذب یورپ کا اُستاد ہونے کا ابھیمان ہے۔ بھارت ورش کے پُرانے شاگرد ہیں۔ ثبوت کی ضرورت ہو تو "مل ہسٹری آف انڈیا جلد دوم صفحہ ۱۰۱" دیکھیں جس میں پروفیسر ولسن نے لکھا ہے:۔

"پراچین خلیفوں خاصکر خلیفہ ہارون رشید اور المامون نے ہندوستانی ہئیت دانوں کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ ہندو بغداد میں بلائے گئے۔ اور اُنکی تصنیفات کا عربی زبان میں ترجمہ کرایا گیا"۔

اس سائنس میں کمال حاصل کرنے والے بھارت سپوتوں میں پاراشر منی - آریہ بھٹ وراہ مہر - برہم گپت - بھاسکراچاریہ اور نیل کنٹھ کے پوترا ور شبھ نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں - ان میں سے آریہ بھٹ کے متعلق جہانتک اتہاس (تواریخ) روشنی ڈالتا ہے - ہدیہ ناظرین ہے

بھارت ورش کے نام اور شہرت کو چار چاند لگانے والا یہ سائینسدان اسویم نامی گاؤں میں جو موجودہ پٹنہ (جو کبھی پاٹلی پتر کہلاتا تھا) کے نزدیک تھا - کلجگ کے ۳۵۷۷ ویں سال یعنی ۴۷۶ء کے مطابق ودّیا کا سورج یہ ایک برہمن کُل آکاش پر نمودار ہوا - یعنی جنم لیا - بعض مؤرخ آریہ بھٹ کا جنم ۱۳۲۲ء میں بتاتے ہیں جو غلط ہے - کیونکہ خود یہ بھارت سپوت اپنی تصنیف کردہ کتاب آریہ بھٹ سوتر میں اپنا جنم ۳۵۷۷ کلجگ میں تحریر کرتا ہے ۔

کہا ہے کہ یہ ہونہار ہیئت دانی کا ہی دماغ لیکر پیدا ہوا تھا - بچپن میں ہی گھنٹوں آکاش میں تاروں کی طرف ٹکٹکی لگاکر دیکھا کرتا تھا جس سے اسکی ماتا اکثر گھبرا اُٹھتی - اور جن بھوت وغیرہ کے آسیب سے رکھشا کے لئے برت کرتی - اور تعویذ حاصل کیا کرتی تھی - بھائی اور مِتر ورگ بھی اس نرالے سائینسدان کا مذاق اُڑایا کرتے تھے - آہستہ آہستہ اس مرض نے ترقی کی اور آریہ بھٹ گھر سے نکل کھڑے ہوئے - برسوں تپ کیا - اور پرماتما سے یہ پرارتھنا کی - کہ وہ اسے اس عجیب غریب آسمانی دُنیا کو جاننے کی اور سمجھنے کی شکتی پردان کرے - آخر تپسیا رنگ لائی - وہ تھوڑے عرصہ میں ہی مشہور ہیئت دانوں میں شمار ہونے لگا - سب سے اول اُس نے " دس گیتی ' سوتر ایک چھوٹی سی کتاب لکھی - جو تمام و کمال نظم میں ہے - اسکی مشہور تصنیف " آریہ بھٹ سوتر " بھی نظم میں ہی ہے - یہ کتاب اُسنے اپنی عمر کے چوبیسویں سال سے پہلے ہی لکھ لی تھی - اور اسی عمر میں اُسکی شادی ہوئی تھی - اس کا ایک سپوت " دیوراجن " نامی بھی مشہور ہیئت دان گزرا ہے - اور کئی ایک کتابوں کا مصنف ہوا ۔

دھرتی (زمین) کی بناوٹ کے متعلق آریہ بھٹ لکھتا ہے :-

ترجمہ شلوک

" زمین آکاش (خلا) کے درمیان ہے - اور پانچ تتوؤں سے گول شکل کی بنی ہوئی ہے "

آریہ بھٹ سوتر کا مترجم نیل کنٹھ (جو بھارت کے ہیئت دانوں میں ایک مشہور عالم تھا) زمین کی شکل جمبر پھل یعنی لیموں کی بتلاتا ہے - زمین کے گول ہونے کی وجہ سے سورج ایک ہی وقت تمام رُوئے زمین پر نظر نہیں آسکتا - اسکی مثال " گول پد " کے تیرھویں شلوک میں دیتے ہوئے لکھتا

ہے۔ کہ جس وقت سورج لنکا میں چڑھتا ہے۔ اُس وقت سدھ پور میں غروب ہوتا ہے۔ اور اُسی وقت یاواکوتی میں دوپہر اور رومکا میں آدھی رات ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آریہ بھٹ زمین کو گول مانتا تھا۔ زمین کی گردش اور ستاروں کے سکون (ساکن ہونے) کی نسبت آریہ بھٹ لکھتا ہے:۔

ترجمہ شلوک

"ستاروں کا گنبد ساکن ہے۔ زمین اپنے محور کے گرد بار بار گردش کرتی ہے جس کے سبب ستارے طلوع اور غروب ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں"۔

اسکے علاوہ زمین کی قد وقامت کے بارہ میں بھی لکھا ہے۔ کہ اس کا محیط ۴۹۶۷ جوجن اور قطر ۱۵۸۱ $\frac{1}{24}$ جوجن ہے۔ (ایک جوجن یا یوجن = ۵ انگریزی میل) اس حساب سے زمین کا محیط ۲۴۸۳۵ میل اور قطر ۷۹۰۵ $\frac{5}{24}$ میل ہوتا ہے۔

دوسرا ہیئت دان ورَاہ مہر چاند گرہن اور سورج گرہن کا مطالعہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ چاند گرہن کے وقت چاند زمین کے سایہ میں آجاتا ہے۔ اور سورج گرہن کے وقت سورج کی بھی یہی دشا ہوتی ہے۔ اسلئے چاند گرہن کبھی مغرب کی طرف سے شروع نہیں ہوتا۔ انگلینڈ کے فاضل اجل اور مشہور سائنسدان محقق و موجد نیوٹن (Newton) کے جنم سے صدیوں پہلے "سدھانت شرومنی" کے ودوان مصنف بھاسکر آچاریہ نے زمین کی آکرشن شکتی (کشش ثقل) کی بابت یوں تحریر کیا ہے کہ:۔

"زمین اپنی کشش کی وجہ سے تمام چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور اسی سبب سے تمام اشیاء اور ستارے وغیرہ ایک باقاعدہ نظام میں ہیں"۔

یہ تو بھارت کے پراچین زمانہ کے سائنسدانوں کا ذکر ہے۔ لیکن آج سے کچھ صدی پہلے بھی ایک بھارت سپوت کو ہیئت دانی کا تمغہ حاصل ہو چکا ہے۔ اور وہ ہندوستان کا سب سے آخری ہیئت دان تھا یعنی "راجہ جے سنگھ ثانی والئے جے پور" جسکی بابت سر ولیم ہنٹر لکھتا ہے:۔

"راجہ جے سنگھ نے اپنی راجدھانی جے پور و بنارس متھرا۔ دہلی اور اُجین میں Observatories قایم کیں۔ وہ سائنس میں اتنا یوگ تھا۔ کہ اُسنے Delshire کی ۱۷۰۲ء کی طبع شدہ Tables کو درست کیا"۔

دریائے توی

ریاست کشمیر میں شہر جموں کے نیچے جو ندی بہتی ہے۔ اسے توی کہتے ہیں۔ بلند پہاڑوں کے درمیان زلفِ حسین کی طرح اسکی خم بخم روانی اور صدائے خلخال کی مثل اسکے شفاف پانی کی دلکش آواز دو ایسی خوبیاں ہیں جنہوں نے اسے عروسِ نظارہ بنا دیا ہے۔ سرسبز ساحلوں کے ساتھ اس کا بہاؤ ناظر کے لئے وہی کیف انگیز منظر پیش کرتا ہے۔ جو کسی عاشق کو پائے محبوب سے علیحدگی میں ممکن ہو۔ چنانچہ یہ نظم خاص جذبات کے تاثر کا نتیجہ ہے (ایڈیٹر)

اے توی اے سربسر تکوینِ دنیا کی نمود
تیرے صدقے میں ہوئی قطروں سے دریا کی نمود

موجزن تجھ میں ہوئی حسنِ خود آرا کی نمود
تو نے چاہی جذبۂ شوقِ تماشا کی نمود

وادی و کہسار سے مستانہ ٹھکراتی ہوئی
کوہ سے اتری پہاڑی گیت تو گاتی ہوئی

کوہ و میداں آ کے جو حائل ہوئے ہیں راہ میں
گیند کی مانند گویا ہیں وہ بازی گاہ میں

کھیلتی ہے ان سے ذوقِ اشتیاق آگاہ میں
ذرے ذرے سے لپٹ جاتی ہے اپنی چاہ میں

بادۂ حسنِ ازل کے نشہ میں کیا چور ہے
شوخیٔ جذبِ محبت سے مگر مجبور ہے

چشمۂ سیماب جموں شہر کے دامن میں ہے
نقرۂ سیال کی رَو وادیٔ ایمن میں ہے

ذرہ ذرہ جوہرِ اک آئینۂ روشن میں ہے
جلوۂ بیتابیٔ دل تیرے سادہ پن میں ہے

نور لرزاں سربسر ہے تیری موجِ زرنگار
صاف پانی کا اچھلنا آنکھ پر ہے عکس بار

تیرا آبِ نیلگوں ہے کاف کی نیلم پری
کوٹ کر جسمیں بھری ہے شوخی و عشوہ گری

تجھ میں جو آشنان کو آئیں بتانِ کافری
پردہ پوشی تجھ سے پائے انکی عریاں پیکری

شعلۂ قد اور شعلۂ رخ کے لئے فانوس ہے
چادرِ آبِ رواں ان کے لئے ملبوس ہے

ذرّہ ہائے ریگِ ساحل ہیں کہ پُر انوار ہیں — یہ شرر بے سوز گویا گوہرِ شہوار ہیں
حُسن سینا کے ترے سنگ آئینہ بردار ہیں — چشم و ابرو کی طرح زیبِ در و دیوار ہیں
سنگریزے تیرے ساحل کے نہیں ہیروں سے کم
اور یہ ہیرے بھی مِل سکتے ہیں بے دام و درم

پُوچھتی ہے کیوں صبا وجہِ خرامِ نازِ موج — کہہ رہا ہے خُود لبِ ساحل حدیثِ رازِ موج
چھیڑ دیتی ہے روانی پردہ ہائے سازِ موج — کیسی دِلکش ہے تری کی صُبحدم آوازِ موج
نغمے زِندہ ہیں نفس کی جنبشِ مضراب سے
جل ترنگ اِک نغمہ زن ہے تارِ موجِ آب سے

شب کو جب چھاتی ہے خاموشی ہوا کے تار میں — جب نہیں پتا بھی ہلتا دشت اور گلزار میں
نیند کھل جاتی ہے چشمِ مردمِ بیمار میں — جُنب ہے اِک عاشق ہی بیدار اِنتظارِ یار میں
شوقِ منزل تجھ کو رکھتا ہے سدا گرمِ سفر
دوپہر ہو۔ شام ہو۔ شب ہو کہ ہو وقتِ سحر

رات کو آبِ رواں میں رقصِ عکسِ ماہتاب — نُور افشانی میں ہو رشکِ شعاعِ آفتاب
ہو مئے آبِ رواں منّت کشِ جامِ حباب — ساقیٔ فطرت لنڈھائے کیفِ جلوہ کی شراب
اِس نظّارے کے لئے اِک چشمِ بینا چاہیئے
چشمِ بینا محوِ مقصُودِ تماشہ چاہیئے

مچھلیاں آ آ کے جب لہروں سے ہم آغوش ہوں — غفلتیں دونو کی فطرت میں سراسر جوش ہوں
جا کے گہرائی میں دم بھر کے لئے خاموش ہوں — اِشتیاقِ اوج سے پھر سطح پر ہم دوش ہوں
دیتی ہیں بیتابیاں یہ رازِ ہستی کا سبق
اِن سے مِل سکتا ہے ہم کو اوج و پستی کا سبق

توسنِ عُمرِ رواں کی طرح ہے آبِ رواں — کوئی تو پُوچھے کہ یہ پُرجوش جاتا ہے کہاں
قطرہ کی معراج ہونا دہر میں ہے بے نشاں — جزو کو کل ہی میں ملتی ہے حیاتِ جاوداں
ہستیٔ آبِ رواں ہی میں ہے آبِ زندگی
دور ہی میں ہے دمِ جامِ شرابِ زندگی

کنادرشی اور اُس کا
ویشیشک شاستر

آجکل مغربی عالم اپنی توجہ زیادہ تر مادے کی بناوٹ کی تحقیق پر خرچ کر رہے ہیں۔ مادے کی بناوٹ کی ابتدائی تھیوری ایک مشہور سائنسدان ڈالٹن نے لوگوں کے سامنے رکھی تھی مندرجہ ذیل اسکی تھیوری کے پانچ مشہور نکتے تھے۔

۱۔ پرمانو (Atoms) مادے کے نہایت ہی چھوٹے حصے ہیں۔ جو کہ آگے چھوٹے حصوں میں نہیں کاٹے جا سکتے۔

۲۔ ایک مفرد چیز کے پرمانو ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے وزن برابر ہوتے ہیں۔
۳۔ مختلف مفرد اشیاء کے پرمانوؤں کی خاصیتیں مختلف ہوتی ہیں۔
۴۔ مرکب اشیا مختلف مفرد پرمانوؤں کے سادہ اوسط میں مل جانے سے بنتی ہیں۔
۵۔ مختلف اشیاء کے اوزان مرکبہ پرمانوؤں کے اوزان مرکبہ ظاہر کرتے ہیں۔

ان نکتوں میں سے پانچواں نقطہ غلط ثابت ہو چکا ہے لیکن یہ نقطے خواہ ان میں سے ایک آدھ غلط ہوں لیکن صحیح خیال اور اچھی بدھی ان خیالات سے ظاہر ہوتی ہے۔

ڈالٹن سے پہلے ہندوستان میں بسنے والے رشیوں نے مثلاً سانکھ۔ کناد وغیرہ نے مادے کی بناوٹ پر بہت تحقیق کی ہے۔ اس مضمون میں صرف کنادرشی اور اسکی تھیوری پر بحث کیجاویگی سب سے پہلے کنادرشی کی زندگی کے چند حالات قلمبند کرتا ہوں:۔

رشی کا نام کناد اور اُلوک دونوں ہیں۔ یہ بدھ سے آٹھ سو سال پہلے زمانے کا ہے۔ دن کے وقت یہ ایک گھنے جنگل میں رہا کرتا تھا۔ اور وہاں سوچا کرتا تھا۔ اور دُنیا سے علیحدہ ہی رہا کرتا تھا۔ رات کو جب لوگ آرام کرتے تھے۔ وہ لوگوں میں آکر اِدھر اُدھر روٹی کے لئے پھرا کرتا تھا۔ اسی لئے اسے اُلوک بمعنی (اُلو) کہا کرتے تھے۔ اس کا نام کن بھج یا کن بھکش بھی تھا۔ کن بمعنی چاولوں کا ایک دانہ۔ اور بھکش یا بھج بمعنی کھانا۔ یہ نام اسطرح بنا کہ کناد عموماً رات کو گھوما کرتا تھا۔ لیکن چونکہ جوان عورتیں اس کو دیکھ کر ڈر جاتی تھیں۔ وہ چھپ کر کھیتوں کے پاس چلا جاتا تھا۔ اور وہاں سے چاولوں کے دانے اُٹھا کر کھا لیا کرتا تھا۔ اسی لئے اس کا نام کناد پڑ گیا۔ نیز اسے

ویشیشک کا گرو بھی کہا کرتے تھے - ویشیشک کے معنی ہیں نہایت اعلیٰ یعنی نتیج پانے والا یہ نام اس لئے رکھا گیا - کہ یہ شاستر ہر طرح دوسرے شاستروں سے بڑھ چڑھکر تھا - اور نیز یہ شاستر ایک ایسے آدمی سے بنایا گیا تھا جس کا دماغ بہت ہی اعلیٰ درجے کا تھا"

(یہ حالات زندگی ایک چینی تحریر سے لئے گئے ہیں) واقعی اتنے تپ اور ریاضت کی زندگی بسر کرنے سے دماغ بلاشبہ نہایت اعلیٰ اور گراں پایہ کا ہو جاتا ہے۔

کنادکی فلاسفی کا نقطہ نگاہ

بعض لوگ شاستروں کو پڑھکر یہ کہدیتے ہیں - کہ ان چھ شاستروں کے مت آپس میں مختلف ہیں - کوئی کچھ کہہ رہا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے - کوئی خدا کو مانتا ہے - کوئی نہیں مانتا - جس میں یہ بات نہیں ہے - شاستروں کا مدعا اصلیت کا راز بتانا ہے - یعنی ناموں اور شکلوں کے پردے میں جو اصلیت چھپی ہوئی ہے یعنی خود اور غیر خود میں تفریق کرنا جس سے روحانی ترقی میں آسانی ہو سکے - یہاں آکر تمام شاستر مل جاتے ہیں۔

پروفیسر میکس مولر صاحب کہتے ہیں "جتنا زیادہ میں نے مختلف شاستروں کو پڑھا ہے - اتنا ہی مجھ پر اس سچائی کا کہ جو مختلف شاستروں کا پیچھے ایک مشترکہ فنڈ ہے - جسے کہ ہم قومی یا ہر دلعزیز فلاسفی کے نام سے پکار سکتے ہیں اور جو کہ ایک بڑا بھاری سمندر فلسفیانہ خیالات اور زباندانی کا ہے جس سے ہر ایک نے اپنے ارادوں کے مطابق خیالات لئے ہیں"۔

کنادکی فلاسفی اشیاء پر ایک خاص نقطہ نگاہ سے دیکھتی ہے - اور یہ نقطہ نگاہ ان لوگوں کا ہے - جن کے لئے کنادکی فلاسفی بنائی گئی تھی - اس لئے اپنے میں یہ فلاسفی ایک مکمل فلاسفی نہیں ہے - بلکہ یہ ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی سسٹم پر مبنی تھی - اور یہ فلاسفی خدا کی ہستی - اور روح کا امر ہونا مسئلہ تناسخ اور دنیا کی پیدائش وغیرہ اصولوں کو ماننے کے بعد لکھی گئی - وہ اشخاص جن کو یہ لیکچر دیئے گئے تھے - وہ ایک خاص ڈگری ان لیکچروں سے پہلے اپنے پاس رکھتے تھے - اور بہت سے اصول اور مسئلے ان لیکچروں سے پہلے وہ سمجھ چکے تھے - اور بہت سے مسئلے جو کناد نے اپنی فلاسفی میں درج نہیں کئے - اس کا یہ مطلب نہیں تھا - کہ وہ ان کو جانتا نہیں تھا - بلکہ وہ بلا تذکرہ کئے ہی ان کو مانتا تھا - جسطرح ایک لڑکا دسویں جماعت سے کالج میں داخل ہوتا ہے - تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہت سے اصول جانتا ہے اور اسکے استاد وہ اصول اسے نہیں سمجھاتے - اور دوم فلاسفی شاستر کاروں کے لئے صرف ایک دماغی ورزش ہی نہیں تھی - بلکہ اس کا مدعا ایک اونچے روحانی

زینے تک پہنچاتا تھا۔

کناد کے شاگرد آتم انوبھو کو کسی درجے تک حاصل کر چکے تھے۔ اور ان کا چال چلن بلا داغ تھا۔ انہیں یہ خیال ہو چکا تھا۔ کہ وہ اس دنیا میں قیدی کی طرح ہیں۔ اور وہ کرم کے قانون کو سمجھ چکے تھے۔ اور مسئلہ تناسخ کے قائل تھے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ آتما کی ہستی کے جانے بغیر ان جونوں سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ لیکن آتما کی ہستی جاننا بھی ایک بڑی دیر اور محنت کا کام ہے اور یہی طریقے یگیہ ولکیہ رشی نے اپنی استری کو بتائے تھے۔

کناد کے شاگردوں نے دنیا کی تکلیفوں کو محسوس کیا تھا۔ اور وہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے وید سمرتی اور اتہاس وغیرہ پڑھا تھا۔ اور وہ جان گئے تھے۔ کہ آتما کا جاننا ہی مکتی کا کارن ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہوں نے قابل عزت رشی کناد کی منت کی کہ وہ انہیں آتما کو جاننے کے طریقے بتائے اور آتما کا فرق غیر آتما سے بیان کرے۔ اس لئے کناد اس نقطے سے شروع ہوا۔ اور اسی لئے یہ سسٹم ہر ایک جگہ عائد ہو سکتا ہے۔ رشی علاج بتاتا ہوا کہتا ہے کہ اب میرے شاگردوں کو زیادہ تر سوچنے کی ضرورت ہے اور انہیں خود اور غیر خود میں تمیز کی ضرورت ہے۔ یہ ویشیشک شاستر کا اصل منبع ہے۔ اس لئے کناد کا نقطۂ نگاہ پریکٹیکل (practical) ہے۔

کناد صرف فلاسفر ہی نہیں۔ اسکے شاگرد وقفیت حاصل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ باقاعدہ کام کے شائق تھے اور مشق کرنا چاہتے تھے۔ دوئم کناد کا نقطۂ نگاہ روحانی ہے وہ روح اور مادے میں فرق بیان کرتا ہے۔ وہ مادے اور غیر روحانی کی تشریح صرف اس لئے کرتا ہے کہ اسے روحانی سے جدا کر سکے۔

تیسرے اس کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ دو انسانوں کے کرم کبھی بھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ یہ بتاتا ہے کہ کس طرح یہ ہر ایک انسان کے لئے ممکن ہے کہ وہ اصلیت کو جان کر یعنی آتما اور غیر آتما میں فرق معلوم کر کے موکش (نجات) حاصل کر سکے۔ اس لئے کناد نے اپنے شاستر میں مادے پر بہت زیادہ بحث کی ہے۔

کناد تمام چیزوں کو مختلف جماعتوں میں منقسم کرتا ہے۔ اور پھر ان اشیا کو ان کے مختلف چھوٹے سے چھوٹے اجزا میں تقسیم کرتا ہے۔ ان کو پرمانوؤں کے نام سے پکارتا ہے۔

ہندو سسٹم میں قیامت اور پیدائش ہر ایک دو طرح کی ہے۔ ابتدائی۔ غیر ابتدائی

پہلے آتما سے دُنیا کے مادے کی پیدائش یہ ابتدائی پیدائش ہے۔ اور پھر اس مادے سے دُنیا کی پیدائش دُوسری پیدائش ہے۔ اِسی طرح دُنیا کا مادے میں علیحدگی اور مادے کا آتما میں شامل ہونا مانا جاتا ہے۔ غیر ابتدائی قیامت عارضی ہوتی ہے۔ کیونکہ غیر ابتدائی قیامت کے بعد غیر ابتدائی پیدائش ہوتی ہے۔ یہ سِلسلہ اسی طرح رہتا ہے۔ اور کناد نے اپنے شاستر میں اِس سِلسلے کو یہاں تک ہی بیان کیا۔ کہ تمام چیزیں پرمانوؤں کی شکل میں علیحدہ ہو جاوینگی۔ اس کے بعد وُہ یہاں تک نہیں پہنچا۔ کہ وُہ پرمانو پھر آتما میں مِل جاوینگے لیکن اس سے وُہ ہندوؤں کی اصل اور ویدک اصُول کو کہ سب کچھ خُدا سے ہی بنا ہے۔ اور اصل میں خُدا ہی ہر ایک چیز کا سبب ہے غلط ثابت نہیں کرتا۔ اور جیسا کہ بعض مغربی عالموں نے کناد پر الزام لگایا ہے۔ کہ وُہ دُنیا کو خُود بخُود مادے سے بنی ہوئی مانتا ہے غلط ہے۔ ایک مغربی عالم نے لکھا ہے۔ "کہ کناد کا سسٹم دُنیا کی پیدائش محض اتفاقیہ بیان کرتا ہے اور خُدا کی ہستی سے مُنکر ہے"۔ یہ بات بالکل غلط اور بے بُنیاد ہے ۔

یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مادے کا مُختلف ذرّوں سے بنا ہُوا ہونا یعنی پرمانوؤں سے اور ان ذرّوں کا متحرک ہونا۔ اور پھر ان کا آپس میں مِل جانا۔ جیسا کہ موجُودہ سائنس نے معلوم کیا ہے۔ یہ اسی پُرانے ہندو رشی کناد کے دماغ سے نِکلا ہُوا ہے ۔

کناد نے تین طرح سے اپنا مطلب سمجھایا ہے ۔

۱۔ (اُدیش) چیزوں کی ترتیب اور جماعتوں میں تقسیم ۔

۲۔ (لکشن) ان کی تعریف کہ وُہ کیا ہیں ؟

۳۔ (پریکشا) چیزوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ ۔

مادے کی واقفیت تشبیہہ اور تفریق دونوں طریقوں سے بتائی گئی ہے ۔

مَیں اِس چھوٹے سے مضمُون میں کناد کی تمام فلاسفی اور پدارتھوں۔ بھُو اور ابھُو پر بحث نہیں کر سکتا۔ صِرف کناد کی تھوڑی سی دُنیا کی پیدائش اور فنا کی بابت اور رُوح کی ہستی کی بابت بیان کرونگا ۔

دُنیا کی پیدائش اور فنا

غیر ابتدائی پیدائش کے شروع میں زمین۔ پانی۔ آگ۔ ہوا۔ وقت اور آکاش۔ خلا۔ رُوح اور مَن تمام کے پرمانو موجُود ہوتے ہیں۔ ابتدائی پیدائش کا مطلب نہیں پرمانوؤں کا برہم سے

نکلنا ہے۔ پیدائش کا مطلب صرف رُوح کا باقاعدہ موکش حاصل کرنا ہے۔ ہر ایک غیر ابتدائی پیدائش اور اس سے لیکر ایک غیر ابتدائی فنا تک (۳،۱۱،۵،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰) سال کا وقفہ ہوتا ہے۔ اور اس طرح کے کئی وقفے گزر جاتے ہیں۔ تب کہیں جا کر ابتدائی فنا اور پھر ابتدائی پیدائش ہوتی ہے۔ اور جب فنا کا وقت آتا ہے۔ اس وقت برہم یہ خواہش کرتا ہے کہ رُوحوں کو آرام پہنچایا جائے۔

جُونہی یہ خواہش ہوتی ہے۔ اُسی وقت کچھ ایسے اُصُول کام کرتے ہیں کہ تمام رُوحیں اور جسم علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام مادہ وغیرہ بھی اسی طرح پرمانوؤں کی شکل میں آجاتے ہیں اور یہ پرمانو اور رُوحیں کچھ دیر تک اسی حالت میں رہتی ہیں۔ پھر اس وقفہ کے گزرنے پر برہم کی پھر خواہش ہوتی ہے۔ اور کرم انوسار تمام ارواح موافق اجسام سے مانوس ہو جاتی ہیں۔ برہم کی خواہش سے ہوا کے پرمانو دوسرے ہو جاتے ہیں۔ اور وُہ آکاش میں متحرک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح پانی کے پرمانو پیدا ہوتے ہیں۔ پھر مٹی کے پرمانو پانی میں پیدا ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اسطرح جسطرح پہلی پیدائش میں رُوحوں نے کام کئے تھے ویسے ہی ان کو جسم مل جاتے ہیں۔ اسی طرح کی حیوانی۔ انسانی جُونوں میں سب جاتے ہیں۔ ایک دُوسرے کی بُدھی مختلف ہوتی ہے۔ گو کناد نے اتنا مکمل بیان نہیں دیا۔ لیکن اس کے سوتروں سے پتہ چل سکتا ہے۔ کہ وُہ ان باتوں کو مانتا ہے۔

پرمانو کیا ہیں (کناد کے دلائل)

دائمی وُہ ہے جو کہ موجود ہے۔ لیکن اس کا سبب (علت) کوئی نہیں ہے۔ دائمی چیز نُو بخود ہوتی ہے۔ اور اشیاء جتنی کہ وُہ نظر آتی ہیں۔ کیونکہ وُہ کاریہ (معلول) ہیں۔ اس لئے وُہ پیدا کی جا سکتی ہیں۔ اور فنا بھی ہو سکتی ہیں۔ ان میں جزو وکل کا تعلق ہے۔ وُہ لامحدود نہیں ہیں ورنہ میرو پربت اور ایک رائی کے دانہ کی مقدار کے ماپنے میں کوئی فرق نہ ہو۔ اس لئے ہر ایک چیز کی حد ایک ایسی چیز یا ذرے تک ہے جو کہ آگے تقسیم نہیں ہو سکتا اور وُہ چیز پرمانو ہے۔ پرمانو دائمی ہے اور یہ دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور چُونکہ چار مفرد اشیاء ہیں۔ اس لئے پرمانوؤں کی بھی صرف چار اقسام ہیں۔ یہ خیال رہے کہ پیدائش اور فنا کے وقت نظر نہ آنے والے اصُول کام کرتے ہیں۔

رُوح کی مکتی:۔ حرکت دو طرح کی ہو سکتی ہے (۱) با مطلب (سکام) یعنی کسی

خاص چیز کی خواہش اور حصول کے لئے (۲) بے مطلب نشکام یعنی پھل سے فائدہ اٹھانے کے بغیر صرف ادائیگی فرض کے لئے ۔
بامطلب حرکات سے دھرم اور ادھرم پیدا ہوتا ہے لیکن بے مطلب سے چت یعنی من کی درستی اور پترتا حاصل ہوتی ہے ۔ اوڈیا (نہ جاننا) کے اثر سے روح دنیا میں پھنس جاتی ہے ۔ اور یہ دھرم اور ادھرم کرتی رہتی ہے جن کے اثر سے بالترتیب عمدہ زندگی یا بری زندگی گزرتی ہے ۔ لیکن روح چونکہ اپنے کاموں سے رنج وغم اٹھاتی ہے ۔ اور مادے کے زیر اثر یہ ایسے پھندوں میں پھنستی ہے ۔ اس لئے یہ خود بخود اپنے لئے مکتی کا ذریعہ بن سکتی ہے ۔ کناد کا مکتی کا آدرش یہ ہے کہ اس حالت میں ہر اقسام کے دکھوں سے نجات مل جاتی ہے اور بود و ہست کے چکر سے چھٹکارا ہو جاتا ہے ۔
یہ مکتی کیسے حاصل کی جا سکتی ہے ۔ دھرم اور ادھرم دونو پیدائش کے کارن ہیں ۔ خواہش سے دھرم اور ادھرم پیدا ہوتا ہے ۔ اور خواہش ہمیشہ تکلیف اور خوشی سے پیدا ہوتی ہے ۔ اور خوشی روح کی کسی چیز سے یا من سے متعلق ہونے سے پیدا ہوتی ہے ۔
یہ تعلق من کی حرکت سے قائم ہوتا ہے ۔ اگر من کی حرکت ستھر (ساکن) ہو جاوے ۔ تو پھر اس سے روح کا تعلق بیرونی اشیاء سے قائم نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کوئی دھرم یا ادھرم پیدا نہیں ہو سکتا ایسی حالت کو یوگ کے نام سے پکارتے ہیں ۔ اس حالت میں روح کو اندرونی و بیرونی حواس پر پورا قابو حاصل ہو جاتا ہے ۔ اور اسے دوبارہ بدھی وغیرہ سے آزادی مل جاتی ہے ۔ پھر اس کا دوبارہ جنم نہیں ہو سکتا ۔ اور اسے ایک محدود وقت آرام حاصل کرنے کے لئے مل سکتا ہے ۔
پیارے پڑھنے والو ۔ اتنی باریک خیالی اور نکتہ دانی کتنے اعلیٰ دماغ کا کام ہے ۔ اور ہمارے رشی کس طرح مکمل طور پر فلاسفی اور روحانی علوم میں ماہر تھے ۔

بادشاہ کے

ولیعہد کی تعلیم

پرانے زمانے میں

ولیعہد کی تعلیم ایک نہائیت ذمے واری کا کام تھا۔ اور اس لئے اس کا خاص تذکرہ ہندو نیتی گرنتھوں میں آتا ہے۔ اور پرنس (Prince) کی تعلیم کو بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پرنس یعنی ولی عہد کی تعلیم کے لئے نہائیت دانا اور نیک اُستادوں کے سپرد کیا جاتا تھا تین سال کا ہو جانے کے بعد اُسے ورن مالا یعنی لپی اور حساب یعنی سنکھیان پڑھایا جاتا تھا گیارہ سال کی عمر کے بعد زیادہ اُونچے درجے کے گرنتھ اور اعلیٰ قسم کی تعلیم اسے دی جاتی تھی یعنی عالم اور پنڈت اُسے مختلف پستکیں پڑھاتے تھے۔ گورنمنٹ کے مدبر اور پولٹیکل آدمی اسے بحث مباحثہ اور بات چیت کا ڈھنگ سکھاتے تھے۔ اور پریکٹیکل یعنی مشق بھی کرواتے تھے۔ ڈنڈنیتی زبانی اور مشق کر وا کر پڑھوائی جاتی تھی۔ اِن کے علاوہ ولی عہد ہر روز عالموں کی زبان سے تواریخ کے سبق لیا کرتا تھا۔ تواریخ کے گرنتھوں میں پُران۔ دھرم شاستر۔ ارتھ شاستر وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔

ان کے ساتھ ساتھ ہی اسے فوجی تعلیم دی جاتی تھی یعنی ہاتھی اور گھوڑے کی سواری سکھائی جاتی تھی۔ رتھ کا چلانا۔ اور اس کا بندوبست کرنا۔ دشمن پر وار کرنا۔ اور اپنے آپ کو بچانا وغیرہ۔

تعلیم کے زمانے میں ولی عہد کو برہمچاری رہتے ہوئے تعلیم کی تمام تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ کوٹلیہ نے لکھا ہے کہ ولی عہد کو صبح کے وقت فوجی اسباق۔ شام کو اتہاس اور دن کے باقی حصوں میں دوسرے مضامین پر سبق پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگ جانتے تھے۔ کہ بلا تعلیم اور مطالعہ کے ولیعہد کبھی بھی ایک دانا اور کامیاب حاکم نہیں بن سکے گا۔ اسی لئے ارتھ شاستر میں مذکور ہے کہ "وہ بادشاہ جس کے پاس تعلیم ہے۔ اور جو اپنی رعیت کا بھلا کرتا ہے۔ اسے تمام دنیا میں کوئی نفرت نہیں کرتا۔ نہ اسکی برابری کرنے کی کوشش کرتا ہے

سولہ سال تک تعلیم حاصل کرنیکے بعد پرنس سکول سے واپس آ جاتا تھا۔ اور اپنے گھر میں رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسکی شادی ہو جاتی تھی۔ اور وہ زندگی کے ایک نئے مرحلے میں

قدم رکھتا تھا۔ اسکے سامنے تمام قسم کی مشکلات دُنیا آتی تھیں۔ اور تمام وُہ باتیں شکلیں جو بادشاہ کی حالت میں اس کے سامنے آنی چاہئیں۔ اسکے سامنے لائی جاتی تھیں۔ تاکہ اسے مشق ہو جائے۔ کہ کس طرح ان محموں کو حل کیا جاتا ہے۔ یعنے اسے کچھ حصہ تو بڑا اختیار دے دیا جاتا تھا۔ کئی محکموں کا اسے ذمہ وار بنا دیا جاتا تھا۔ اگر وُہ ان تمام مرحلوں کو عبور کر لیتا تھا۔ تو پھر اسے فوج کا حکمران بنا دیا جاتا تھا۔ جہاں مشق حاصل کرنے کے بعد وُہ بادشاہ بنا جاتا تھا۔

ارتھ شاستر میں لکھا ہے کہ بادشاہ کو بچپن سے ہی پرنس کی تعلیم کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ اگر پرنس اچھے چلن کا نہ ہو۔ تو اس کا خاص بندوبست کرنا چاہئے۔ اور اگر پرنس اس حالت میں بھی نہ سُدھرے تو اسے جلا وطن کر دینا چاہئے۔ لیکن شاستروں نے پرنس کو بھی اجازت دی ہے کہ اگر ان کے پتا ان سے بلا وجہ بُرا سلوک کریں۔ تو ان کو اختیار ہے۔ کہ وُہ معمولی طریقوں سے ان کا انسداد کریں۔ اور اگر اسطرح باز نہ آئیں تو زبردست ذرائع استعمال میں لاویں۔

یادِ معبود

راہ ملے اگر مجھے جاؤں نکل کہیں کو میں
مجھ کو گراں ہے آسماں اور گراں زمیں کو میں

اور دے بھر کے ساقیا جام شراب کیف زا
چوس رہا ہوں لذتِ جرعۂ اولیں کو میں

دیدۂ تر کا حوصلہ کچھ تو بڑھے گا اسطرح
خون جگر میں رنگ لوں دامن و آستیں کو میں

آنے لگا پیام دید اُٹھنے لگی نقاب رُخ
دینے لگا تسلیاں چشم نظارہ بیں کو میں

کیا ہے اگر نہیں نصیب دید جمال ظاہری
دیدۂ دل سے دیکھ لوں صورتِ دل نشیں کو میں

آپ کا سنگ آستاں تکیۂ سر بنے اگر
اسکے عوض نہ لوں کبھی زانوئے حورِ عیں کو میں

دلمیں بپا ہُوا نہ ہو۔ ماتم خونِ آرزو
دیکھ رہا ہوں سُرخ و تر دامن آستیں کو میں

اب یہ بنائے کفر ہو یا کمالِ عاشقی
کعبۂ دلمیں رکھ چکا اک بُت حسیں کو میں

کر دیا سینہ چاک چاک نوکِ سنانِ یاس نے
رکھوں چھپا کے اب کہاں رازِ دلِ حزیں کو میں

یاس کبھی ہے بری بلا وُہ بھی فراق دوست میں
دیکھتا ہوں کبھی فلک اور کبھی زمیں کو میں

بادہ کشِ کہن ہوں میں چاہئے مجھ کو تلخ و تیز
کیا کروں لیکے ساقیا ساغرِ انگبیں کو میں

شامیؔ اُلٹ نہ دے کہیں محفل کائنات کو
روکے ہوئے ہوں ہجر میں نالۂ آتشیں کو میں

مجھے کیا باغِ عالم میں بہار آئے خزاں آئے

نہ لُطفِ موسمِ گُل ہے۔ نہ ہے بیمِ خزاں مجھ کو
کہ کانٹا سی کھٹکتی ہے بہارِ بوستاں مجھ کو
نہ ہے وجہِ تکبر کچھ مِیرا اونچا نشاں مجھ کو
نہ ہے بُو باس کی وُسعت کا دُنیا میں گمان مجھ کو
نہ ہیں برسات کے دِن باعثِ آرامِ جاں مجھ کو
ڈرا سکتی نہیں نہار کالی آندھیاں مجھ کو

یہ سب آلائشیں ہیں اور سب بے اثر ہوں میں
نہالِ بے ثمر ہوں میں

مجھے کیا باغِ عالم میں خزاں آئے بہار آئے
کوئی ہمسر پھلے پھُولے کسی کو برگ و بار آئے
کسی کی ڈالیوں میں آندھیوں سے انتشار آئے
کسی کی شاخ پر بہرِ نوا سنجی ہزار آئے
کسی پر زاغ کی ہر وقت بانگِ ناگوار آئے
مُحبت سے بھرا بھنورا کسی پر بیقرار آئے

مَیں تنہا ہُوں چمن میں اور با حالِ دگر ہوں مَیں
نہالِ بے ثمر ہوں مَیں

مِرے نزدیک یکساں ہے سدا وجہِ پریشانی
زغن کے شور وغُل اور بُلبلوں کی زمزمہ خوانی
مجھے ہیں ایک سی بادِ بہاری بادِ طُوفانی
کڑاکے گرمیوں کے جانگذا فصلِ زمستانی
ہر اِک خُوبی نظر آتی ہے مجھ کو دہر میں فانی
سبق آموز ہے میرے لئے میری گراں جانی

یہ ہے قسمت کا رونا گر چمن میں نوحہ گر ہوں مَیں
نہالِ بے ثمر ہوں مَیں (رجت)

ویدک زمانے کی کونسل

ویدک زمانے میں قومی زندگی کے خیالات کا اظہار اسمبلی اور مجلسوں کے ذریعہ کیا جاتا تھا اِس قسم کی مجلس کو "سمتی" کے نام سے پکارتے تھے سمتی کے معنے باہم ملنے جُلنے کے ہیں۔ اِس مجلس میں تمام اِنسان اکٹھے ہوتے تھے اور راجہ کو چُنتے تھے۔ تمام اِنسانوں کا فرض تھا۔ کہ وُہ مجلس میں حاضر ہوں ۔

سمتی کے کام

سمتی کا کام راجہ کا چناؤ تھا۔ نیز اور کام اس کا یہ تھا۔ کہ یہ کئی اور شاہی معلومات پر بحث کیا کرتی تھی ۔

بادشاہ اور سمتی

بادشاہ کو بھی اِس مجلس میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ یہ اس کا فرض تھا۔ اگر وُہ اسمیں حاضر نہ ہو۔ تو وُہ سچا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ایسی مجلسیں چھاندوگیہ اُپنشد کے زمانہ تک قایم رہیں ۔

سوچ بچار:۔ مجلس میں لوگ لیکچر بھی دیا کرتے تھے۔ اور مقرر اپنے آپ کو لائق اور ناقابلِ اعتراض ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا ۔

مجلس کا غیر مُلکی کام:۔ مُلکی معاملات کے سِوا اور بھی کئی امُور پر اس سبھا میں غور کیا جاتا تھا۔ چھاندوگیہ اُپنشد میں مذکُور ہے کہ شویت کیتو اپنے آپ کو مکمل وِدوان خیال کرتا تھا۔ وُہ سمتی میں حاضر ہوُا۔ راجہ نے اسے پانچ فلاسفی کے سوال پوچھے۔ اور ان میں سے ایک کا بھی جواب شویت کیتو نہ دے سکا۔ آخر اسے یہ کہا گیا۔ کہ جس کو ان سوالات کا جواب نہیں آتا۔ وُہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے تعلیم پُوری کر لی ہے۔ اور مجھے سب کچھ آتا ہے ۔

مُہذب سوسائٹی اور سمتی:۔ جس میں سمتی اُس زمانے میں ظہُور پذیر ہوئی۔ جب کہ ہندُو سوسائٹی کافی ترقی کر چکی تھی۔ بحث و مباحثہ اور قیل قال کی آزادی۔ اور بحث کرنیوالے کا یہ خیال کہ وُہ دُوسری پارٹی پر فتح حاصل کرلے۔ یہ اُمور ترقی یافتہ سوسائٹی کو ظاہر کرتے ہیں یورپ کی مجلسوں میں ایک آدمی بولتا ہے۔ اور باقی تمام اِنسان سُننے والے ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی حاضرین تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اِظہار کرتے ہیں۔ ایسی مجلسوں سے سمتی کو تشبیہ نہیں

دی جا سکتی ۔

سمتی کا صدر:۔ ایک اور نقطہ اس زمانہ کی مہذب سائٹی کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سمتی کا ایک صدر یعنی پریذیڈنٹ رہتی ہوا کرتا تھا۔ گرنتھوں میں لکھا ہے "کہ سمتی کا صدر سب سے زیادہ اختیارات رکھتا ہے"۔

سمتی کے اصول و قواعد:۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تمام انسان سمتی میں حاضر ہونے چاہئیں لیکن بعض اوقات ایسا ضروری نہیں ہوتا۔ مثلاً شویت کیتو کی حالت میں مجلس میں صرف پنڈت اور فلاسفر ہی آئے ہونگے۔ اور گرنتھوں میں مذکور ہے کہ "گاؤں کو جرمانہ ہو جاتا تھا۔ یا گاؤں وعدہ کرتا تھا" تو اس سے ظاہر ہے کہ نزدیک نزدیک دیہاتوں کے نمائندے تو ضرور سمتی میں آتے ہونگے۔ اور وہ نمائندے تمام گاؤں کی رائے کو ظاہر کرتے ہونگے۔

سمتی کے تواریخی حالات:۔ سمتیاں عموماً بڑی بڑی دیر تک چلتی رہتی تھیں۔ اور ویدوں میں اسے "پرجاپتی کی لڑکی" اور "لافانی" کہا ہے۔ چھاندوگیہ اپنشد میں بھی اسکے بے انت ہونے کا ذکر ہے۔ پانچسو برس قبل مسیح کے بعد سمتیوں کی بجائے بادشاہتیں قائم ہوگئیں اور اُس زمانے کی کتابوں میں سمتی لفظ کے صرف حوالے ہی مذکور ہیں۔ رگوید کے زمانے سے لے کر سات سو یا چھ سو سال قبل مسیح تک سمتی کی عمر ہے۔

سبھا:۔ سبھا کو سمتی کی بہن کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی پرجاپتی کی لڑکی ہے۔ یہ بھی سمتی کے ساتھ ساتھ ہی چلتی رہی۔ گرنتھوں میں پرارتھناؤں سے پتہ لگتا ہے۔ کہ لوگ سبھا اور سمتیوں میں نااتفاقی سے بیحد ڈرتے تھے۔ سبھا کا ایک اور نام "نرشٹھا" رکھا ہوا تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سبھا میں بولنے والا تمام حاضرین کو اپنا ہم خیال سمجھتا تھا۔ یا بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسلئے سبھا میں بھی کھلے مباحثے ہوا کرتے تھے۔ اور سبھا میں جو ریزولیوشن پاس ہوتا تھا۔ وہ سب کو ماننا ضروری تھا۔ کیونکہ "نرشٹھا" کا مطلب ہی ہے کہ وہ ریزولیوشن جو کبھی نہ ٹوٹ سکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سبھا سمتی کی طرح ایک مشہور مجلس تھی۔

سبھا کے ممبر نہایت عالم اور قابل عزت شخص ہوا کرتے تھے۔ اس کا صدر بھی ہوا کرتا تھا جسے سبھاپتی کہتے تھے۔ اور شاید سبھا میں بزرگ اور بوڑھے آدمی شامل ہوتے تھے۔

سبھا دیوانی و فوجداری مقدمات کا فیصلہ کیا کرتی تھی۔ اور سبھا کا نام مصیبت اور خطرہ رکھا ہوا تھا۔ جو انسان سبھا سے کامیاب واپس آتا تھا۔ اسے لوگ گناہ سے بری خیال

کرتے تھے۔ اور یجر وید میں ذکر ہے۔ کہ لوگ سبھا میں جا کر اپنے گناہوں پر افسوس کرتے تھے۔ رگوید کے آخری حصے میں مذکورہ خواص والی سبھا کا ذکر آتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سمتی کی طرح سبھا بھی رگوید کے آخری زمانے میں شروع ہوئی۔ اُس زمانے میں اور بھی ایک دو قسم کی سبھائیں ہوا کرتی تھیں۔

ویدوں کے بعد کے زمانے نے سبھاؤں کی قسموں اور تعداد میں زیادہ ترقی کی۔ اور پرانی ویدوں کی سبھاؤں کے حالات کو اپنے اندر شامل کیا۔ لیکن ویدوں کے بعد کے زمانے میں یعنی چھاندوگیہ اُپنشد کے آخیر میں ہندوستان میں راجوں وغیرہ اور بادشاہت کا رواج ہونے لگا اور خود مختار حکومتیں قائم ہونے لگیں۔ چھاندوگیہ اُپنشد کے بعد کا زمانہ خود مختار حکومتوں کا زمانہ کہلاتا ہے۔

آریوں کی میونسپل کمیٹی

پُرانے ہندوستان میں محکمہ حفظان صحت بڑے غور و خوض اور ہوشیاری سے اپنا کام کرتا تھا۔ اور عوام الناس کی صحت کا خاص بندوبست کیا جاتا تھا۔

کوٹلیہ کی کتاب "ارتھ شاستر" میں مذکور ہے:۔

"ہر ایک گھر سے ایک ایسی نالی پانی کے لئے نکلنی چاہئے۔ جو کہ ۳ پد لمبی ہو۔ اور جس کا ڈھلوان کافی ہو۔ تاکہ اسمیں پانی بہہ کر بڑی نالی میں جا پڑے۔ اس قانون کا توڑنے والا جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ جو ۵۴ پن ہوگی۔ دو گھروں کے درمیان تین یا چار پد کا ضرور فاصلہ ہونا چاہئے۔ دو نزدیک نزدیک گھروں کی چھتیں چار انگل فاصلہ پر ہوں۔ یا آپس میں ملی ہوئی ہوں۔ گھروں کے مالک جسطرح مرضی ہو۔ گھروں کو بنائیں لیکن انہیں صحت پر بُرا اثر ڈالنے والے حالات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ اور کثرت بارش کے نقصانات سے گھروں کو بچانیکے لئے چھت پر رسّی دار چٹائیاں بچھا دینی چاہئیں۔ جو کہ ہوا سے نہ اُڑ سکیں۔

اگر کوئی گڑھا پانی کی نالی۔ سیڑھی۔ گوبر کا ڈھیر یا گھر کا کوئی حصہ عوام کی تنگی کا باعث ہو یا کسی طرح عوام کی آزادی میں حائل ہو۔ یا گھر کے اردگرد گندہ پانی جمع ہو جایا کرے۔ جس سے

دوسرے گھروں کی دیواروں کو خطرہ ہو۔ تو ایسے گھر کے مالک کو جرمانہ ہوگا۔ اور اگر گندگی پیشاب وغیرہ جمع ہو جایا کریگا۔ تو جرمانہ دگنا ہوگا۔ پانی کی نالی میں پانی بالکل جمع نہیں ہونا چاہیئے اور آسانی سے پانی بہ جانا چاہیئے ورنہ ۱۲ پن جرمانہ ہوگا۔

بیماریوں کو روکنے اور ان کا علاج کرنے کے لئے بھی کافی بندوبست تھا۔ اور میونسپل کمیٹی ان آدمیوں کی خاص نگرانی کرتی تھی جو "پبلک ہیلتھ" (Public Health) کا خیال نہ کرتے ہوئے اپنے مفاد کے لئے گندگی پھیلاتے تھے۔ مذکور ہے کہ:۔

"ہسپتالوں کے ساتھ گودام اور دوائیوں کے اس قدر ذخیرے تھے۔ کہ سالہا سال تک ختم نہیں ہو سکتے۔ اور ذخیروں میں تازہ سامان ہمیشہ آتا رہتا تھا"۔

ارتھ شاستر میں چار قسم کے وَیدبیان کئے ہیں:۔

(ا) بھشج یا چکت سُکا یعنی عام وید

(ب) جانگلئو ودا یعنی زہروں کے معالج

(ج) سوتکا چکت سُکا۔ یعنی مِڈوائوز (Midwives) اگربھی عورتوں اور زچہ کا علاج کرنے والے۔

(د) سینا چکت سُکا:۔ یعنی فوج کے اندر علاج کرنے والے سرجن۔

گربھی عورتوں کے معالج اور فوجی معالجوں کے پاس جراحی کے اوزار بھی ہوتے تھے۔ اور نیز بھی۔ دردوں کو رفع کرنے والے تیل اور پٹیاں بھی موجود تھیں۔ جانوروں کی بیماریوں کا علاج کرنیکے لئے بھی سرجن موجود تھے۔ اور وَیدک بوٹیاں اور پودوں کی کاشت کا خاص انتظام تھا۔ اور اس کام کے لئے بہت سی زمین گورنمنٹ کی زیر نگرانی کاشت کی جاتی تھی اور گورنمنٹ ہی علاقے میں حکمت اور طبابت کی مشق کی نگرانی رکھتی تھی۔

"نیز بیماریوں کو روکنے کے لئے بھی ذرائع استعمال کئے جاتے تھے۔ مثلاً غلہ۔ تیل۔ نمک۔ خوشبوؤں اور دوائیوں میں بے ایمانی کرنے کی بڑی بھاری سزا تھی۔ اور شہروں اور تنگ جگہوں میں صفائی کا خاص انتظام تھا۔ گندگی پھیلانا یا سڑکوں اور عام گزرگاہوں میں پانی جمع کرنے کی بھی سزا مقرر تھی۔ شہر کے کسی حصے میں یا شہر کے نزدیک جانوروں یا انسانوں کی لاشوں کو پھینکنا جرم تصور کیا جاتا تھا۔ مُردہ اجسام کو مقررہ دروازوں کے علاوہ دوسرے راستوں سے لے جانا۔ اور خاص مقررہ حدود سے باہر مُردوں کو نہ جلانا میونسپل قوانین کی خلاف ورزی سمجھی

جاتی تھی۔ اور اس کے لئے سزائیں دی جاتی تھیں ؂

یہ بات غلط ہے کہ پوسٹ مارٹم (post mortem) کا پرانے زمانے والوں کو علم نہیں تھا۔ بھارت ورش میں اسکی مشق کی جاتی تھی اور عام رواج تھا ؂

لاش کو تیل میں ڈوبویا جاتا تھا۔ یا تیل کی مالش کر دی جاتی تھی۔ تاکہ گلنی اور سڑنی شروع نہ ہو جائے۔ تمام قسم کی اچانک اموات مثلاً زہر سے یا دم گھٹ کر۔ یا پھانسی یا ڈوب جانا یہ تمام کیس طبی افسروں کے پاس لائے جاتے تھے۔ اور افسروں کو جہانتک ہو سکے۔ موت کی درست وجہ معلوم کرنی پڑتی تھی۔ نشانیاں وغیرہ دیکھکر (جن کا مکمل تذکرہ ارتھ شاستر میں کیا گیا ہے) موت کا سبب معلوم کیا جاتا تھا۔ تمام حالات کا نہایت غور سے مشاہدہ کیا جاتا تھا اور اگر کوئی شرارت وغیرہ کیگئی ہو۔ تو گواہ دے کر مقدمہ عدالت کے سپرد کیا جاتا تھا ؂

شہر کے باشندوں کے فرائض بھی مقرر تھے۔ ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے :-

(۱) اگر گھر کے مالک کے پاس مندرجہ ذیل اشیاء نہ ہوں۔ تو اسے ¼ پن جرمانہ کیا جائیگا :-

۱۔ ایک عدد کمبھ (یعنی گھڑا پانی رکھنے کے لئے)

۲۔ ایک درون یعنی لکڑی کا بنا ہوا بڑا ساٹب (tub)

۳۔ ایک سیڑھی اور ایک کلہاڑا جس سے شہتیر وغیرہ کاٹے جاسکیں ؂

۴۔ ایک چھاج۔ جو کہ دھوئیں وغیرہ کو اُڑائے ؂

۵۔ ایک ہک جس سے دروازوں کے جلتے ہوئے حصوں کو کھینچا جاسکے ؂

۶۔ ایک چمڑے کا کھیلا ؂

۷۔ پانچ برتن جن میں پانی بھرا ہو ؂

نیز لوہار اور سنار وغیرہ یعنی جو آگ کے ذریعہ کام کرتے ہیں۔ ان کے مکان دوسروں سے بالکل علیحدہ ہوں۔ تمام چوراہوں اور بڑے بڑے بازاروں کے علاوہ شاہی محلات میں بھی ہزاروں پانی سے بھرے ہوئے گھڑوں کی قطاریں ہونی چاہئیں۔ اگر کہیں آگ لگ جائے تو جو مکان والا وہاں دوڑ کر مدد کے لئے نہ جائیگا اُسے ۱۲ پن جرمانہ ہوگا۔ یہ قانون کرایہ داروں کے لئے نہیں ہے ؂

اس قسم کے دیگر بہت سے اصول اور طریقے مفصل درج ہیں۔ جن کا بیان ارادتاً حذف کیا گیا ہے یہاں صرف یہ بتانے کی کوشش کیگئی ہے کہ پرانے زمانے میں کس قدر باقاعدہ پبلک مفاد کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ اور ان کی بہتری کے لئے ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی جاتی تھی ؂

ہندوؤں کے جیوتش گر

عموماً انگریزی رسالوں میں عموماً اس قسم کے معمے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کہ ایک دو تین وغیرہ سولہ ہندسوں کو چار لائنوں میں اسطرح ترتیب دیا جائے۔ کہ ہر طرف سے ان کا مجموعہ ۳۴ ہو وغیرہ ۱۸۸۰ء کے ایک انگریزی رسالے میں درج ہے کہ اس معمے کے حل پر کئی اشخاص نے سر پٹکا لیکن یہ حل نہ ہوا۔ اس معمے نے کئی حساب دانوں کو پاگل بنا دیا۔ لیکن اس معمے کے کئی حل ہو سکتے ہیں۔ جن میں سے ایک حسب ذیل ہے:-

۱۵	۱۰	۸	۱
۶	۳	۱۳	۱۲
۹	۱۶	۲	۷
۴	۵	۱۱	۱۴

اس ترتیب میں خواہ کسی طرف سے ہندسوں کو گنا جائے۔ ان کا مجموعہ ۳۴ ہی ہوگا۔ یہ معمے بازی کوئی نئی نہیں ہے۔ بلکہ ہندوؤں کے قدیم جیوتش کے گرنتھوں میں ہندسوں کو ایسی ترتیب دینے کے کئی طریقے درج ہیں۔ جیوتش تتو میں ایک یہ طریقہ بتایا گیا ہے:-

پانچ لکیریں عموداً ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر کھینچیں۔ پھر پانچ لکیریں ہاری زنٹل پہلی عمودی لائنوں کو کاٹتی ہوئی کھینچیں۔ اسطرح ایک بڑا مربع بن جائیگا۔ جس میں ۱۶ خانے ہونگے۔ سب سے پہلے خانے میں ہندسہ ا لکھیں۔ ساتویں خانے میں تین۔ نویں میں ۷ - اور پندرھویں میں ۵۔ پھر ان ہندسوں کے دائیں طرف ایک ایک ایسا ہندسہ لکھیں جس سے دونو کا مجموعہ ۹ ہو جائے۔ یعنی یہ شکل بن جاوے گی۔ پھر ہر ایک قطار کا جو مجموعہ آپ بنانا چاہتے ہیں۔ اس کا نصف کرلیں (یہ خیال رہے۔ کہ اس طریقے سے مجموعہ صرف جفت عدد ہی بن سکتا ہے طاق کا طریقہ آگے درج ہوگا) جو خانہ آپ بھرنا چاہتے ہیں۔ اس کو نمبر ایک خانہ شمار کرتے ہوئے ڈائیگنل (digonalwise)

۱	۸		
		۳	۶
۷	۲		
		۵	۴

کی طرف تیسرے خانے میں جو ہندسہ ہو وہ نصف مجموعے سے تفریق کر دیں۔ اور جو کچھ باقی رہے وہ اس خانے میں بھر دیں۔ بالآخر آپ گن کر دیکھیں۔ تمام قطاروں اور ڈائیگنلوں کا مجموعہ آپ کی حسب منشا ہوگا (مربع کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جو لائن کھینچی جاتی ہے۔ اسے ڈائیگنل

کہتے ہیں۔ اس لکیر کے متوازی لکیروں کو بھی ڈرائیگنل کی طرح کی لکیریں ہی خیال کیا جاتا ہے۔ اس طریقے کو مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔ مثلاً آپ ہر قطار کا مجموعہ ۳۴ بنانا چاہتے ہیں۔ اس کا نصف ۱۷ ہُوا۔ آپ ہندسہ ۳ کا نچلا خانہ بھرنا چاہتے ہیں۔ اس خانے کو ایک شمار کرتے ہوئے ڈائیگنل میں تیسرے خانہ میں ہندسہ ایک درج ہے۔ اسے ۱۷ سے منہا کریں۔ باقی ۱۶ بچے اسے ۳ کے نچلے خانے میں لکھدیں۔ اگر آپ ۳ سے اُوپر کا خانہ بھرنا چاہتے ہیں۔ تو اس خانے کو ایک شمار کرتے ہُوئے ڈائیگنل میں تیسرے خانے میں ہندسہ ۷ ہے۔ ۷ کو ۱۷ سے تفریق کریں تو باقی ۱۰ بچے۔ ۱۰ کو ۳ سے اُوپر والے خانے میں درج کریں۔ اس عمل سے مندرجہ ذیل شکل بن جائے گی۔ ہر قطار اور ڈائیگنل کا مجمُوعہ ۳۴ ہوگا۔

۱	۸	۱۰	۱۵
۱۲	۱۳	۳	۶
۷	۲	۱۶	۹
۱۴	۱۱	۵	۴

اس طریقے میں یہ ضرُوری ہے۔ کہ مجمُوعہ ۲۰ سے کسی صُورت میں کم نہ ہو۔ اور اگر ایک ہندسے کو صرف ایک دفعہ ہی لکھنا ہو۔ تو مجمُوعہ ۳۴ سے کم نہ ہو۔

ایک ہندوستانی زیور (نتھ)

ہندوستان کے تمام علاقوں میں کسی نہ کسی شکل میں نتھ (ناک کی بالی) کا رواج ہے۔ گجرات مہاراشٹر۔ سندھ۔ پنجاب۔ شمالی اور وسط ہند میں ہندو عورتیں گہنے کے طور پر اپنے ناک میں ایک بالی سی ڈالتی ہیں۔ مُسلمان عورتیں بلاق استعمال کرتی ہیں۔ جو کہ ناک کی درمیانی دیوار میں سُوراخ کرکے پہنی جاتی ہے۔ یہ گہنا کب سے رواج پکڑ گیا۔ اس کا کچھ زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ سنسکرت علم ادب اور نگھنٹو میں اس کا بالکل ذکر نہیں آتا۔ جس سے بلا خوف تردید یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی تہذیب اس زیور سے بے بہرہ تھی۔

نتھ کے کئی نام ہیں مثلاً بالی۔ ویسر نتھنی۔ نتھ۔ لفظ سنسکرت کے مصدر ناتھو سے بنا ہے۔ ویسر لفظ سنسکرت کے کسی مصدر سے بنا ہُوا نہیں معلُوم ہوتا۔ اور ظن غالب ہے کہ یہ کوئی غیر مُلکی لفظ ہو۔

ہندوستان میں نتھ مُختلف شکلوں میں، اور مُختلف طریقوں سے پہنی جاتی ہے۔ گجراتی

عورتیں ناک کے بائیں صرف سوراخ ہوا کر نتھ پہنتی ہیں۔ مدراس میں دائیں طرف پہنی جاتی ہے
پنجاب کی مسلمان عورتیں درمیانی دیوار میں سوراخ کر کے اسے استعمال کرتی ہیں ۔
نتھیں ایک معمولی سونے یا پیتل کی تار سے لیکر نہایت قیمتی اور مختلف قسم کی ہیروں سے جڑی
ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ان کی شکل کم وبیش طاؤس سے ملتی جاتی ہے ۔
سندھی نتھ اس قدر بھاری ہوتی ہے۔ کہ اس کا نچلا حصہ پہننے والی عورت کے بالوں کے
تیلے سے گچھے سے بندھا ہوتا ہے جو کہ منہ پر سے ہوتا ہوا زیور تک پہنچتا ہے۔ اور بھی کئی قسم کی
نتھیں ہوتی ہیں مثلاً کانٹو۔ جس کا ایک سرا ناک میں ہوتا ہے۔ اور دوسرا ہیرا دائرے کی شکل میں
جواہرات سے مزین ہوتا ہے۔ اور نیچے لٹکتا رہتا ہے۔ بلاق بھی دائرے کی شکل میں ناک کی درمیانی
دیوار میں ڈالی جاتی ہے۔ یہ صرف مسلمان عورتیں پہنتی ہیں۔ کبھی کبھی ان ہندو لڑکوں کو بھی پہنائی
جاتی ہے جو بہت سے بچے مرجانے کے بعد زندہ بچیں۔ اس حالت میں ان کا نام بلاقی دہن یا نتھا
وغیرہ رکھا جاتا ہے ۔
عبرانی عورتیں بھی نتھوں کا استعمال کرتی ہیں۔ اور اس کا ذکر ایک انگریزی مصنف نے کیا
ہے۔ لیکن ہندوؤں میں یہ زیور اس قدر رائج ہونیکے باوجود بھی سنسکرت کی کتابوں میں نہیں
پایا جاتا۔ اسکی حقیقی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس زیور کو مسلمانوں نے رواج دیا۔ نتھ اصل میں
غلامی کی نشانی تھی۔ اور شاید عورتوں کو غلام خیال کرتے ہوئے یہ زیور کے طور پر ان کو پہنائی
جاتی ہو۔ عرب میں نتھ اور کانوں کی بالیاں غلامی کا نشان تھیں۔ یہ امر بالکل واضح اور مسلمہ ہے
اسی امر کا ہندوستان میں بھی ۱۶۲۹ء میں رواج تھا جیسا کہ ایک جین مصنف کی گجراتی کی
ایک تصنیف میں پایا جاتا ہے :-

راز ہیرو جے سوری راس باب ۷، شلوک ۹)

توں چیلانے اسے استاد گروسیتی کیوں کرنا واد
گرو نیچے پکڑی تجھ ہاتھ پھاڑی ناک پرودے ناتھ

یہ شلوک ایک جینی مہاپرش کے زندگی کے ایک واقع پر روشنی ڈالنے کے لئے لکھے گئے
ہیں ۔

ایک دفعہ اس مہاپرش کا ایک شاگرد گستاخ ہوگیا۔ اس وقت پولیس کے آدمی نے اس شاگرد
کو یہ الفاظ کہے۔ جو کہ مندرجہ شلوک میں بتائے گئے ہیں۔ اور جن کا مطلب صاف ہے کہ " تم

اسکے شاگرد ہو۔ اور وُہ تمہارا اُستاد ہے۔ تمہاری کیا طاقت ہے۔ کہ گرُو کی ہتک کر سکو گرُو کی طاقت ہے کہ تمہیں پکڑ کر لیجائے۔ (غلاموں کی منڈی میں) اور وہاں تمہیں بجکر تمہارے ناک میں سُوراخ ڈلوا کر نتھ پہنوا دے "

کئی اصحاب یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ نتھ فارسی علم ادب اور لغاتوں میں نہیں ملتا۔ لیکن یہ اعتراض بیجا ہے۔ کیونکہ بلاق بالکل مسلمانوں کا گہنا ہے۔ خان بہادر نواب عزیز جنگ بھادر حیدر آباد دکن نے جو لغات تالیف کی ہے۔ اسمیں انہوں نے لفظ بلاق کی مکمل تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ کہ:۔

" لفظ بلاق کے کئی معنی ہیں (۱) سُوراخ (۲) نتھنا (۳) رسی جو کہ اونٹ کے نتھنے میں پروئی جاتی ہے اور (۴) ناک کا ایک زیور " وُہ فرماتے ہیں کہ مصنفوں کی کثیر تعداد اس لفظ کو ترکی زبان کا مانتی ہے۔ غیاث اللغات میں بلاق سے صرف ناک کا زیور مراد لیگئی ہے۔ یہ زیور صرف عورتیں پہنتی ہیں۔ اس کا رواج ترکستان سے دُوسرے ممالک میں پھیلا •

مذکورہ اقتباسات سے عیاں ہے کہ نتھ زیور کی شکل میں مسلم ممالک سے ہند میں آیا۔ کس زمانے میں اس لیلہ نے ہند میں رواج پکڑا۔ اس کا ٹھیک ٹھیک ابھی تک پتہ نہیں لگا۔ اور نہ ہی محققوں کی سمجھ میں ابھی تک یہ آیا ہے کہ وُہ زیور جو بلاق کی شکل میں رجو کہ ناک کی درمیانی دیوار میں پہنی جاتی ہے) ہند میں وارد ہُوا کس طرح نتھ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ اس کا سوائے اسکے کچھ جواب نہیں ہو سکتا کہ مختلف علاقوں کے لوگوں نے اسکے ساتھ مختلف اقسام کے خیالات وابستہ کرنے شروع کر دیئے یا لوگوں کے مذاق کے موافق اسکی شکل آہستہ آہستہ بدلتی گئی۔ حتیٰ کہ مختلف علاقوں میں اس کی بالکل مختلف اشکال ہو گئیں •

دراصل زیوروں کی بناوٹ اور ان کے طرزِ عمل و محل استعمال کا چناؤ ہر صُوبے کے لوگوں کے اپنے مذاق پر منحصر ہوتا ہے۔ جو زیور کلکتے کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اور جو انہیں بھاتے ہیں وُہ مدراس کے لوگوں کو پسند نہیں۔ مدراس کے لوگوں کے زیور پنجابیوں کو پسند نہیں •

محققوں اور عالموں کو لازم ہے کہ وُہ اِس امر کی تحقیقات کریں۔ کہ ابتدا میں حضرت انسان نے کب زیوروں کا استعمال شروع کیا۔ اور کیوں اس کے دل میں ایسا شوق پیدا ہُوا۔ اِس سے پتہ لگ سکے گا۔ کہ زیور کا انسانی مذاق سے کیا تعلق ہے •

اِتحاد

مختصر کرتا ہے غم کی مدتوں کو اتحاد ٹالتا ہے بیکسی کی ذلتوں کو اتحاد
استواری بخشتا ہے ہمتوں کو اتحاد ٹھیک کر دیتا ہے بگڑی حالتوں کو اتحاد

کیوں لڑیں جھگڑیں یہاں کیوں ہم خجل ہو کر رہیں
ایک ہے سب کا وطن سب ایک دل ہو کر رہیں

ملکت دو مختلف قوموں کی ہے اک انجمن سب کے دل میں سب کا گھر ہو سب ہو سب کا چلن
بلبل و گل سرو و قمری مختلف اہل وطن سب مصیبت جھیلتے ہیں جب اُجڑتا ہے چمن

ملک کیا ہے ایک قالب روح کیا ہے اتحاد
فائدہ قالب سے کیا جب روح کہدے خیرباد

آجتک کی خانہ جنگی کو مصیبت جانئے ہموطن ہونے کا ہے جو فرض اُسے پہچانئے
ہو چکی ضد اب خلوص باہمی کی ٹھانئے چھوڑیئے کہنا قمر کا یہ مقولہ مانئے

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

طوفانِ وحدت

غلطاں ہے محیط بے پایاں ۔ یاں وار کہاں اور پار کہاں
گنگا ہے کہاں اور باغ کہاں ۔ ہے صلح کہاں پیکار کہاں
یاں نام کہاں اور روپ کہاں ۔ اخفا ہے کہاں اظہار کہاں
نہیں ایک جہاں دو چار کہاں ۔ اور مجھ میں سوچ بچار کہاں
ماں باپ کہاں استاد کہاں ۔ گورو چیلے کا یاں کار کہاں
احسان کہاں آزار کہاں ۔ یاں خادم اور سردار کہاں
نہیں زیر زبر پیش کہاں ۔ تقطیع اور شعر اشعار کہاں
اک نور ہی نور ہوں شعلہ فشاں ۔ گلزار کہاں اور خار کہاں

اِنسان کیوں ایک ہاتھ کو زیادہ پھرتی سے اِستعمال کر سکتا ہے

یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ کثرت سے اِنسان دائیں ہاتھ کو آسانی سے اِستعمال کر سکتے ہیں اور کئی آدمی بائیں ہاتھ اور بازو کو دہنے کی نسبت زیادہ آسانی سے اِستعمال کر سکتے ہیں بعض بائیں ہاتھ والے اِنسان کوشش کرنے سے دائیں ہاتھ والے بن جاتے ہیں۔ ان باتوں کی کیا وجہ ہے اور کیوں اِنسان قدرتی طور پر دائیں ہاتھ میں زیادہ زور یا بائیں ہاتھ میں زیادہ زور لیئے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔ مدّت سے اِس نکتہ پر سائنسدانوں میں بحث ہو رہی ہے ٭

زیادہ تر سائنسدانوں کی رائے ہے کہ اِنسان کے دماغ کے دو حصّے ہیں۔ ایک دایاں دُوسرا بایاں۔ دائیں حصّے سے نسیں نکل کر دماغ کے نیچے سے ہوتی ہوئیں بائیں حصّہ جسم میں بکھر جاتی ہیں۔ اور بائیں حصّہ دماغ کی نسیں جسم کے دائیں حصّے میں بکھری ہوئی ہیں۔ اِس لیئے دماغ کے جس حصّے کو اِبتدا سے ہی ہم نشو ونما دینے لگتے ہیں وُہ دُوسرے حصّے سے زیادہ ترقی کر جاتا ہے۔ اِس لیئے دائیں ہاتھ والے اِنسان صِرف دائیں ہاتھ میں ہی زیادہ زور نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کے جسم کا سارا دایاں حصّہ بائیں حصّہ سے زیادہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔ ان کی دائیں آنکھ تیز ہوتی ہے دایاں پاؤں اور دائیں ٹانگ مقابلتاً پھرتیلی ہوتی ہے۔ دائیں حصّے کی جلد بائیں سے زیادہ حِسّ رکھتی ہے اور دائیں حصّے کے تمام اعضا بائیں حصّے سے تیز ہوتے ہیں ٭

لیکن اس تھیوری پر کہ جس طرف کو ہم زیادہ اِستعمال کریں۔ وُہ ترقی کر جاتی ہے۔ بہت سے اعتراض کیئے گئے۔ اور اس کی صداقت کو پرکھنے کے لیئے کچھ نوزائیدہ بچّوں کو ایسے طریقے سے پالا گیا۔ کہ انہیں دیکھا دیکھی سے کوئی خاص حصّہ جسم اِستعمال کرنے کی عادت نہ پڑے۔ بالآخر ان بچّوں کا اِمتحان کیا گیا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ وُہ ایک ہاتھ کو زیادہ پھرتی سے اِستعمال کر سکتے ہیں اور ان کا ایک حصّہ جسم دُوسرے سے خُود بخود ترقی کر گیا ہے ٭

اِس لیئے اسکی ایک اور وجہ پیش کی گئی۔ کہ اِنسان کے جسم کا مرکزی نقطہ درمیانی لکیر سے دائیں طرف واقع ہوتا ہے۔ اِس لیئے دائیں پاؤں اور ٹانگ پر جسم کا زیادہ بوجھ پڑ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دائیں بازو اور ہاتھ میں زیادہ طاقت آجاتی ہے۔ لیکن بچے چلنا سیکھنے سے پہلے ہی اپنے ایک

ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی نسبت پھرتی سے استعمال کرتے ہوئے پائے گئے ہیں۔ نیز بائیں ہاتھ والے انسانوں میں یہ نقطہ بائیں طرف ہونا چاہیئے۔ لیکن ایسا دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ بائیں ہاتھ والے انسانوں کے اندرونی اعضا بائیں طرف کو واقع ہوں۔ بندر اور گوریلے جن کا یہ نقطہ دائیں طرف یا بائیں طرف کو واقع ہے۔ کیوں ایک ہاتھ کو دوسرے کی نسبت زیادہ پھرتی سے استعمال نہیں کرتے ان اعتراضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سائنسدانوں نے ایک اور تھیوری پیش کی ہے۔

انسان بندروں اور گوریلوں کی طرح ابتدا میں دونوں ہاتھوں کو یکساں استعمال کر سکتا تھا۔ لیکن اشارے وغیرہ کرنیکے لیئے دایاں یا بایاں صرف ایک ہی ہاتھ استعمال کیا جاتا تھا یونان و اٹلی کی ابتدائی تحریریں ایسی لکیروں سے بنی ہوئی ہیں۔ جو دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں طرف کھینچی گئی ہیں۔ لیکن دونوں ہاتھوں کا یکساں استعمال اس وقت جاتا رہا جبکہ لوگ شکاری اور لڑائی پیشہ ہوگئے۔ اس وقت وہ دل کی حفاظت کیلئے وہ بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں تلوار پکڑنے لگے۔ یا نیزہ اور ڈنڈہ وغیرہ دائیں ہاتھ میں رکھنے لگے۔ اسطرح آہستہ آہستہ ہمارا دایاں ہاتھ بہ نسبت بائیں کے زیادہ طاقت ور اور پھرتیلا ہوگیا۔

بعض ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہمارے جسم میں کئی ایسے غدود ہیں جن میں سے خاص قسم کی رطوبات نکلتی رہتی ہیں۔ ان رطوبات کو ہارمونز (Hormones) کہتے ہیں۔ انہی پر ہمارا چال چلن، جسم کا رنگ اور ہماری تذکیر و تانیث وغیرہ مبنی ہے۔ شاید انہی پر ہمارا دائیں یا بائیں ہاتھ والا ہونا منحصر ہو۔ اس حالت میں ہماری دائیں یا بائیں طرف کے غدود زیادہ طاقتور اور پھرتیلے ہونگے۔

کچھ سال ہوئے ایک چھوٹے سے سکول میں ایک متعلم جسکا دایاں بازو ٹوٹ گیا تھا لڑکوں کی جماعت میں آیا۔ اور تختہ سیاہ پر اسنے بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کیا۔ ساری جماعت کے لڑکے حیران ہوگئے۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ استاد نے اردو لفظوں کو بجائے دائیں سے بائیں طرف کو لکھنے کے بائیں سے دائیں طرف کو لکھنا شروع کر دیا۔ اور حرف بھی الٹے تھے۔ مثلاً میں جارہا ہوں کی بجائے اس نے " [illegible] " لکھ دیا۔

اسکی کیا وجہ تھی۔ صرف یہ کہ وہ استاد جب پہلے اپنے دائیں ہاتھ کو استعمال کرتا تھا۔ اس وقت اس کا دایاں حصہ دماغ نشوونما حاصل کر رہا تھا۔ اور جس طرح اس کا دایاں حصہ بڑھ رہا تھا۔ اس کے عین مقابل سمت اس کا بایاں حصۂ دماغ بھی بڑھ گیا۔ جب اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا

اور اس نے بائیں کا استعمال شروع کیا۔ اس وقت اس کا بایاں ہاتھ اسی طرح لکھنے لگا۔ جیسی کہ اس نے قدرتی طور پر نشوونما پائی تھی۔ اس الٹی طرح لکھنے کو تحریر آئینہ وار کہہ سکتے ہیں۔ اس قسم کی تحریر کا قدرتی خاصہ خود بخود ترقی کر جاتا ہے۔ اس بات کو ثابت کرنیوالے بہت سے واقعے ظہور پذیر ہوئے ہیں +

لیونارڈ جب بوڑھا ہو گیا۔ تو اس کا دایاں بازو بےحس ہو گیا۔ اس لئے اس نے بائیں بازو کا۔ لیکن کئی دفعہ جب وہ بیہوش ہو جاتا تھا اور لکھنے لگتا تھا۔ اس وقت کے لکھے ہوئے صفحوں میں بہت سا حصہ "تحریر آئینہ وار" ہوتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسان کے دماغ کے دو علیحدہ علیحدہ حصے ہیں +

اس تھیوری سے کئی عملی اسباق بھی نکالے جا سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ بچے جو قدرتی طور پر بائیں ہاتھ کو پھرتی سے استعمال کر سکتے ہوں۔ ان کو کبھی دائیں ہاتھ کا استعمال کرنے کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ تکلیف دہ ہونیکے علاوہ خطرناک بھی ہے۔ اور بہت سے بچے جن کو ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے وہ یا تو لنگڑا کر چلنے لگتے ہیں۔ یا ان کی زبان لکنت کرنے لگتی ہے۔ کیونکہ جب زبردستی ان کے بڑھتے ہوئے دماغ پر ایسا کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ تو ان کے کئی خانہ ہائے دماغ کو ضعف پہنچ جاتا ہے جس سے اسکے خاص خاص اعضا کی نشوونما رک جاتی ہے +

بلکہ ایسے بچوں کو پیار اور محبت سے دونوں ہاتھوں کا استعمال سکھانا چاہیئے۔ ان کو ایسے استاد کی زیر نگرانی رکھنا چاہیئے۔ جو کہ بائیں ہاتھ کو استعمال کرنیکے خلاف نہ ہو۔ اور جو محبت و پیار سے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ میں تعصب سے نہیں بلکہ اسکی خوبیاں بڑھانیکے لئے اس کو دوسرے ہاتھ کا استعمال سکھلا رہا ہوں۔ اپنا کام کریں۔ کیونکہ دونوں ہاتھوں کو پھرتی سے استعمال کر سکنا ایک خوبی ہے +

مدت سے ہمارے بزرگ اسکی تعریف کرتے آئے ہیں اور ایسا کرنے کی نصیحت بھی کرتے رہے ہیں +

اٹھا کر آنکھ کیا دیکھوں چمن کو سبزہ زاروں کو
طبیعت ڈھونڈتی ہے اب سکوں پرور نظاروں کو

زمانے نے ہزاروں کروٹیں بدلی ہیں ہر لحظہ
سکوں آیا نہ لیکن گردش قسمت کے ماروں کو

سائیں کی صدا

یہ دُنیا جائے گذشتن ہے — سائیں کی ہے یہ صدا بابا
یاں جو ہے رُوئے بہ رفتن ہے — تُو اس میں دل نہ لگا بابا

گیانی نہ رہے دھیانی نہ رہے — تجھے کیا کیا لاثانی نہ رہے
تجھے آخر تو فانی۔ نہ رہے — فانی کو کہاں ہے بقا بابا

تجھے کیسے کیسے شاہِ زمیں — تجھے کیسے کیسے محل سنگیں
ہیں آج کہاں وُہ مکان و مکیں — نہ نشان رہا نہ پتہ بابا

نہ وُہ سُور رہے نہ وُہ بیر رہے — نہ وُہ شاہ رہے نہ وزیر رہے
نہ امیر رہے نہ فقیر رہے — مَولا کا نام رہے بابا

اے ہمسفران طریق عدم — نہیں چھوڑے ہیں نشانِ قدم
گم گشتہ راہ فنا ہوئے ہم — کہو کوئی تو کیا ہے بقا بابا

جو چیز یہاں کی فانی ہے — جو جنس ہے آنی جانی ہے
دُنیا کیا رام کہانی ہے — کچھ حال ہمیں نہ کھلا بابا

آنے جانے کا ہے تار لگا — دُنیا ہے یہ اِک بازار لگا
دِل نہ اس میں نہ تُو زنہار لگا — کب نکلا وُہ جو پھنسا بابا

یاں مَرد وُہی کہلاتے ہیں — جو جاکر پھر نہیں آتے ہیں
جو جاتے ہیں اور آتے ہیں — وُہ مرد نہیں اصلا بابا

کیوں عمر عبث تو نے کھوئی — کچھ کر لے اب بھی خُدا جوئی
سچ کہتا ہوں تجھ سے یاں کوئی — نہ رہا نہ رہا۔ نہ رہا بابا

بتہ کر بتہ کر بستر اپنا — باندھ اُٹھکر رختِ سفر اپنا
دُنیا کی سرا کو گھر اپنا — تُو نے ہے غلط سمجھا بابا

کیا گھوڑے بیچ کے سوتا ہے — کیوں وقت عبث تو کھوتا ہے
جو سوتا ہے پھر روتا ہے — کہتے ہیں مردِ خُدا بابا

وہ پیک اجل کا آتا ہے
تو ساتھ ہی لیکر جاتا ہے
سب جیتے جی کا ناتا ہے
پھر کون یہاں کس کا بابا
جتنا یہہ مال و خزانہ ہے
جسے تو نے اپنا مانا ہے
سب چھوڑ یہاں سے جانا ہے
کرتا ہے فراہم کیا بابا
یہ ملک و مال یہہ جاہ و حشم
یہہ خویش و اقارب جمع ہیں ہم
سب جیتے جی کے یہہ ہیں ہمدم
پھر چلنا ہے تنہا بابا
کیا دل دنیا میں لگایا ہے
ٹک سوچ یہ جھوٹی مایا ہے
یہ چلتی پھرتی چھایا ہے
کیا اعتبار اس کا بابا
دنیا کو مت کہہ میری ہے
دنیا غافل کب تیری ہے
سائیں کی جنے پھیری ہے
پھرتا ہے تو اس جا بابا

انسانی طریق گویائی کی ابتدا

انسانوں کا موجودہ طریق گویائی دو علیحدہ حصوں سے مرکب ہے۔

۱۔ فونیشن Phonation یعنی ہوا کا اوپر کو گزرتے ہوئے آواز پیدا کرنیوالے ریشوں کے ساتھ جو گلے میں موجود ہیں لگ کر گزرنا۔ جب یہ ریشے مزاحمت کرتے ہیں۔ تو اس سے ایک قسم کی آواز سی پیدا ہونے لگتی ہے جو کہ باقاعدہ ہوتی ہے۔

۲۔ آرٹیکولیشن (orticolation) یعنی ہوا جب ریشوں میں سے گزرتی ہوئی "ہم۔ہم" کی آواز پیدا کرتی ہے۔ اس وقت منہ کے اندرونی خلا کی شکل کو تبدیل کرنا گلے۔ زبان اور ہونٹوں کو ہلا جلا کر اندرونی خانے کی شکل بدل دینا جس سے مختلف آوازیں پیدا ہوسکیں۔

فونیشن کا طریقہ ہمارے احساس کی زبان ہے۔ یہ طریقہ جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ انسان میں جب بولنے کی طاقت آئی۔ اس سے پہلے وہ اپنے غصے اور خوشی۔ تکلیف اور محبت کو اسی آسٹنے سے ظاہر کیا کرتا تھا۔ آرٹیکولیشن کے ذریعہ ہم اپنے دل کے خیالات کا اظہار کرتے

ہیں۔ یعنی اپنی مرضی کے مطابق مُنہ کے خانے کی شکل تبدیل کرکے دُوسرے، پر اپنے اندرونی خیالات کا انکشاف کرتے ہیں ۔

"جب ہم آہستہ آہستہ کانوں میں باتیں کرتے ہیں۔ اُس وقت دراصل ہم صرف آرٹیکولیشن کا ہی استعمال کر رہے ہوتے ہیں ہوا نالی میں سے لگاتار باہر کو نکلتی ہے۔ آواز پیدا کرنے والے ریشے مزاحمت سے ہمیں تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ صرف ہونٹ۔ زبان وغیرہ کے ہلانے سے ہم ہوا سے مختلف آوازیں پیدا کرتے ہیں ۔

لیکن جس وقت ہم ہوا کو نالی سے اِس طرح نکالتے ہیں کہ آواز کے ریشے بھی ہوا کے زور سے متحرک ہوں اور وہ ہوا کے آزادانہ راستے میں روکاوٹ پیدا کریں۔ اور ساتھ ہی ہم ہونٹوں اور زبان اور گلے کے متحرک کرنے سے اندرونی خانے کی بناوٹ کو تبدیل کرتے ہیں۔ تو اس وقت اُونچی آواز پیدا ہوتی ہے اور ہم باتیں کرتے ہیں۔ بغیر فونیشن کے بولنے اور اس طرح بولنے میں یہ فرق ہے کہ اسطرح آواز دُور تک سُنائی دیتی ہے۔ ایک سے زیادہ آدمی سُن سکتے ہیں۔ اور یہ آواز قیاس اور دماغ۔ ہر دو قسم کے جذبات کی مظہر بنتی ہے ۔

محقق اس بات کی تحقیق میں لگے ہیں۔ کہ کس طرح آرٹیکولیشن کا طریقہ انسانوں نے سیکھا اُن کا قیاس اِس بات پر غالب ہے کہ یہ طریقہ اشاروں اور جسمانی حرکات کے ذریعہ باتیں کرنے سے ظہور پذیر ہوا۔ یعنی آواز کے ذریعہ اظہارِ خیالات کرنے سے پہلے انسان جسمانی حرکات سے اپنے خیالات کو دُوسروں تک پہنچاتا تھا۔ قدرت میں جانوروں کے اندر بھی یہی اصُول کام کرتا ہے۔ کُتا جب خوشی ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ چھلانگیں لگاتا ہے۔ اور دُوسرے کُتے سے دُشمنی ظاہر کرنیکے لئے اُسے دانت دِکھاتا ہے۔ اگر اپنے مالک کو کہیں جگہ لے جانا ہو۔ تو وہ مالک کے آگے چند قدم دوڑتا ہے۔ پھر واپس آجاتا ہے۔ اور پھر تھوڑا سا آگے کی طرف دَوڑ جاتا ہے ۔

ہندوستان میں بھی کئی باتیں لوگ اشاروں کے ذریعے کرتے ہیں مثلاً "ہاں" کہنے کے لئے سر کو اُوپر سے نیچے کی طرف ہلاتے ہیں۔ "نہ" کہنے کے لئے ایک طرف سے دُوسری طرف ہلاتے ہیں وغیرہ۔ آجکل کے ریڈ انڈین بہت سی باتیں اشاروں کے ذریعہ کرتے ہیں ریڈ انڈین کی اشاروں والی زبان پر ایک مضمون ماہ اکتوبر میں شائع ہوا ہے ۔

لیکن جُوں جُوں انسان ترقی کرتا گیا۔ اس کے ہاتھ اور جسم کے حصے دیگر کاموں میں مشغول ہو گئے۔ اس لئے وہ چہرے سے اشارے کرنے لگا۔ اور پھر آہستہ آہستہ صرف ہونٹوں اور

اور زبان کو اِس کام کے لئے استعمال کرنے لگا ۔

آپ بھی تجربہ کر سکتے ہیں ۔ ہوا کو گلے سے باہر نکالتے ہوئے آپ اپنی زبان کو اِدھر اُدھر ہلائیں تو ایک خاص آواز پیدا ہوگی ۔ اگر زبان کو نیچے اُوپر ہلائینگے تو دُوسری قسم کی آواز پیدا ہوگی ۔ زبانوں کی تحقیق کرنیوالے کہتے ہیں کہ ایسی آوازیں کئی قوموں کی زبانوں میں خاص معنی رکھتی تھیں وُہ اِن سے اپنا مطلب ظاہر کرتے تھے ۔ ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ پولونیشیا کی پُرانی زبان میں " ادد ۔ ادد " سے مُراد تھی " ہلاؤ " وغیرہ ۔

سنسکرت کے بہت سے مصدر یعنی دھاتو اسی طرح سے زبان کی حرکات سے ظہور میں آئے مثلاً دا (بمعنی دینا) اور آپ (بمعنی چھیننا) وغیرہ ۔

زبان ۔ ہونٹ یا گلے کی حرکات سے ہوا کے گزرنے والے خانے میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے جس سے پیدا ہونے والی آوازیں بھی تبدیل پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور جب ہم کوئی آواز سُنتے ہیں تو دراصل ہم زبان ۔ مُنہ ۔ گلے اور جبڑوں کی حرکات کو سُن رہے ہوتے ہیں ۔

مختلف آوازیں پیدا کرنیکے لئے گلے کے خانے کی مختلف شکل بنانی پڑتی ہے اور سائنسدانوں نے گلے کی اِن شکلوں کا معائنہ کرکے ایسے طریقے اور آلے ایجاد کر لئے ہیں ۔ جن سے انسانی آواز کی ہُوبہُو نقل کی جا سکتی ہے ۔

بمثال کے طور پر اگر آپ ایک بانس کی نرم لیکن کھوکھلی پوری لیں ۔ اور اُس کے ایک طرف سے تھوڑا سا حصّہ کاٹ کر اُسے پوری پر ہی لگا رہنے دیں ۔ پھر اس پوری کا ایک سرا بند کر دیں اور دُوسرا کھلا رہنے دیں ۔ کھلے سرے سے پھُونک لگائیں ۔ ہوا اس کاٹے ہوئے ٹکڑے کو متحرک کرتی ہوئی نکلے گی ۔ کاٹا ہُوا ٹکڑا اِس قدر پتلا ہونا چاہیئے ۔ کہ ہوا کے زور سے متحرک ہو سکے ۔ آپ دیکھیں گے کہ آواز پیدا ہوتی ہے ۔ اگر اچھی طرح بنایا جائے تو " پیں " کی سی آواز نکل سکتی ہے اگر آپ اپنی مُٹھی اس پوری کے اِرد گِرد رکھدیں ۔ اور کبھی مُٹھی کو بند کریں ۔ کبھی کھولیں تاکہ اُس کے اِرد گِرد کا خلا کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوتا ہے ۔ تو آپ " پیں اُو ۔ پیں اُو " کی آواز پیدا کر سکتے ہیں ۔

سائنسدانوں نے شیشے کے خانے مختلف حجموں کے بنائے ہیں ۔ جن کے ایک سرے کے اندر ربڑ کا ایک پیشہ لگا ہوتا ہے ۔ اور دُوسرا سرا بند ہوتا ہے ۔ ہر ایک خانہ مختلف آوازیں پیدا کرنیکے لئے ہے ۔ مثلاً خانوں سے آ ۔ اے ۔ اِی وغیرہ کی آوازیں پیدا ہو سکتی ہیں ۔

ایک اور سائنسدان نے ایسے آلے بناتے ہیں جن سے انسانی آواز کے فقرے کے فقرے نقل کئے جا سکتے ہیں مثلاً "اے زید میں تیرے ساتھ چلونگا" وغیرہ کئی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کی نقل کرنا نہایت مشکل ہے مثلاً ث۔ک وغیرہ +
اس تحقیق سے قدرت کے اُس اصول کی تائید ہوتی ہے۔ کہ انسان نے آہستہ آہستہ ترقی کی ہے +

معصوم خواہش
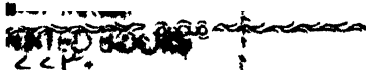
مرتے وقت اُس کی زبان پر کیا تھا؟

شریمان جنگی رام جی ایک نوعمر ہونہار بچے تھے۔ جو کہ عرصہ سے مستانہ جوگی کو منگاتے تھے۔ جوگی سے اس قدر پریم تھا۔ کہ اس کو پڑھ پڑھکر مست ہتے تھے۔ اچانک موت نے آدبایا۔ دُنیا دار تو حالتِ نزع میں ماں باپ۔ بہن بھائی یا عورت بچوں کی جُدائی میں روتے پیٹتے ہیں۔ اور جائیداد کی وصیتیں کرتے ہیں اور اُنکے پران بہت تکلیف سے نکلتے ہیں لیکن بھولے بھالے جنگی رام کے چہرہ پر شانتی تھی۔ اور مرتے وقت اُسکی صرف ایک خواہش تھی۔ اُس پیارے بچے نے دم توڑتے وقت اپنے پیارے پتا رلارام جی سے پرارتھنا کی۔ کہ میرا ساتھ تو اب پیارے مستانہ جوگی سے چھوٹ رہا ہے لیکن میرے مرنیکے بعد آپ تا زیست "مستانہ جوگی" کا ساتھ نہ چھوڑنا چنانچہ شریان رلارام جی جابنہ۔ گلی ارائیاں والی مقام گوجرانوالہ نے اپنے بیٹے کی بسترِ مرگ پر کی ہوئی وصیت کو حرف بحرف پورا کیا۔ اور وہ اب "جوگی" کے پیاروں کے حلقے میں ہیں۔ آہ! ایک معصوم بچے تک کو موت کے مُنہ میں جاتے ہوئے بھی اپنے پیارے جوگی کا فکر رہا۔ پیارے بچے! تیری جدائی میں میری آنکھیں اور قلم ہمیشہ اشکبار رہینگی۔ اور جب میں سفرِ زندگی ختم کرکے تیرے پاس آؤنگا۔ تو میری آنکھیں سب سے پہلے تجھکو تلاش کرینگی۔ میں موت سے پہلے زندگی میں جوگی کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانیکی کوشش کرونگا۔ تاکہ میرے بعد بھی بیقرار دلوں کو تسکین دینے والا ایک مرکز قائم رہے۔ جنکے دل میں درد ہے جو اس پُرالم حادثہ سے متاثر ہوئے ہیں کہ اُنکی جماعت میں سے بیدرد موت نے ایک ایسے پھول کو توڑ لیا ہے جو کہ شاخِ دُنیا پر ابھی ہی کھلا تھا۔ تو اُن کو واجب ہے کہ مندرجہ بالا پتہ پر شریمان رلارام جی کو ہمدردی کے خط بھیجکر اُنکی دلجوئی کریں۔ کیونکہ وہ اپنے دھرماتما پتر کے غم میں نڈھال ہیں۔ جونہی رلارام جی کا خط میں نے پڑھا۔ کہ جسمیں بچہ کی موت اور اُسکی وصیت درج تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ بچے! بھگوان تیری روح کو شانتی دیں + (صوفی)

ہوا میں اُڑنے والے

تھوڑا عرصہ ہُوا۔ ایک آدمی غبارے میں بیٹھکر (۴۲۴۷۰ فٹ) اُونچا اُڑ گیا تھا۔ اِس سے پہلے آج تک کوئی اِنسان اِتنی [illegible] پہنچا نہیں جا سکا۔ گو کئی آدمیوں نے کوشش کی ہے اِس قدر اُونچا پہنچنے والے کا نام کیپٹن گرے ہے۔ وُہ لکھتے ہیں کہ جب میں نہائت اُونچا پہنچ گیا تو مجھے ایسا معلوم ہُوا جیسا کہ میں ایک علیحدہ ہی نئی دُنیا میں آگیا ہُوں۔ میرے دِل میں علیحدگی کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ میں زمین کی [illegible] تھا۔ کہ وُہ نہائت دُور ہے۔ وُہ مجھے بادلوں کے سمندر میں تیرتی ہُوئی نظر آتی تھی میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا۔ کہ مجھے زمین کا کس قدر حصّہ نظر آتا تھا۔ بادلوں نے رستہ روک دیا تھا۔ نظر کام نہیں کر سکتی تھی۔ سر پر صاف نیلے آسمان میں سُورج چمکتا ہُوا دِکھائی دیتا تھا۔ یہاں ہَوا نہائت سخت سرد تھی۔ اور میرے تھرموگراف پر درجہ حرارت منفی بیالیس درجے یعنی برف کے درجۂ حرارت سے بیالیس درجے کم تھا۔

ایک اَور صاحب لفٹنٹ میک ریڈی۔ کیپٹن گرے سے پہلے (۳۸۰۷۴ فٹ) اُونچا جا چکے تھے۔ وُہ بتلاتے ہیں کہ

"اگر ہَوا میں بادل نہ ہوں۔ تو ہَوا میں اُڑتے ہُوئے بلندی سے زمین کو دیکھنا نہائت بھلا معلُوم ہوتا ہے۔ شہر اور قصبے سُوئی کے سرے سے بھی چھوٹے نظر آتے ہیں۔ اور بلندی میں اُڑتا ہُوا اِنسان یہ معلوم کرتا ہے کہ وُہ بالشیتوں کے مُلک کو دیکھ رہا ہے۔ اُوپر سے زمین برف کی طرح سفید نظر آتی تھی۔ اَور کئی بڑے بڑے شہروں کے دُھوئیں کے بادل صاف دِکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ عُموماً لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر اُوپر اُڑ کر جائیں تو شفاف ہَوا میں سے ستارے بھی نظر آ سکتے ہیں۔ اور آسمان سیاہ نظر آنا چاہئیے یہ دُرست نہیں۔ مجھے تو ستارے بالکل نظر نہیں آتے تھے۔ ہاں کُرّہ ہوائی نہائت چمکتا ہُوا دِکھائی دیتا تھا۔ اور آسمان نیلا سا جان پڑتا تھا"۔

ہوائی دُنیا کے کُل یہی حالات ہیں جو کہ نہائت محنت اَور مُشکلات سے پتہ لگ سکے ہیں۔ وُہ اِنسان جو اُڑتے ہُوئے اِن قطعہ ہائے زمہریر میں جاتے ہیں۔ اُن کے دِل دھڑکنے لگتے ہیں۔ پھیپھڑے کام کرنے سے جواب دینے لگتے ہیں۔

جس بُلندی پر کیپٹن گرے پہنچا تھا۔ وہاں ہَوا کی کثافت زمین کی ہَوا سے ⅓ تھی۔ اِس لئے

دیگر ہوا میں جانیوالوں کی طرح اُس نے بھی اپنے ساتھ آکسیجن کے تھیلے رکھے ہوئے تھے لیکن پھر بھی پھیپھڑے نارمل طور پر کام نہیں کرتے۔ اور اگر معمولی سی بھی مشقت کی جائے۔ تو نہائت شدید تکالیف ظہور پذیر ہو جاتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ آکسیجن ختم ہو جائے تو تباہی برپا ہو جاتی ہے۔ جہاز کے تمام آلات کی سوئیاں اُڑنے والے کو دھندلی سی نظر آنے لگتی ہیں۔ لیکن وُہ ان کی پرواہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اُسکے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں۔ اُسے کلاک ٹھہرا ہُوا معلوم ہوتا ہے اور اُونچائی ماپنے والا آلہ اُسکی نظر میں بہت تھوڑی بلندی ظاہر کرتا ہے۔ مشین کے سامنے اُسے بادل ناچتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور زمین چونکہ بہت دُور ہوتی ہے۔ اِس لئے اُس کا تعلق زمین کے حالات سے بالکل قطع ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ اُڑنے والے پر ایک خطرناک تھکاوٹ سی طاری ہو جاتی ہے۔ اُسے ہر ایک چیز سیاہ ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آخرکار اُس کا جہاز لڑکھڑانے لگتا ہے اور ایک بڑے وزنی پتھر کی طرح آسمان سے زمین پر آگرتا ہے۔ اگر اُڑنے والے کی قسمت یاور ہو تو زندہ بچے ورنہ کوئی اُمید نہیں ہوتی۔

یہی حال مسٹر شارڈر کا ہُوا۔ وُہ (۳۳۰۰۰ فٹ) اُونچا جا چکا تھا۔ جبکہ اُس کا آکسیجن کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ چھ میل سے وُہ جہاز سمیت نیچے گرا۔ لیکن خوش قسمتی سے بچ گیا۔

کیا اِتنی بلندی پر زندہ جانور اور پرندے موجود ہیں۔ ہوا میں اُڑنے والوں نے "مونٹ ایورسٹ" چوٹی کے نزدیک (۲۷۰۰۰ فٹ) کی بلندی پر کوّے اُڑتے دیکھے ہیں۔ بس یہی پرندے ہیں جو دُنیا میں سب سے زیادہ اُونچائی پر رہ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ (۲۴۰۰۰ فٹ) کی اُونچائی پر چھوٹے چھوٹے قد کی سیاہ مکڑیاں دیکھی گئی ہیں۔ کیپٹن گرے وغیرہ اُونچائی پر رہنے والے پرندوں کا خاطر خواہ ملاحظہ نہیں کر سکے لیکن وُہ ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ اگلی دفعہ وُہ اپنے ساتھ ایک کیمرہ لے جائینگے جس کے ذریعہ وُہ اُونچے رہنے والے جانوروں اور پرندوں کی تصاویر لے سکینگے۔

اُونچے طبقے بھی نہائت قابلِ دید ہوتے ہیں۔ ہوا میں صرف ٹوٹنے والے ستاروں کی گرد موجود ہوتی ہے۔ بعض دفعہ زمین کے آتش فشاں پہاڑوں سے دھوئیں کے بادل چالیس میل کی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں۔ زمین پر خواہ کتنے ہی زور سے طوفان اور آندھیاں چل رہی ہوں لیکن (۱۵۰۰۰ فٹ سے ۳۰۰۰۰ فٹ) کے درمیان کا قطعہ بالکل شانت اور چپ چاپ ہوتا ہے

ہوا کا درجہ حرارت معلوم کرنیکے لئے ایک خاص قسم کے غبارے یعنی ساؤنڈنگ بیلون (Sounding balloons) بنائے جاتے ہیں۔ جن میں درجہ حرارت بتانیوالے

تھرمامیٹر رکھدیئے جاتے ہیں۔ اِن غباروں کو ہوا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نہایت بلندی پر جاکر پھٹ جاتے ہیں لیکن ایسا اِنتظام کیا ہوتا ہے کہ تھرمامیٹر اور بلندی ماپنے والے آلے نہایت حفاظت سے زمین پر آکر گرتے ہیں۔ اِن غباروں میں کوئی آدمی سوار ہو کر نہیں جاتا۔ ایک اور قسم کے غبارے ہیں جنہیں پائی لاٹ بیلون (Pilot balloons) کہتے ہیں۔ اُن میں آلے وغیرہ نہیں رکھے جاتے۔ بلکہ انہیں ایک خاص قسم کی دُوربینوں سے دیکھا جاتا ہے۔ جن سے غباروں کی بلندی وغیرہ کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اور ہوا کی حالت کا بھی ۔

جرمن کا ایک ساؤنڈنگ بیلون (Sounding balloon) بائیس میل کی بلندی پر جاکر پھٹا۔ لیکن ایک پائی لاٹ بیلون (Pilot balloon) چوبیس میل کی بلندی تک اُڑتا ہوا پہنچ گیا۔ چوبیس میل کی بلندی سب سے زیادہ اونچائی ہے۔ جہاں تک کہ اِنسان کی بنی ہوئی چیز پہنچ سکی ہے ۔

ایک خاص بندوق کو اگر آسمان کی طرف منہ کرکے چلایا جائے۔ تو اُسکی گولی اس سے بھی زیادہ بلندی تک جا سکتی ہے۔ لیکن جب گولی زمین پر گریگی۔ تو ایک طوفان برپا کرویگی

اگر ایک اُڑنے والی چھتری سے وُہ نہ رُک جاتا۔ تو اُس نے ایک ٹوٹنے والے ستارے کی طرح طوفان برپا کرنا تھا ۔

آسمانی ہوائیوں کے ذریعہ سائنس کے آلوں کو اس سے زیادہ بلندی پر بھی بھیجا جا سکتا ہے کئی سائنسدانوں نے چاند تک پہنچنے والی ہوائیوں کو بنانے کی تجاویز پیش کی ہیں اور ساٹھ میل تک پہنچنے والی ہوائیاں طیار کی ہیں ۔

اِن تمام تحقیقاتوں سے پتہ لگا ہے کہ کرۂ ہوائی دو قطعوں کا بنا ہوا ہے۔ پہلے قطعے کو ٹراپوسفیر (Troposphere) کہتے ہیں۔ یہ وُہ قطعہ ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔ یہ (۳۵۰۰۰) فٹ کی بلندی تک ہے جوں جوں اس قطعے میں ہم اُوپر جاتے ہیں۔ ہوا کا درجہ حرارت کم ہوتا جاتا ہے ۔

اِس قطعے کے بعد دُوسرا قطعہ یعنی سٹراٹوسفیر (Stratosphere) شروع ہوتا ہے۔ اِس قطعے میں درجہ حرارت یکساں ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ اس کے بعد ہوا کی حالت کیسی ہے۔ یہ تو ہمیں پتہ ہے کہ کرۂ ہوائی ۵۰۰ میل یا اس سے کچھ زیادہ بلندی تک پھیلا ہوا ہے ۔

علم ہئیت دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ زمین سے ۳۰ میل کی بلندی سے اُوپر ایک گرم قطعہ شروع ہو جاتا ہے۔ اُس کا درجہ حرارت ۵۰° ہے۔ اور اس میں صرف نائٹروجن گیس ہی موجود ہے بعض کہتے ہیں کہ سٹراٹوسفیر کے اُوپر ہائیڈروجن گیس ہے۔

ایک دفعہ ایک ہوا میں اُڑنے والے نے اپنے سے زیادہ اُونچائی پر دیکھا۔ تو اُسے ایک بیلون کی شکل کی چیز نظر آئی۔ جب اُس نے دُوسری بار دُوربین لگا کر ملاحظہ کیا۔ اور غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ یہ بیلون نہیں تھا۔ اِرد گرد کے علاقوں میں تحقیق کرنے پر معلوم ہُوا۔ کہ کوئی اور بیلون اُڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا تھا۔ دیگر ممالک کے لوگوں نے بھی کہا۔ کہ اُسی دِن ہم نے ایک سیاہ سی چیز دیکھی تھی۔ لیکن غلطی سے ہم نے اسے بیلون خیال کر لیا تھا۔ شاید یہ کوئی ٹوٹنے والا ستارہ ہو۔ جو زمین کی کشش سے اُسکے اردگرد چاند کی طرح حرکت کرنے لگ پڑا ہو۔ آجتک یہ بات پردۂ اخفا میں ہی رہی ہے کہ وُہ کیا چیز تھی؟

سب سے پہلا اُڑنے والا شخص "شنیڈر" تھا۔ وُہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ صرف ۲۸۰۰۰ فٹ تک پہنچا۔ ہوا میں اُسکے دو ساتھی دَم گھٹ کر مر گئے اور شنیڈر بیہوش ہو گیا۔ اُس زمانے میں ہوا میں اُڑنے والے اپنے ساتھ آکسیجن کے حوض نہیں لے جاتے تھے۔ دو انگریز ۲۹۰۰۰ فٹ پر جا کر بیہوش ہو گئے لیکن ایک نے بیہوش ہوتے وقت غبارے کے ولو کو دانتوں سے کھینچکر نکال دیا۔ جب ہوا آہستہ آہستہ نکلنے لگی۔ تو وُہ نیچے آنا شروع ہُوئے اِسطرح مشکل سے اُن کی جان بچی۔ اِس کے کئی سال بعد کوئی آدمی اُڑنے کا حوصلہ نہ کر سکا۔ آخر ۱۹۰۱ء میں دو جرمنی کے آدمی ۳۵۴۲۴ فٹ کی بلندی تک پہنچ گئے۔

ہوا کے بلند قطعات کے حالات ابھی تک حضرتِ اِنسان سے پوشیدہ ہیں۔ شاید نئی ایجادیں اور تجربے اِنسان کو اِس سے زیادہ بلندی پر اُونچا اُڑا لے جائیں۔ جُوں جُوں اُڑنے والے زیادہ اُونچے جا رہے ہیں۔ ہماری معلومات بڑھ رہی ہیں اور ہمیں پتہ لگ رہا ہے کہ ہمارے اُوپر کے قطعات میں کیا ہو رہا ہے۔

عام مرد اور عورت روزانہ خوراک کے ساتھ پانچ پونڈ پانی پیتے ہیں۔ لیکن ہر روز اِنسان کا وزن پانچ پونڈ گھٹ جاتا ہے اِس سے مُراد یہ ہے کہ اسکی طاقت خرچ ہوتی ہے۔ ہر روز صرف سانس لینے سے اِنسان کا وزن ایک پونڈ گھٹ جاتا ہے۔

آلۂ قتل کے موجد

سب سے پہلے خود ہی اپنی ایجادوں سے قتل ہوئے

۱۔ پیرس میں ایک زندان ہے۔ جسے بیسٹیل کہتے ہیں۔ اس کو پیرس کے کوتوال ہوگس آبری اٹ" نے مجرموں کے لئے تعمیر کرایا۔ لیکن اسی اثنا میں خود کوتوال پر الحاد کا الزام لگایا گیا۔ اور سب سے پہلے اُسی کو اِس زنداں میں ڈالا گیا۔

۲۔ یونان کے پایۂ تخت ایتھنز کا ایک شخص پیریلس نامی بھی اپنی ایجاد کا خود شکار ہوا۔ اس نے اگری جنتم کے ظالم بادشاہ فیلارس کے ظلم و ستم کو انتہا تک پہنچانے کے لئے اسے ایک خوفناک کل بنادی۔ یہ کل شکل میں ایک برنجی بیل تھا جس کے پیٹ میں کاٹنے کے لئے ایک آلہ لگا تھا۔ مجرموں کو اس بیل کے پیٹ میں بند کر دیا جاتا تھا۔ اور پیٹ کے نیچے آگ روشن کر کے اسے سرخ کیا جاتا۔ اس کے بعد اس آلہ کو حرکت دی جاتی تھی۔ اور مجرم جل کر اور کٹ کر نہائت عذاب سے ہلاک ہو جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب مجرم بیل کے پیٹ کے اندر چیخنا تھا۔ تو اس کی آواز بیل کے منہ سے نکل کر ٹھیک بیل کی سی آواز معلوم ہوتی تھی۔

فیلارس اِس شیطانی کل کو دیکھکر نہائت محظوظ ہوا۔ اور پیریلس کو بیحد انعام دیا۔ لیکن چند ہی روز بعد پیریلس نے کوئی ایسی حرکت کی کہ ظالم بادشاہ نے ناراض ہو کر سب سے پہلے اسی کو اس کل میں رکھکر مار ڈالا۔

۳۔ شہر لی آنز (فرانس) کے ایک حکیم گلوٹن نامی نے مجرموں کا سر کاٹنے کے لئے ایک عجیب غریب کل ایجاد کی۔ جو اس کے نام پر "گلوٹین" مشہور ہو گئی۔ مگر جس شخص کا سر سب سے پہلے کاٹا گیا۔ وُہ خود موجد گلوٹن تھا۔ اسپر بغاوت کا الزام لگایا گیا۔

۴۔ وردن (فرانس) کے بشپ نے ایک دفعہ مجرموں کو سزا دینے کے لئے ایک آہنی قفس بنایا۔ اس میں خوبی یہ تھی۔ کہ کوئی شخص اسمیں نہ تو آسانی سے لیٹ سکتا تھا۔ نہ بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی کھڑا رہ سکتا تھا۔ ہر چہار طرف آہنی سیخیں نکلی ہوئی تھیں۔ عجیب بات ہے۔ کہ سب سے پہلا اسیر قفس خود بشپ تھا۔ جو اسمیں دس سال تک مقید رہا۔

۵۔ اٹلی کے ایک والا شخص "لڈاویکو سفارنزا" نامی نے گنہگاروں کو ہلاک کرنیکے لئے لوہے کا

ایک کفن بنایا۔ اس میں مجرموں کو بند کر کے شکنجہ میں کس دیا جاتا تھا۔ عجیب بات ہے کہ پہلا مجرم خود موجد تھا۔ اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی۔ کہ حکام وقت نے اُسے اسی شکنجہ میں کس ڈالا۔

۶۔ ملکہ الزبتھ کے عہد حکومت میں ایک سکاچ آدمی "ریجنٹ مارٹن" نامی نے ایک آہنی مجسمہ مجرموں کا سر کاٹنے کے لئے ایجاد کیا۔ یہ ایک عورت کا مجسمہ تھا۔ جسے "میڈن" (دوشیزہ) کہتے تھے اس کے سینہ میں سر کاٹنے کا ایک آلہ پوشیدہ تھا۔ جس مجرم کا سر کاٹنا ہوتا۔ اُسے اس مجسمہ کے سامنے لاتے اور یہ فقرہ کہہ کر" خدا تجھے دوشیزہ کے سایۂ عاطفت میں آرام دے" اسے دوشیزہ کے سینہ پر دھکیل دیتے۔ پہلا مجرم جس پر اس دوشیزہ کا سایہ ڈالا گیا۔ خود مارٹن تھا۔

۷۔ کلستیھنز یونان کا ایک باشندہ تھا۔ سب سے پہلے جلا وطنی کا قانون اسی نے پاس کرایا تھا۔ جس شخص کو جلا وطن کرنا ہوتا۔ اس کے متعلق عامتہ الناس کے ووٹ لئے جاتے۔ ابھی اس رسم پر عملدرآمد نہیں ہوا تھا۔ کہ کلستیھنز سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی۔ کہ حکومت کو سب سے پہلے اسی کو جلا وطن کرنا پڑا۔

۸۔ سالسبری (انگلستان) کا نواب سب سے پہلا شخص تھا جس نے توپ استعمال کی۔ اور سب سے پہلا شخص یہی تھا۔ جو توپ کے گولہ سے ہلاک ہوا۔

۹۔ یونان میں رسم تھی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی بہت بڑے جرم میں ماخوذ ہوتا۔ تو بھاگ کر کسی گرجا یا خانقاہ میں پناہ گزین ہوجاتا۔ حکومت یہ سمجھکر کہ اس نے خدا کے ہاں پناہ لی ہے اس کا جرم معاف کر دیتی اور اس طرح ہزارہا مجرمین بچ نکلتے تھے۔ جب شہنشاہ "آرکیڈی اس" کا عہد آیا تو اس کے وزیر اعظم "اٹراپی اس" نے بادشاہ کو مشورہ دیا۔ کہ آئندہ اس رسم کو ترک کر دیا جائے۔ اس نے اس بارے میں اس قدر زبردست دلائل پیش کئے۔ کہ بادشاہ کو مجبوراً اسکی تجویز پر کاربند ہونا پڑا۔

لیکن بدقسمتی سے "اٹراپی اس" سے کوئی ایسا قصور سرزد ہوا۔ کہ بادشاہ اس سے سخت ناراض ہو گیا۔ "اٹراپی اس" جان کے خوف سے ایک گرجا میں جا چھپا۔ لیکن چونکہ اس قسم کی "جان بخشی" خود اسی نے اس رسم بند کرادی تھی۔ اس لئے نئے قانون کی رو سے اسے وہیں گرجے ہی میں قتل کر دیا گیا۔

۱۰۔ اسی ضمن میں اس واقعہ کا اظہار بھی غالباً دلچسپی اور عبرت سے خالی نہ ہوگا۔ کہ ہندوستان میں سب سے پہلے لارڈ ڈلہوزی نے ٹیلیفون کا افتتاح کیا۔ یہ سلسلہ ٹیلیفون کلکتہ شہر اور کلکتہ بندرگاہ کے درمیان نصب کیا گیا۔ جب وہ ٹیلیفون بالکل مکمل ہوگیا۔ لارڈ موصوف بڑے شوق سے اسکا افتتاح کرنے لگا۔ سب سے پہلی جو خبر اسے موصول ہوئی وہ یہ تھی کہ "جس جہاز میں آپکی لیڈی آرہی تھیں وہ بندرگاہ کے قریب آکر غرق ہوگیا ہے"۔ لارڈ موصوف کو اپنی بیوی سے کمال محبت تھی۔ یہ خبر اسکے لئے موت سے کم نہ تھی وہ ایسا شکستہ دل ہوا۔ کہ فوراً استعفےٰ دیکر ولایت چلا گیا۔ اور وہاں پہنچکر چند ماہ بعد مر گیا۔

میں کون ہوں، کیا ہوں؟

برپا ہے بزم عشرت مجمع ہے اہل دل کا　　موضوع گفتگو ہے ہر ایک کا نرالا
یہ اپنی کہہ رہا ہے وہ اپنی کہہ رہا ہے　　افسانہ اک ہے غم کا قصہ ہے اک خوشی کا
روداد شام فرقت اسکی زبان پر ہے　　کچھ بخت کی شکایت کچھ آسماں کا شکوا
ناکامیوں کا اپنی ماتم گسار وہ ہے　　از فرق تا قدم ہے تصویر غم سراپا
دلمیں ہے درد الفت لب پر ہے آہ سوزاں　　آنکھوں سے اسکی جاری ہے آنسوؤں کا دریا
بیزار ہے وہ اپنی بے لطف زندگی سے　　مرنے کی ہے تمنا ہے منتظر اجل کا

~~~

دیکھو وہ آ رہی ہے آواز قہقہوں کی　　مسرور کامرانی ہے اک جوان رعنا
فرط طرب سے چہرہ گلنار ہو رہا ہے　　بجلی تڑپ رہی ہے ہونٹوں پہ بے محابا
قسمت کا وہ دھنی ہے تقدیر کا سکندر　　حاصل ہے اس کو سب کچھ یاور ہے بخت اسکا
ہنس ہنس کے کہہ رہا ہے افسانۂ محبت　　آثار کامرانی چہرہ سے ہیں ہویدا

~~~

اک دردمند انساں شیدائے ملک و ملت　　افسانہ کہہ رہا ہے بربادیٔ وطن کا
اک نغز گو سخنور مست مئے سخن ہے　　کس لے سے گا رہا ہے فردوس کا ترانا
آواز اسکی دلکش جذبات اسکے عالی　　جادو جگا رہی ہے اس کی زبان گویا
القصہ کہہ رہا ہے ہر ایک اپنی اپنی　　محفل میں چار سو ہے ہنگامہ ایک برپا
میں سب کی سن رہا ہوں لیکن یہ واقعہ ہے　　آتا نہیں سمجھ میں اک حرف بھی کسی کا
میں سب کو دیکھتا ہوں سب ہیں مری نظر میں　　پہچانتا نہیں میں لیکن کسی کو اصلا
دیکھا ہے جب سے تجھکو جانا ہے جب سے تجھکو　　مطلب نہیں کسی سے ناداں ہو یا وہ دانا
جلوہ ترا نظر میں ہے یاد تیری دلمیں　　باقی نہیں رہا ہے کچھ ماسوا کا جھگڑا
یہ بھی خبر نہیں ہے میں کون ہوں میں کیا ہوں　　خاکی ہوں یا کہ نوری قطرہ ہوں یا کہ دریا
جو کچھ ہے تو ہی تو ہے میں ہوں تو اور کچھ ہی　　جب تو ہے جلوہ فرما، کیا ذکر ما و من کا

مقتول کی آنکھ

(۱)

میرا نام لیمبرٹ ہے۔ بیلجیم کا ایک سراغرساں ہوں۔ میں مدت تک یہ سمجھتا رہا۔ کہ اس پیشہ سے میری طبیعت کو خاص لگاؤ نہیں ہے۔ اسی سبب سے میں نے ایک مصور کی شاگردی کر لی۔ اور جب کبھی میں اپنے فرض منصبی سے فارغ ہوتا۔ اس مصور کے پاس چلا جاتا تھا۔ اور اس سے عکسی تصویر کا کام سیکھا کرتا تھا۔ مصوری کا کام میں جلد جلد سیکھ رہا تھا۔ اور اس سے میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ اگر میں نے محکمہ سراغرسانی سے استعفا دیا۔ تو اس پیشہ کے ذریعہ سے گزران کرونگا۔

ایک دفعہ ریلوے پولیس کے کمشنر نے میرے نام ایک تار بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ انٹورپ کے قریب ریل کی سڑک کے کنارے ایک لاش ملی ہے۔ اسکی تحقیقات کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔ تم فوراً اپنے تئیں انٹورپ میں پہنچاؤ۔

میں اس تار کو پڑھتے ہی انٹورپ کو روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہنچکر میں ریلوے پولیس کے دفتر میں گیا جب میں نے لاش کے ملاحظہ کرنے کی افسر پولیس سے درخواست کی۔ تو وہ مجھے ایک کمرہ میں لیگیا۔ جہاں مقتول کی لاش ایک میز پر پڑی ہوئی تھی۔ لاش ایک نوجوان شخص کی تھی۔ جیسے لباس اور شکل سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کوئی امیر آدمی ہے۔ لاش پر حملہ آور کی ضرب کا کوئی نشان نہیں تھا مگر چوٹ کے نشان تھے جو ریل سے نیچے گرنے کو ثابت کرتے تھے۔ اس لئے میں نے قیاس کیا۔ کہ وہ گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔

لیکن وہ بظاہر قوی ہیکل اور طاقتور نظر آتا تھا۔ اس لئے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اگر وہ جاگتا ہوگا۔ تو اسنے قاتل کے ساتھ ضرور کشمکش کی ہوگی اور آسانی سے اس کا گلا نہ گھونٹ سکا ہوگا مقتول شخص کی دونو آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور ان کے دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا تھا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ جب قاتل نے اسپر حملہ کیا تو وہ سو رہا ہوگا۔ پھر یکایک اسکی آنکھ کھلی ہوگی۔ اور اس نے اپنے تئیں قاتل کے پنجہ میں اسیر دیکھا ہوگا۔

افسر پولیس نے بیان کیا۔ کہ سڑک پر لاش سے ذرا فاصلے پر ایک بکس پڑا ہوا نظر آیا تھا۔ جو اندر سے خالی تھا۔

میں نے اُس بکس کو سونگھا کر دیکھا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ اُسکی شکل بالکل تکیئے جیسی ہے۔ میں نے اُس کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کہ یہ بیگ کا نو ایجاد بکس ہے۔ اور اس میں قیمتی چیز ہے۔ میں سوچنے لگا کہ قاتل اس بکس کی حقیقت سے واقف ہوگا۔ کیونکہ یہ ایسا تھا۔ کہ جب کوئی مسافر اس بکس میں نوٹ یا روپیہ رکھکر اپنے سر کے نیچے بطور تکیئے کے رکھ لیتا ہے تو دیکھنے والوں کو مطلق یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ بکس ہے۔ قاتل نے کوشش کی ہوگی۔ کہ اُس کو مقتول کے سر کے نیچے سے نکال لے۔ مقتول جاگ اُٹھا ہوگا۔ اور اُس نے بھی کوشش کی ہوگی کہ قاتل بکس لینے نہ پاوے۔ مگر جیسا کہ قاعدہ ہے گہری نیند میں سویا ہُوا آدمی جب آنکھ کھولتا ہے۔ تو ذرا دیر میں اس قابل ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں ہلا سکے۔ مقتول ابھی اچھی طرح ہوشیار نہ ہُوا ہوگا۔ کہ قاتل نے اس کا گلا دبا دیا ہوگا۔ اور ریل کی کھڑکی کھول کر اُس کو باہر پھینک دیا ہوگا۔

اِن حالات سے صاف ثابت تھا۔ کہ قاتل کی نیت نوٹ یا روپیہ حاصل کرنے کی تھی۔ مگر اب سوال یہ تھا۔ کہ قاتل کون ہے؟ اس سوال کو حل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ جب وہ ریل میں سوار ہُوا۔ تو خدا جانے کہاں اُتر گیا ہوگا۔ اور کہاں سے سوار ہُوا ہوگا۔ مقتول کی لاش میز پر پڑی ہوئی تھی۔ اور میں اُس کے ایک ایک عضو کو بغور دیکھ رہا تھا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ قاتل کا سراغ کیونکر لگاؤں؟

میں نے بہت سی لاشیں دیکھی تھیں۔ مگر خدا ہی جانے اِس لاش کی آنکھوں میں کیا جادو بھرا تھا کہ میں بغور اُنکی طرف دیر تک دیکھتا رہا۔ اور خود بخود میرے جی میں آیا۔ کہ اگر میں اپنے ساتھ کیمرہ لاتا تو ضرور اس لاش کا عکس اُتار لیتا۔ یہ خیال بڑھتے بڑھتے یہانتک پہنچا۔ کہ میں نے افسر پولیس سے سوال کیا۔ کہ کیوں جناب تصویر کھینچنے کا کوئی کیمرہ بھی یہاں مل جائیگا یا نہیں؟

افسر پولیس۔ ہاں ہاں۔ مل جائیگا۔ مگر آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟

میں۔ لاش تو اب عنقریب دفن کر دی جائیگی۔ اور اس لاش کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے تحقیقات میں مدد ملے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اسکی ایک عکسی تصویر کھینچ لوں۔ اور اپنے پاس رکھوں۔

افسر پولیس۔ اوہو۔ تو کیا آپ تصویر کھینچنا بھی جانتے ہیں؟

میں۔ ہاں میں نے یہ فن ابھی ابھی سیکھا ہے۔

افسر پولیس۔ تو میں ابھی کیمرہ منگاتا ہوں۔ مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ اس لاش کی

تصویر سے آپ کو تحقیقات میں کیا مدد ملے گی ؟
میں ۔ مدد ملے یا نہ ملے ۔ جب تحقیقات کرنیکے لیئے اس لاش کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے تو پھر کیا کیا جائے ۔ افسر پولیس یہ بات سُن کر خاموش ہو گیا ۔ اور اُس نے آدھ گھنٹہ میں کیمرہ منگا کر میرے حوالے کیا ۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے لاش کی تصویر کھینچی ۔ اور ریلوے پولیس کے دفتر سے نکل آیا ۔ کہ میں قاتل کی تلاش میں کوشش کرونگا ۔

(۲)

برسلز میں واپس آنیکے بعد میں نے اُس تصویر پر غور کرنا شروع کیا ۔ جس کو میں اپنے ساتھ انٹورپ سے لایا تھا ۔ تصویر میں بھی مقتول نوجوان کی آنکھیں خاص طرح کی معلوم ہوتی تھیں ۔ اور اُن میں ایک خاص کشش تھی کہ وہ بے اختیار میرے دل کو کھینچ رہی تھیں ۔ اور میرا جی چاہتا تھا ۔ کہ میں ہمیشہ اُن کی آنکھوں کی طرف ٹکٹکی باندھکر دیکھتا رہوں ۔ چونکہ تصویر کے فن سے مجھے خاص لگاؤ معلوم ہوتا تھا ۔ اس لیئے میں نے ارادہ کیا ۔ کہ جس طرح ممکن ہو ۔ فقط آنکھوں کی تصویر اُتاروں اور دیکھوں ۔ کہ ان میں خاص بات کیا ہے ؟
یہہ خیال کر کے میں نے آنکھوں کی علیحدہ تصویر لی ۔ اور اس تصویر کو انلارج کیا ۔ چھوٹی سی تصویر جب بڑی ہو کر میری نظر کے سامنے آئی ۔ تو میں اِس بات کو دیکھکر حیران رہ گیا ۔ کہ آنکھوں کی پتلیوں میں ایک قوی ہیکل اور دراز قد آدمی کی تصویر ہے ۔ جو مقتول کے گلے پر جھکا ہؤا ہے ۔
اِس تصویر کو دیکھ کر مجھ پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا ۔ اور میں دیر تک مبہوت رہا ۔ میری اِس قدر حیرانی کی کیا وجہ تھی ؟ کیا میں اِس بات سے حیران تھا ۔ کہ مقتول کی آنکھ میں یہ تصویر کیونکر پیدا ہو گئی ۔ نہیں نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ یہ تو میں پہلے ہی جانتا تھا ۔ کہ اگر کبھی مقتول کی آنکھیں کھُلی رہجائیں تو اُن میں قاتل کا عکس ضرور قائم رہتا ہے ۔ اور مقتول کی آنکھ کی جو علیحدہ تصویر میں نے لی تھی ۔ اُس کا سبب زیادہ تر یہی خیال تھا ۔ جو مقتول کی آنکھوں کو دیکھ کر میرے دلمیں پیدا ہؤا تھا ۔
ناظرین ! میری حیرانی کا اصلی باعث یہ تھا ۔ کہ جو صورت مقتول کی آنکھوں میں قائم تھی ۔ اور جس کو میں نے انلارج کر کے اپنی نظر کے سامنے رکھا تھا ۔ وہ اُس شخص کی ہو بہو تصویر تھی ۔ جس سے میں مصوری کی تعلیم پا رہا تھا ۔
میں نے اپنے دلمیں کہا ۔ اوہ مسٹر میکسوں ۔ اس نوجوان آدمی نے تمہارا کیا گناہ کیا تھا کہ تم نے اُس کو قتل کر ڈالا ۔ اور اس کا روپیہ بھی لُوٹ لیا ۔ میں تو تم کو بہت شریف سمجھتا تھا ۔ یہ خیال

بھول کر بھی میرے دل میں نہیں آسکتا تھا۔ کہ تم چور ہو۔ قاتل ہو۔ اور ایسے ایسے سنگین جرم کے کرنے کی جرأت رکھتے ہو ۔

اس حیرانی اور تفکر میں وقت کا بہت سا حصہ گزر گیا۔ اور شام ہو گئی۔ میں نے دل میں کہا کہ آخر میکسول ہے تو برسلز ہی میں۔ پھر جلدی کیا ہے۔ آج نہیں کل گرفتار کر لونگا۔ میرے ہاتھ سے بچکر وہ کہاں جا سکتا ہے۔ دوسرے اُس کو اس بات کا سان گمان بھی نہ ہوگا۔ کہ مجھے اُس کے مجرم ہونے کی خبر ہے۔ اور اس کے اس خوفناک جرم کا کوئی ثبوت میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ سوچکر میں نے کھانا کھایا۔ پھر سو رہا ۔

(۳)

دوسرے دن صبح کے وقت جب ذرا دن چڑھ گیا۔ تو میں نے میکسول کے مکان پر جانے کا ارادہ کیا۔ ایک طمنچہ میں نے جیب میں رکھا۔ اور وہ تصویر ساتھ لی۔ جو میکسول کے قاتل ہونے کو ثابت کرتی تھی۔ اس طرح تیار ہو کر میں میکسول کے مکان پر پہنچا۔ مگر وہاں جاکر مجھے معلوم ہوا۔ کہ میکسول شام کی گاڑی میں ہیگ کی طرف روانہ ہوا ہے۔ یہ بات مجھے اُسکے نوکر کی زبانی معلوم ہوئی میں نے اُس سے پوچھا۔ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ وہ کس کام کیلئے ہیگ کی طرف روانہ ہوا ہے ۔

نوکر۔ مجھ سے کہا تو کچھ بھی نہیں۔ مگر قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے چچا ہیرلنگ کی جائداد پر قبضہ کرنے کو گئے ہیں ۔

میں۔ کیا میکسول کا کوئی چچا بھی تھا۔ اور وہ مالدار تھا؟

نوکر۔ جی ہاں! میں نے ہیرلنگ اُنہیں کے چچا کا نام لیا ہے۔ وہ تو بہت بڑا مالدار تھا ۔

میں۔ کون ہیرلنگ؟ کیا اس نام سے وہی شخص مُراد ہے۔ جس نے تکیہ نما سفری صندوق ایجاد کئے ہیں ۔

نوکر۔ جی ہاں! وہی۔ کیا آپنے نہیں سُنا۔ کہ انٹورپ میں ریل کی سڑک کے قریب اسکی لاش ملی تھی۔ انٹورپ سے اُسکے ایک رشتہ دار نے اس واقعہ کی خبر میکسول کو لکھکر بھیجی ہے ۔

میں۔ (تعجب سے) او ہ! یہ تو وہی ہیرلنگ تھا جس کا ذکر تم نے کیا۔ اور کیا وہ میکسول کا چچا تھا؟

نوکر۔ جی ہاں! وہی اور کوئی نہیں ۔

میں۔ مگر تعجب ہے کہ میکسول اُسکی لاش کا انتظام کرنیکے لئے انٹورپ نہیں گیا۔ جائداد

پر قبضہ کرنے کے لئے لیگ کو دوڑ گیا ۔

نوکر ۔ میں نہیں کہہ سکتا ۔ اس کا کیا سبب ہے ۔ اس میں کوئی مصلحت تو ضرور ہوگی ۔

میں ۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہیرلنگ کی کوئی اولاد نہیں تھی ۔

نوکر ۔ ہاں سنا ہے کہ وہ بالکل لاولد تھا ۔

(۴)

اب کئی عقدے حل ہو گئے ۔ مجھ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ۔ کہ مقتول شخص کون ہے ؟ حقیقت قتل بھی مجھ پر صاف کھل گئی ۔

ایک بات یہ بھی دل میں کھٹکتی تھی ۔ کہ نیچے نما صندوق جو ابھی ایجاد ہوئے ہیں ۔ اور جن کا رواج بہت کم ہوا ہے ۔ اور عام طور پر لوگ اُن کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے ہیں ۔ اُن سے قاتل کیونکر باخبر ہو سکتا ہے ۔ اب یہ راز بھی چھپا نہیں رہا ۔ صرف قاتل کا گرفتار کرنا ابھی باقی تھا ۔ اور اس مطلب کے لئے میں اُسی روز گاڑی پر سوار ہو کر لیگ کی طرف روانہ ہو گیا ۔ جب میں لیگ میں جا پہنچا ۔ تو میں نے ہیرلنگ کے مکان کا پتہ پوچھا ۔ اور کرایہ کی ایک گاڑی پر اُس مکان کی طرف روانہ ہوا ۔ اُس وقت آفتاب غروب ہونے کو تھا ۔ ہیرلنگ کے مکان پر جا کر معلوم ہوا ۔ کہ میکسول ہوا خوری کے لئے باہر گیا ہوا ہے ۔ مجبوراً مجھے انتظار کرنا پڑا ۔ مکان کے ایک ملازم نے مجھے ملاقات کے کمرہ میں ٹھہرا دیا ۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میکسول ہوا خوری کر کے واپس آیا ۔ جب وہ ملاقات کے کمرہ میں داخل ہوا ۔ تو مجھے دیکھ کر مسکرایا ۔ اور اُس نے کہا ۔ او مسٹر لمبرٹ ! تم لیگ میں کیونکر آ نکلے ۔ مزاج تو اچھے ہیں ۔

میں ۔ ہاں اچھا ہوں ۔ ایک واردات کی تحقیقات کے لئے اتفاقاً میرا یہاں آنا ہو گیا ۔

میکسول ۔ میرے نزدیک سُراغرسانی کا پیشہ بہت تکلیف دہ ہے ۔ دیکھو تمہیں کس قدر آوارہ گردی کرنی پڑتی ہے ۔ اگر تم مصوری کے فن میں ذرا مہارت پیدا کر لو ۔ تو بس ایک ہی جگہ بیٹھ کر آرام سے اپنی روزی پیدا کر سکو گے ۔

میں ۔ جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے ۔ اور یقین ہے کہ مصوری کے فن میں مجھے جلد مہارت ہو جائیگی ۔ صرف آپ کی مہربانی درکار ہے ۔ آپ کے پیچھے میں جب کبھی اپنے فرض منصبی سے فارغ ہوتا تھا ۔ تو بس اسی کام کو لے بیٹھا تھا ۔ چنانچہ میں نے بعض عمدہ تصویریں تیار کی ہیں ۔ اور اُن کو

نہایت محنت سے درست کیا ہے ۔

میکسول - تو وہ مجھے ضرور دکھانا - اِس میں شک نہیں کہ اِس فن سے تمہاری طبیعت کو بہت لگاؤ معلوم ہوتا ہے ۔

مَیں - مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے - مگر ہاں آپ یہ تو فرمائیں - کہ آپ کو کیا ایسا کام تھا جو یکایک برسلز سے یہاں چلے آئے ؟

میکسول - اوہ ! تم کو نہیں معلوم کہ میرے چچا ہیرلنگ کے یکایک مار دئے جانے کی خبر اخباروں میں چھپی ہے - انٹورپ میں ریل کی سڑک کے قریب اُن کی لاش پائی گئی ہے - اور معلوم ہوا ہے کہ کسی نے ریل میں گلا گھونٹ کر اُن کو مار ڈالا - اور ریل سے باہر پھینکدیا - چونکہ وہ لاولد تھے - اور اُنکی جائیداد کا حق دار میرے سوا کوئی نہیں تھا - اِس لئے مجھے فوراً یہاں آنا پڑا ۔

مَیں - اور انٹورپ میں اُن کی لاش کا کیا اِنتظام ہوا ؟

میکسول - وہاں ہمارے کئی رشتہ دار موجود ہیں - اُنہوں نے تجہیز و تکفین کردی ہوگی - میں اُدھر اِس لئے نہیں گیا - کہ جائیداد کا اِنتظام کرنا ضروری تھا ۔

مَیں - آخر اِس بات کی بھی کچھ تحقیقات کی گئی - کہ اُن کو کس ظالم اور سنگدل نے مارا ؟

میکسول - ابھی تک یہ بات تحقیق نہیں ہوئی - مگر جو خبر انٹورپ سے آئی ہے - اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام کسی چور کا تھا - جس نے اُن کے صندوق سے جو سفر میں ساتھ تھا - سارا روپیہ نکال لیا - اور اُن کو مار کر ریل سے باہر پھینک دیا - اُن کی لاش سے ذرا فاصلے پر صندوق بھی سڑک پر پایا گیا ہے - جو اندر سے بالکل خالی تھا - اور اُس میں روپیہ وغیرہ کچھ نہ تھا - مسٹر لمبرٹ ! میرا اِرادہ ہے - کہ اپنے چچا کے قاتل کی سُراغرسانی کراؤں - اور اُس پر کچھ اِنعام مقرر کروں - کیا تم اِس کام کو انجام دے سکتے ہو ؟

مَیں - (نہایت خوشی سے) اگر آپ اِنعام کیا تجویز کرینگے ؟

میکسول - مَیں نے ایک ہزار پونڈ اِنعام سوچ رکھا ہے ۔

مَیں - تو آپ کو واضح ہو - کہ مَیں نے قاتل کا پتہ دریافت کرلیا ہے ۔

میکسول - (تعجب سے) کیا سچ کہتے ہو - تم نے کیونکر دریافت کیا ۔

مَیں - (نہایت عجیب طریقے سے) اگر آپ یہ کہئے - کہ آپ اِنعام کے وعدہ سے تو نہ پھر جائینگے ؟

میکسول - نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مگر آخر تم بتاؤ تو قاتل کون ہے ؟

مَیں - (ہنس کر) کیا بتا ہی دوں - اچھا سُنئے - ہیرلنگ کو جس نے قتل کیا۔ وُہ آپ ہی ہیں ۔

میکسول - (پیچھے ہٹ کر اور تیور بدل کر) ہائیں یہ تم نے کیا کہا - اس کا کیا ثبوت ہے ؟

مَیں نے مقتول کی آنکھ کی تصویر جیب سے نکال کر میکسول کے سامنے رکھدی - جس کو دیکھ کر اُس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گر پڑا - جب وُہ ہوش میں آیا - تو اُس نے اپنے تئیں میری قید میں پایا - دُوسرے دن میں نے میکسول کو عدالت میں پیش کیا - اور اُس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا جس پر اُس کو موت کی سزا دیگئی ۔

صنعت و حرفت

چند منٹ میں صابُون بنانا - لائیکوار امونیا ایک جزو - تیل سوا جزو - دونوں کو آپس میں حل کریں - پس صابن کی شکل بن جائیگی - اِس صابن کو ہاتھ مُنہ دھونے کے کام میں لاؤ - رنگ گورا کرتا ہے - چہرے کا رنگ نکھر جاتا ہے - کیونکہ یہ وُہ صابُون ہے جس کو یورپین استعمال کرتے ہیں - اور اس صابن کے مُقابلہ میں کوئی دُنیا بھر کے صابنوں میں رنگ کو گورا کرنیوالا نہیں - (اگر سخت کرنا منظور ہو تو سفیدہ کاشغری یا نشاستہ خشک ڈال کر گھوٹ لو - اور ٹکی بنالو)

کپڑے پر نشان کرنیکی پُختہ سیاہی - کسیس اور گیرو ملا کر نشان کر دو - یا کاسٹک کو پانی میں گھول کر نشان لگاؤ - اس کا نشان کپڑے سے باوجُود ہزار دھونے کے نہیں مٹے گا ۔

ذیل کا وارنش ہر ایک چیز پر چڑھ سکتا ہے - ایک سیر روغن السی کو آگ پر خُوب پکاؤ - اور اُس کے گاڑھا ہو جانے پر دو چھٹانک سفوف رال ڈال کر حل کر دو - اور اس میں دو تولہ تارپین کا تیل ڈال دو - اور کسی روغنی برتن یا کانچ کے ظروف میں رکھکر کام میں لاؤ - یہ ہر ایک چیز پر چڑھ جائیگا ۔

کلاک گھڑی کا وارنش:۔ ایک بڑی بوتل میں سپرٹ اوف وائن تین چھٹانک عمدہ لاکھ ایک چھٹانک ایک تولہ۔ رومی مصطگی ڈال کر بوتل کا منہ بند کر کے دھوپ میں رکھیں۔ تین روز یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ میں گل جائیگا۔ اور وارنش تیار ہوجائیگا۔ گھڑی پر یا بکس پر لگانے سے گھڑی بالکل نئی ہو جائے گی۔

واٹر پروف وارنش زین کیلئے۔ پتھر یا روغنی برتن میں ۲۔ اونس سیاہ رال ڈال کر نرم آگ پر گلاؤ۔ جب وُہ نرم ہو جاوے تو اس میں ۲۔ اونس موم ملاؤ۔ جب یہ دونوں مل جاویں۔ تب آگ پر سے اُتار کر اس میں ½ اونس عمدہ کاجل اور ½ ڈرام پرشین بلو یعنی انگریزی نیل باریک کیا ہؤا ملادو ان سب کو ملا کر خوب ہلاؤ اور روغن تارپین اس قدر ڈالو۔ کہ لئی بن جاوے پس اس کو سرد کرلو۔ اور اسپنج سے لگاؤ۔ جب سوکھ جاوے۔ تب برش سے لگالو۔

لکڑی پر وارنش:۔ ایک پختہ ہانڈی کے تلے کو مٹی سے لیپ کر خشک کریں۔ پھر آگ پر رکھکر اس کا تلا سرخ کرو۔ جب سرخ ہو جاوے تو اسمیں ایک سیر چندراس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے ڈالدو اور ہلاتے رہو۔ بعدازاں تھوڑا تھوڑا کر کے اسمیں السی کا تیل ایک سیر ڈالدو جب گل جائے اور چاشنی بن جائے اوتار لو۔ یہ لکڑی کے واسطے وارنش ہوگا۔ جس چیز پر چڑھاؤ۔ نہایت عمدہ ہے۔

ٹین پر وارنش:۔ ڈھائی پاؤ اسپرٹ ملی ہوئی لاکھ میں نصف چھٹانک ہلدی کا سفوف ملا کر سات یا آٹھ دن دھوپ میں رکھتے اور روزانہ دو تین بار ہلاتا ہے وارنش تیار ہو جاویگی

مٹی کے برتنوں پر وارنش:۔ سنگ چقماق۔ سوڈا۔ سہوسن ملا کر اور سفوف بنا کر کام میں لائیں

ڈبل روٹی بنانا } ڈبل روٹی میدہ اور سوجی دونوں کو ملا کر اور خمیر دیکر بنائی جاتی ہے۔ خمیر کو تیار کرنا اور میدہ کو گوندھنا اس میں کام ہے ولائتی خمیر تو ٹکٹ جرمن کے شراب کے کارخانوں سے بنا بنایا آتا ہے۔ جس کا نسخہ آجتک کسی

کو معلوم نہیں ۔
مگر دیسی خمیر اس طرح بنایا جاتا ہے۔ کہ ایک بوتل میں ڈیڑھ پاؤ پانی گرم ڈال کر اس میں ۵ تولہ سونف اور ایک تولہ بتاشے ڈال کر بوتل کو ۵ یا ۶ روز تک کسی گرم مکان میں ٹکا چھوڑ دو پس یہ پانی خمیر کے لائق تیار ہو جاویگا۔ اب آدھ سیر میدہ کسی برتن میں ڈالو۔ اور یہ کل چھان کر اس میں ڈالدو۔ اور اچھی طرح گوندھ کر گرم جگہ میں رکھدو ۲۴ گھنٹہ میں تیار ہو جاویگا۔ اور میدہ جب کافی پھول جائے تو اُسے کسی چینی کے برتن میں رکھدو یہ خمیر پندرہ سیر میدہ کا عمدہ خمیر کریگا۔
جب خمیر کا اس طرح مصالحہ تیار ہو جائے۔ تب پندرہ سیر سوجی میز پر رکھکر اس کے درمیان میں گڑھا بنا دو اور اُسے تیار کرکے یہ خمیر سے (تیار کئے ہوئے) آدھا حصہ اسمیں ڈال کر گرم پانی سے چھینٹا دیکر گوندھتے جاؤ اور پھینٹتے جاؤ۔ ایک گھنٹہ تک اسی طرح کام انجام دو۔ تب سوجی خمیر ہو جاویگی۔ اسکو الگ رکھدو۔ پھر پندرہ سیر عمدہ میدہ باقی کا نصف خمیر اس میں ملا کر اس کو بھی سوجی کی طرح ایک گھنٹہ تک خوب اچھی طرح پھینٹو۔ جب میدہ بھی اچھی طرح خمیر ہو جائے۔ تب سوجی اور میدہ دونو خمیر شدہ اشیاء کو آپس میں ملا کر خوب اچھی طرح پھینٹ لو کہ ایک جان ہو جاوے۔ تب ۲۳ تولہ چینی میں کسی قدر پانی ملا کر حل کرلو۔ اور اس مرکب خمیر میں ڈال کر پھینٹو۔ جب چینی کا پانی خوب اچھی طرح مل جائے۔ تب پھر اسکے وسط میں گڑھا بنا کر دس تولہ نمک پانی میں گھول کر ڈال دو۔ اور پھر ایک گھنٹہ تک خوب اچھی طرح پھینٹو۔ اب یہ خمیر ایسا نرم ہو جاویگا۔ کہ اگر اس کا پیڑا کاٹ کر رکھئے تو کبھی اپنی اصلی حالت پر نہ رہیگا۔ بلکہ پھیل جاویگا۔
جب خمیر ایسا ہو جائے۔ تب دس منٹ تک اس کو ڈھک کر رکھدو۔ اور پھر دو چھٹانک وزن کے پیڑے کاٹ کر سانچے میں ڈالدو۔ اور سانچوں کو تندور کے پاس گرم جگہ میں رکھو۔ اور اوپر کمبل ڈھانک دو۔ جب خمیر پھول کر اوپر اٹھ آوے اور سانچہ پون (۳/۴) بھر جائے۔ اور چوتھائی حصہ خالی رہ جاوے۔ تب سانچوں کو تندور میں رکھدو۔ اگر گرمی کا موسم ہوگا۔ تو گھنٹہ ڈیڑھ میں خمیر پھول کر سانچہ بھر جاویگا۔ اور اگر سردی کا موسم ہوگا۔ تو ۳-۴ گھنٹے لگینگے۔
جب سانچہ تندور میں رکھدیئے جاتے ہیں۔ تو آدھ گھنٹہ میں ڈبل روٹی بنکر تیار ہو جاتی ہے۔ اور اگر موسم زیادہ سرد ہوتا ہے تو پون گھنٹہ یا کبھی زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔
جب روٹیاں پک جاویں۔ تب سانچوں سے باہر نکال کر اچھی طرح سرد کرلو۔ اگر گرم حالت میں رکھدی جاوینگی۔ تو خراب ہو جاوینگی۔ سانچوں کو گھی لگا کر چکنا کرلینا چاہئے۔ تاکہ خمیر ان کیساتھ

نہ چمٹ جائے ۔

ڈبل روٹی کے اوپر کا حصہ سرخ کیوں ہوتا ہے ؟ اس کی وجہ یہ ہے یہ تندور میں رکھنے سے پہلے خمیر کے اوپر مکھن چھوڑ دیتے ہیں۔ پس مکھن والی جگہ پک کر سرخ ہو جاتی ہے ۔ جب سانچہ تندور میں ہو۔ تب دروازے کے پاس چند لکڑیاں جلا کر رکھتے ہیں۔ جو برابر شعلہ دیتی رہتی ہیں ۔

تندور۔ ڈبل روٹی کا تندور خمدار ہوتا ہے۔ باقی چھت پختہ اینٹ کی ڈاٹ ہوتی ہے۔ اس طرح کہ اور درمیان میں ایک چھوٹا سا محراب دار دروازہ ہوتا ہے جسمیں کوئی کواڑ نہیں ہوتی ہے۔ تندور کا فرش پختہ ... اینٹ کا بنا ہوتا ہے جو ۶ فٹ لمبا اور ۳ فٹ چوڑا ہوتا ہے ۔ دیوار ایک اینٹ برابر ہموار موٹی اور ۳ فٹ اونچی ہوتی ہے ۔ دروازہ ۸ × ۱۰ انچ مربعہ ہوتا ہے ۔ گنبد کے اوپر کی چوٹی نوکدار بلکہ چپٹی ہوتی ہے ۔ اسطرح تاکہ سردی کے موسم میں اس پر خمیر کا برتن رکھدیا جا سکے وہ جو تندور کی گرمی سے جلد پھول جاویگی تب روٹی پکاتے ہیں ۔

تب تندور کے دروازہ کے آگے لوہے کا تختہ دیکر دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ مگر ایسا بند نہیں کرتے۔ کہ ہوا بالکل بند ہو جائے ۔ بلکہ ایک طرف کو درز چھوڑ دیتے ہیں تاکہ اس راہ سے ہوا اندر باہر آتی جاتی رہے ۔ اتنے بڑے تندور میں قریباً دو سو ڈبل روٹی پکائی جا سکتی ہیں ۔ اور گرم موسم میں ۲۰ سیر لکڑی اور سردی کے موسم میں سوا من لکڑیاں تندور کے تپانے کے لئے کافی ہیں ۔ سردی میں پورا گھنٹہ بھر گرم کرنے میں لگتا ہے ۔ مگر گرمی میں چالیس منٹ کافی ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں تندور کو نمی سے محفوظ رکھنے کے لئے اندر گرم راکھ رکھنی چاہیئے ۔ جب مدت مذکورہ بالا گزر جائے اور تندور گرم ہو جائے ۔ تب لکڑیاں اور کوئلے تمام اندر سے نکال دینا چاہیئے ۔ اور سانچہ رکھکر دروازہ بند کر دینا چاہیئے ۔

تندور کو تیسرے چوتھے روز راکھ اور دھوئیں سے صاف کرنا چاہیئے ۔ ایک لمبے بانس کے ایک سرے پر کپڑوں کا منڈ باندھکر اس سے تندور کی دیواریں اور فرش صاف کر دینا چاہیئے۔ سانچہ ٹین کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو ایک لمبی کوچ پر رکھکر تندور کے اندر رکھے اور باہر نکالے جاتے ہیں ۔

کوئی آٹا کام میں لایا جائے فائدہ ایک ہی ہے ۔ گرم پانی میں تھوڑا سا نمک دیکر اس میں تھوڑا سا جامن ڈال کر خوب گوندھے اور چھوڑ دے ۔ لیکن اس طرح رکھے ۔ کہ گرم رہے ۔ ایک گھنٹہ میں خمیر ابل کر دگنا ہو جائیگا ۔ وجہ یہ ہے کہ جوٹین کے سبب خمیر کے ہر ایک ریشے میں کاربونک ایسڈ گیس

بھر جاتا ہے۔ تھوڑی دیر پیچھے یہ خمیر بیٹھنے لگیگا۔ کیونکہ گیس خارج ہونے لگتا ہے۔ لیکن پھر اُٹھنے لگیگا۔

اِس وقت اِس خمیر کو تمام آٹے میں ملاکر گوندھ لیتے ہیں۔ گوندھنے پر آٹا بڑا اکڑا رکھا جاتا ہے نہ ایسا نرم کہ ہاتھوں میں چپکے۔ اس وقت اس آٹے کی لوئیاں کاٹ کر روٹیاں بناکر تندور میں رکھ کر سینک لیتے ہیں۔ ڈبل روٹیوں کا تندور اِسطرح بنتا ہے کہ گرم ہوجانے پر وہ دیر تک ٹھنڈا نہ ہوسکے اور لکڑی یا کوئلے جلاکر جب اِتنا گرم ہوجائے کہ لال پڑجائے۔ تب اس میں روٹیاں رکھکر سینک لیجاتی ہیں۔

بسکٹ بنانا۔ یہ بھی ڈبل روٹی کے تندور میں پکائے جاتے ہیں۔ چیزیں تیار کرنے کی حسب ذیل ہیں:۔

میدہ آدھ سیر۔ مکھن ۳ چھٹانک۔ شکر دو چھٹانک۔ نمک چٹکی بھر۔ سوڈا اور ٹارٹرک ایسڈ مرکب آدھا چمچہ۔ دُودھ پیالی بھر۔ میدہ میں شکر اور سوڈا کا مرکب ملاؤ۔ پھر مکھن میں نمک ملاکر اس کو میدہ میں ڈال کر دُودھ کا چھینٹا دیکر خُوب ملو۔ جب ایک ذات ہوجائے۔ تب پیڑے کاٹ کر سانچہ کی ڈبیہ سے بسکٹ کاٹ کر ٹین کے ٹکڑوں میں رکھکر تندور میں سینکو۔

عطاری یہ پیشہ کافی روزگار کا ذریعہ ہے۔ اور ہر شہر و قصبہ میں ضرورت ہے دو سو روپیہ کے سرمایہ سے عمدہ طور پر کام چل سکتا ہے۔ روپیہ دو روپیہ روز کی آمدنی ہوسکتی ہے۔ علاوہ خشک ادویات کے عطار کو ہر قسم کے عرق۔ شربت۔ گلقند۔ چٹنی سکنجبین۔ معجون۔ اطریفل وغیرہ بنانا پڑتا ہے۔ اِسواسطے ہر چیز کے بنانے کی ترکیب لکھی جاتی ہے:۔

عرق نکالنے کی ترکیب:۔ جس دوا کا عرق نکالنا ہو۔ اس کو رات کو بھگودو۔ اور صبح کو عرق نکالو۔ خیال رکھو۔ کہ آنچ دھیمی رہے۔ اگر تیز آگ ہوگی۔ تو اُبال آکر دُوسرے برتن میں چلا جاویگا اور عرق خراب ہوجاویگا۔ جو ادویات خشک اور سخت ہوں۔ اُن کو کُوٹ کر بھگو دیں اور جو ادویات زیادہ ہونگی۔ اُسی قدر عرق تیز ہوگا۔ کاسنی۔ اجوائن۔ بادیان۔ سُونٹھ۔ ہلدی۔ دھوانسہ۔ سیاہ۔ کشنیز کوہ۔ مُنڈی۔ گاؤزبان وغیرہ کو بوزن دو سیر لیکر اور ان میں دس سیر پانی ڈال کر پانچ سیر کشید کرو تازی ادویات جیسے برھمی بُوٹی۔ پھول گلاب۔ بید مُشک وغیرہ کے وزن سے تین گُنا پانی ڈال کر ڈیڑھ گُنا عرق کشید کرو۔

عرق عنبر۔ مصطگی۔ بہمن سرخ و سفید۔ دارچینی۔ ہر دو الائچی۔ کلبجن۔ ابریشم۔ صندل سفید
گاؤزبان۔ ناگرموتھا۔ کشنیز۔ ہرایک ایک تولہ۔ پانی انار شیریں و انار ترش ہرایک ایک سیر۔ عرق
گاؤزبان۔ عرق بادرنجبویہ۔ عرق گلاب و عرق بید مشک ہرایک دو سیر۔ ادویات کو کوٹ کر عرقیات
کو بھگوئیں۔ اور نیچہ میں مشک تین ماشہ۔ عنبر اشہب تین ماشہ کی پوٹلی لٹکا دیں ✦

عرق گشبہ۔ عشبہ آدھ سیر۔ چوب چینی۔ برہم ڈنڈی۔ نیب کے پھول۔ ہرایک پاؤ بھر۔ تر پھلہ
تین پاؤ کشید کریں ✦

عرق کافور۔ دھنیا۔ سونف۔ کاسنی۔ گاؤزبان ہرایک ایک پاؤ۔ تخم خیارین۔ تخم کاہو۔ مغز
کدو۔ مغز خربوزہ۔ تخم خرفہ۔ ہرایک ایک چھٹانک۔ گلاب کے پھول۔ نیلوفر کے پھول۔ پھول شاہترہ
پھول بید مشک۔ ہرایک ایک پاؤ۔ کافور قیصری ایک تولہ پانی آٹھ سیر۔ عرق کشید کریں ✦

دوسری ترکیب یہ ہے۔ کہ صاف پانی کی بوتل لیکر اسمیں ایک ڈلی کافور کی ڈال دیں ✦

واضح ہو۔ کہ چند عرق اور بھی ہیں۔ جیسے آتشک اور سوزاک۔ بواسیر۔ ملغم وغیرہ۔ وہ اکثر
مرکب ہوتے ہیں اور ہرایک حکیم اپنی اپنی مرضی کے موافق بناتا ہے۔ اور عرق قندی جو ہیں اس سبب کے
درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے ✦

شربت بنانے کی ترکیب:۔ جو دوا سخت ہوں۔ ان کو جو کوب کر کے رات کو بھگو دیں۔ اور
برگ و پھول وغیرہ کو صرف بھگو دینا ہی کافی ہے۔ بعض خوشبویات مثلاً کیوڑہ وغیرہ کو چاشنی کی تیاری
پر ٹھنڈا کر کے ملانا چاہیئے اور دیگر کو قند میں ملا کر اور ساتھ ہی پکانا مناسب ہے۔ چاشنی کے بارہ میں
احتیاط ضروری ہے ✦

اگر چاشنی کچی ہووے تو پھر شربت خراب ہو جاویگا۔ چاشنی کی عمدہ شناخت یہ ہے کہ جب قوام
پک جائے۔ اس پکتے ہوئے سے چمچہ پر ایک قطرہ لیویں۔ اور قطرہ کو انگوٹھے اور پاس کی انگلی دونوں
کے درمیان رکھکر اس کا تار دیکھیں۔ اگر دو تار نکلیں تو جانو کہ اب چاشنی تیار ہو گئی ہے۔ پھر ٹھنڈا
کر کے بوتلوں میں نگاہ رکھو ✦

بنفشہ خواہ تازہ ہو یا خشک۔ اگر خشک ہو تو آدھ پاؤ بنفشہ کو آدھ سیر پانی میں بھگو کر صبح کو
اُبال کر وہ پانی آدھ سیر مصری یا قند سفید میں ڈال کر قوام تیار کریں۔ اگر بنفشہ تازہ ہو۔ تو ڈیڑھ
پاؤ لیویں ✦

شربت نیلوفر۔ نیلوفر ترکیب معہ مذکورہ بالا ہے ✦

شربت عُشبہ۔ عُشبہ عرق کو آدھ پاؤ لیکر خوب جَوکوب کریں اور عُناب دس تولہ کو عُشبہ ایک سیر عرق شاہترہ میں رات کو بھگوکر صُبح کو شہد خالص سوا سیر ملا کر قوام تیار کریں ۔
شربت زُوفا۔ عُناب۔ بادرنجبویہ۔ گاؤزبان بھی بطرز مذکورہ بالا تیار کریں ۔

بائیسکل میں جلانے کا تیل

(۱) کافور یعنی کیمفر (Camphor) ایک اونس (ب) روغن ارنڈ یعنی کیسٹر آئیل (Castor oil) دو اونس (ج) پٹرول (Petrol) ۴۔ اونس (د) روغن زیتون یعنی آلیو آئیل دو اونس۔ کافور کو روغن زیتون یا روغن ارنڈ میں حل کر کے دونوں تیلوں کو باہم ملا دو پھر اسمیں پٹرول ملا کر خوب ہلاؤ۔ بائیسکل میں جلانے کا تیل جو یورپ سے بند ڈبوں میں آکر نہایت مہنگا فروخت ہوتا ہے یہ بالکل اسکی طرح کام دیگا ۔

دیگر:۔ پیرافین آئیل (Parafine oil) ایک اونس کالزا آئیل (Calza oil) ۷۔ اونس۔ باہم ملالیں۔ یہ بھی عُمدہ قسم کا تیل بن جائیگا ۔

دیگر:۔ کافور یعنی کیمفر (Camphor) ایک اونس۔ پٹرول (Petrol) ۴۔ اونس۔ کالزا آئیل (Calza oil) ۲۰۔ اونس۔ کافور کو کالزا آئیل میں حل کر کے پٹرول ملادیں۔ تیل تیار ہے ۔

سُوتی اُونی اور ریشمی کپڑوں کے اِمتحان کرنیکے طریقے

بَعض وقت جب قیمتی اُونی یا ریشمی کپڑے خریدنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور دوکاندار سے پُوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ خالص سلک ہے یا خالص اُون۔ تو وُہ کہہ دیتے ہیں۔ ہاں جی۔ اِس بات کا اِمتحان مندرجہ ذیل ترکیب سے خُود کیا جا سکتا ہے ۔

ترکیب۔ جس کپڑے کا اِمتحان کرنا ہو۔ اس کا تھوڑا سا ٹکڑا لیکر اسے ۵ فیصدی تیزاب نمک یعنی ہائیڈروکلورک ایسڈ کے اُبلتے ہوئے محلول میں ۵ امنٹ تک ڈبوئے رکھیں۔ اِسطرح اس کا رنگ اُڑ جاوایا اور جو کچھ اسے چمکانے کے لئے لگایا ہوگا۔ اُتر جائیگا۔ پھر نکال کر پانی سے خوب دھوئیں۔ اور خشک کرلیں۔ پھر اگر ہو سکے۔ تو تانے اور بانے کی تاروں کو علیحدہ علیحدہ کرلیں۔ تاکہ

دونوں کا علیحدہ علیحدہ امتحان کیا جا سکے۔

امتحان کے لئے مندرجہ ذیل ترکیب سے تجربہ کرو:-

تھوڑے سے دھاگوں کو جلاؤ۔ اگر ایسی بو پیدا ہو جیسی پیشاب کے جلانے سے بو پیدا ہوتی ہے۔ تو تھوڑے سے دھاگے لیکر انہیں سوڈے کے محلول میں ڈال کر گرم کریں۔ جو گیس یا بخارات نکلیں۔ ان کو سونگھیں۔ اگر امونیا کی سی بو جیسی کہ نوشادر اور چونے کو ملا کر اس میں تھوڑا سا پانی ڈالنے سے پیدا ہوتی ہے۔ پیدا ہو۔ تو خیال کریں کہ وہ حیوانی دھاگے ہیں۔ یعنی حیوانی اجزا سے بنائے گئے ہیں۔ مثلاً اُون یا دیگر جانوروں کے بال۔

پیشاب کی سی بو تو پیدا ہو۔ مگر امونیا کی بو موجود نہ ہو۔ یا آپ پہلے ہی خیال کریں۔ کہ یہ حیوانی دھاگے نہیں ہیں۔ تو تھوڑے سے دھاگے بیسک کلورائڈ آف زنک (Basic Chloride of Zinc) کے اُبلتے ہوئے حل میں ڈالدیں۔

(ا) اگر دھاگے بالکل حل ہو جائیں۔ تو وہ سلک کے بنائے ہوتے ہیں۔ یا نباتاتی اشیاء سے تیار شدہ ہیں۔

(ب) حل ہوئے دھاگوں میں تیزاب نمک ڈالیں۔ اگر یک لخت ذرے ذرے سے بن جائیں تو خیال کریں کہ خالص سلک نہیں ہے۔ بلکہ اسکے ساتھ اُون یا دیگر نباتاتی اجزا ملا کر ریشے بنائے گئے ہیں۔ یعنی کپاس وغیرہ۔

اگر یہ دھاگے زنک کلورائیڈ (Zinc Chloride) کے محلول میں حل نہ ہوں تو نکال کر اور دھو کر انہیں سوڈا کے اُبلتے ہوئے کمزور سے محلول میں ڈالدیں۔

ا۔ اگر بالکل کمل طور سے حل ہو جائیں۔ اور کچھ باقی نہ رہے تو خالص اُون ہے۔

ب۔ اگر کمل طور سے حل نہ ہوں۔ تو اُون اور کپاس کے اجزا ملائے ہوئے ہیں۔

ج۔ اگر جلانے سے پیشاب کی سی بو نہ پیدا ہو۔ تو خالص نباتاتی اجزا ہیں مثلاً کپاس وغیرہ میرے خیال میں یہ طریقہ اگر تجارت وغیرہ کے لئے بھی استعمال کئے جائیں۔ یعنی سلک یا خالص اُون کا سوت خریدتے وقت ایسا امتحان کر لیا جائے۔ تو بیچنے والے کو دھوکا دینے کا بہت کم موقعہ ملیگا۔ تجربے نہایت سستے ہیں۔ انمیں کوئی قیمتی دوائی استعمال نہیں ہوتی۔

خالص سونے کا امتحان :- اگر سونا ڈلی کی شکل میں ہو۔ تو اس کا وزن مخصوص

معدوم کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل ترکیب بہت اعلیٰ ہے:۔

کسوٹی پر سونے کی ایک لکیر کھینچیں۔ اور اس لکیر پر روئی کے کپڑے سے شورے کا تیزاب (nitric acid) یعنی نائٹرک ایسڈ لگا دیں۔ اگر لکیر اسی طرح قائم رہے۔ اور اس کا کوئی حصہ تیزاب لگانے سے معدوم نہ ہو تو خالص سونا ہے۔ اگر لکیر تیزاب میں حل ہو جائے تو تانبا ساتھ ملایا گیا ہے۔ تجربہ کار آدمی یہ دیکھ کر لکیر کا کس قدر حصہ حل ہوا ہے۔ تقریباً درست طور سے بتا سکتے ہیں۔ کہ کس قدر تانبہ فی تولہ ملایا گیا ہے۔

مٹی کے تیل کی بو دور کرنا:۔ پوٹاسیم پرمینگنیٹ (Potassium permanganate) ایک اونس۔ تیزاب گندھک یعنی سلفیورک ایسڈ (Sulphuric acid) نصف پائنٹ۔ پانی یعنی واٹر (water) ۳ ½ پائنٹ۔ تیزاب کو تھوڑا تھوڑا کر کے پانی میں ملاتے جائیں اور ساتھ ساتھ اچھی طرح ہلاتے جائیں۔ اس طرح کرنے سے برتن کچھ گرم ہو جائیگا۔ سرد کر کے دو گیلن حجم کے ایک شیشے کے برتن میں ڈالدیں اور اس میں پرمینگنیٹ ملا کر خوب ہلائیں۔ حتیٰ کہ یہ حل ہو جائے۔ پھر اس میں ایک گیلن مٹی کا تیل ملا کر خوب اچھی طرح ہلا دیں۔ اس کو ایک شبانہ روز اسی طرح پڑے رہنے دیں۔ اور کبھی کبھی خوب اچھی طرح سے ہلا دیا کریں۔ بعدہٗ تیل کو نکال کر علیحدہ کریں۔ اور نچلے محلول سے پھر مندرجہ بالا عمل کریں:۔

پوٹاسیم پرمینگنیٹ (Potassium permanganate) ¼ اونس
کاسٹک سوڈا (Caustic Soda 98%) 98% ½ اونس
پانی (water) ۲۔ پائنٹ

جب اس محلول سے مٹی کے تیل کو علیحدہ کرینگے۔ تو وہ بغیر بو کے ہوگا۔

بعض محققوں نے لکھا ہے کہ چوبیس گھنٹہ ان کو ملا کر پڑا رہنے دینا بہت زیادہ وقت ہے اور اگر مشینوں سے ان محلولوں کو ہلایا جاوے۔ تو کام بہت جلدی ہو سکتا ہے۔

سیفٹی ریزر (Safety razor) یا استرے لگانے والے چمڑے یعنی سٹراپ (Strop) پر لگانے والی لئی:۔

د۔ ایمری (Emery) دو حصے
ب۔ لارڈ یعنی چربی (lord) چار حصے
ج۔ سیریزن ویکس (Cerasin wax) ایک حصہ
ب اور ج کو ملاکر پگھلالیں۔ اور اسے اُتار کر ایمری اُس میں ملا کر اچھی طرح ہلاتے رہیں۔ تاکہ جم نہ جائے۔ جب خوب حل ہو جائے تو شیشیوں میں بھر دیں۔

مونگے کے موتیوں کی مصنوعی مالا۔ رال ایک چھٹانک شنگرف ایک تولہ ۴ ماشہ۔ ہر دو کا علیحدہ علیحدہ سفوف بنالیں۔ پھر دونوں کو ملاکر نرم آگ پر گرم کریں۔ اور خوب اچھی طرح سے ملالیں۔ پھر ان کی مونگے کی طرح گولیاں بنا کر انہیں سوئی سے سوراخ کرتے جائیں اور دھاگے میں پروتے جائیں۔

دلچسپ طبی نوٹ

پیاز کا استعمال جب مصر کی مینارین بن رہی تھیں۔ تو پانچسو من سونے کے پیاز خریدے گئے۔ تاکہ مزدور وغیرہ جو میناروں کے بنانے میں مشغول تھے انہیں استعمال کریں۔ ہزاروں سالوں سے پیاز کا استعمال مصر میں نہایت کثرت سے جاری ہے۔ ہندوستانی لوگ اس چیز کی حقیقی قیمت کو شاید آجتک نہیں سمجھے۔

پیاز میں نیند پیدا کرنے کی خوبی موجود ہے۔ اُبلے ہوئے یا بھُنے ہوئے پیاز کے ٹکڑوں کی ایک پلیٹ اگر مکھن اور روٹی کے ہمراہ استعمال کی جائے تو نہایت اچھی طرح نیند آجاتی ہے وہ آدمی جو تھکاوٹ وغیرہ سے رات کو بستر پر کروٹیں لیتے رہتے ہیں۔ انہیں مذکورہ طریقے سے پیاز کھا کر دیکھنا چاہئیے۔

پیاز کے رس اور شہد کا بنایا ہوا شربت بوڑھوں کے سانس پر بہت عمدہ اثر ڈالتا ہے اگر کچی پیاز اچھی طرح چبا کر کھایا جائے۔ تو کھانسی کو کافی فائدہ ہوتا ہے۔ کچے پیاز کا اعتدال کے ساتھ استعمال کرنا منہ کی رطوبی تراوش کو بڑھاتا ہے۔ اور جسم سے پسینہ خارج ہونے میں مدد

دیتا ہے۔ پیاز اور گندنا ہر دو محرک جسم ہیں۔ اور سرد امراض میں پھنسے ہوؤں کے لئے بہت مُفید ہیں۔ خون کو صاف کرنے میں اور نسوں کو بڑھانے میں بھی پیاز مُفید ثابت ہوئے ہیں۔ جزیرہ برمودہ میں جہاں پیاز بہت کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔ وہاں کی عورتیں عمدگی صحت اور خوبصورتی رنگ کے لئے مشہور ہیں ✦

لیکن دوسری سبزیوں کے برعکس اسمیں ایک نقص ہے وہ یہ کہ اسمیں چند ایسے ذی حس نباتاتی اجسام ہوتے ہیں۔ جو اردگرد سے غلیظ مادے کو کھینچ لیتے ہیں۔ اس لئے یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ کبھی ایسے پیاز استعمال نہ کئے جائیں۔ جو غیر ہوادار کمروں میں رکھے ہوں۔ یا ایسی جگہ پڑے رہے ہوں۔ جہاں کوئی بیماری پھیلی ہوئی ہو ✦

جس جگہ سفید پیاز پڑے ہوں۔ وہاں سے مکھیاں۔ مچھر اور دیگر اسی قسم کے پروانے وچیونٹیاں دُور رہتی ہیں۔ اس قسم کے پیاز کا رس ہڈیوں کے بنانے میں بہت مدد دیتا ہے پیاز میں نباتاتی فاسفورس موجود ہوتا ہے۔ جو کہ ہڈیوں کا جزو اعظم ہے ✦

عام لوگ پیاز اس لئے استعمال نہیں کرتے۔ کہ اسکے کھانے کے بعد مُنہ سے بدبُو آتی ہے لیکن اگر پیاز کھاکر اُوپر سے تھوڑا سا دھنیا چبالیا جائے۔ تو تمام بُو رفع ہو جاتی ہے ✦

~~~~~~~~

حیوانی اغذیہ قابل استعمال نہیں ہیں

ڈاکٹر جان ہاروے صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”حیوانی اغذیہ جسم انسانی کے لئے سب سے عمدہ غذا نہیں ہیں۔ اور نہ ہی یہ ہمارے قدیمی بزرگوں کی خوراک تھیں دُنیا میں تمام غذاؤں کی ابتدا نباتات سے اور کلوروفل گرین (Chlorophyll green) کی حیران کردینے والی کیمیاوی خوبیوں سے ہوتی ہے۔ حیوانی اغذیہ نباتاتی اجزا سے بنی ہوئی ہونے کی وجہ سے درجہ دوم کی غذائیں۔ انسانی نشو ونما کے لئے کوئی ایسی چیز نہیں جو حیوانی غذاؤں میں پائی جاتی ہو اور وہ نباتاتی اشیاء سے نہ حاصل کیگئی ہو ✦

جنگ عظیم کے دنوں میں مشہور اور چوٹی کے ڈاکٹروں نے یہ مان لیا تھا۔ کہ حیوانی اغذیہ کے استعمال کو جہانتک ہو سکے۔ کم کر دینا چاہیئے۔ تاکہ حضرت انسان کی بہتری ہو سکے۔ اُن دنوں لنڈن روم اور پیرس میں ایک کانفرنس ہوئی۔ جس کا نام ”انٹرنیشنل سائینٹفک فوڈ کمیشن“ تھا۔ یہ یہ ساری دُنیا کی اور نہایت قابل اعتبار کانفرنس تھی۔ پیرس میں اس کمیشن نے اس سوال پر
~~~~~~~~

بحث کی کہ حیوانی غذا کتنی مقدار میں استعمال کرنی چاہیئے۔ فیصلہ یہ ہُوا کہ "جسم انسانی کو حیوانی اغذیہ کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ گوشت کے پروٹینز کی بجائے دُوسری اشیاء مثلاً دُودھ پنیر اور کئی دیگر نباتاتی اشیاء بلا خوفِ نقصان استعمال ہو سکتی ہیں"۔

امریکہ کے ڈیپارٹمنٹ اوف ایگریکلچر نے ایک سرکلر شائع کیا ہے جس میں درج ہے "حیوانی غذاؤں کے استعمال کو کم کر دینا یا اس کا استعمال بالکل ہی چھوڑ دینا ممکن ہے۔ کیونکہ یہ معلوم کیا جا چکا ہے۔ کہ تمام ضروری پروٹینز اور قوت جو حیوانی اغذیہ سے حاصل ہوتی ہے وہ دیگر اشیاء سے حاصل کی جا سکتی ہے"۔

انسانوں کی پرورش کیسے ہونی چاہیئے۔ اس مضمون پر جن علماء نے تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ حیوانی اغذیہ کے استعمال نے ہی موجودہ انسانوں میں انتڑیوں کی خرابیاں اور بدحواسی پریشانی وغیرہ امراض پیدا کر کے دُنیا کو بےحد نقصان پہنچایا ہے"۔

میک کولم صاحب لکھتے ہیں:۔ "ہم بغیر بُرے اثرات پیدا ہونیکے خطرے کے حیوانی غذاؤں کو چھوڑ سکتے ہیں"۔

جانور کو قتل کرنیکے دوران میں گوشت غلیظ ہو جاتا ہے۔ اور اسمیں جو بکٹیریا ہوتے ہیں۔ وہ غلاظت کے بکٹیریا ہوتے ہیں۔ یہ بکٹیریا نہایت سُرعت سے گوشت پر اثر کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ چوبیس سے ۴۸ گھنٹے تک تمام گوشت بکٹیریا سے بھر جاتا ہے"۔ یہ نتیجہ بہت سے تجربوں کے بعد سائنٹیفک دُنیا نے نکالا ہے۔ سائنس دان بتاتے ہیں کہ

"گوشت کو ان بکٹیریا کے بُرے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے انہی احتیاطوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا جن کو ڈاکٹر لوگ اپریشن کے وقت عمل میں لاتے ہیں۔ جبتک گوشت تیار کرنے کا موجودہ طریقہ جاری رہے گا۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا۔ کہ گوشت جو ہم کھاتے ہیں۔ سب سے زیادہ گندی چیز ہے۔ جسے ہم استعمال کر سکتے ہیں"۔

ڈاکٹر تبلی صاحب لکھتے ہیں کہ "جانوروں کی انتڑیوں میں مُضرِ صحت جرم ہوتے ہیں۔ جو تمام گوشت کو غلیظ بنا دیتے ہیں"۔ ڈاکٹر سی۔ ای۔ راڈرک نے سات قسم کے گوشتوں کا امتحان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ان تمام نمونوں میں وہی بکٹیریا کثرت سے موجود تھے۔ جو کہ کھاد میں موجود ہوتے ہیں۔ حالانکہ ظاہری نظر سے گوشت میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی تھی"۔

وید منتر اور زہروں کا علاج

ایک شخص کو سانپ نے کاٹ کھایا۔ اسکے وارث جھٹ ایک عامل یعنی تعویذ گنڈا کرنیوالے کے پاس لیگئے۔ عامل نے مقام ماؤف کے اوپر ایک نہایت سخت بند باندھ دیا۔ اور منہ میں کچھ منتر پڑھتے ہوئے جائے زخم پر ایک منکا سا رگڑنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد مریض کو آرام محسوس ہوا۔ جب میں نے منتر جو عامل منہ میں پڑھتا تھا۔ سنا تو مجھے کچھ شک سا پیدا ہوا۔ تحقیقات کے بعد پتہ لگا۔ کہ وہ منتر رگوید کے ہیں۔ اُن کا ارتھ حسب ذیل ہے:۔

"رہے وش بھے سے ڈرے ہوئے انسان! جو اتنے وشیش دیش میں ہوئی کنچل کشتی ہے وہ تیرے وش کو کھالیتی ہے۔ وہ بھی شیگھر نہ مرے۔ اور ہم لوگ بھی نہ مارے جائیں اس کشتی کے سینوگ سے وش کا یوگ دور ہوجاتا ہے۔ ہے وش دھاری۔ وش ہرنے میں سمتھ وش ہرنے والا وید تجھے مدھرتا کو پراپت کرتا ہے۔ اسکی مدھرتا گرہن کرانے اور وش ہرنیوالی ودیا ہے" رگ وید ۱- ۱۹۱- ۱۱

ہے منش! جو سات دھینوں کے سمان اکیس مورنی ہیں۔ وہ گھٹ پیجانے والی کہاریوں کے سمان تیرے وش کو کشیشتا سے ہریں۔ منتر ۱۴

اسی طرح ایک اور جگہ آتا ہے کہ شکنتکا وش کو کھا لیتی ہیں جن پرندوں کا ان منتروں میں ذکر ہے۔ وہ کوی مرغی۔ مورنی وغیرہ ہیں۔ دیگر جانوروں پر تو تجربہ نہیں کیا گیا۔ لیکن مرغیوں کو زہر کے دفعیہ کے لئے استعمال کیا گیا۔ اس تجربہ کی رپورٹ ڈاکٹر جے۔ ڈائی۔ واٹوے صاحب نے شائع کی ہے۔ جس کا مختصر سا حال لکھا جاتا ہے:۔

۱۔ سانپ کے کاٹتے ہی ضروری ہے کہ مقام ماؤف کے اوپر سات یا آٹھ انگل دوری پر مضبوط رسی باندھ دیں (یہ خیال ہونا چاہئے۔ کہ اگر مقام دل کے نیچے ہے تو اوپر بند لگا دیں۔ اور اگر مقام ماؤف دل کے اوپر ہے مثلاً گردن یا پیشانی۔ تو نیچے کی طرف بند لگا دیں) اس طرح زہر کا دورہ دل کیطرف بند ہوجاتا ہے۔

۲۔ مقام ماؤف کو چاقو سے کاٹیں اور دبا دبا کر خون نکالیں۔ خون کے ساتھ زہر بھی نکلتا جائیگا یہ ضرور دھیان کرلیں۔ کہ نشتر سے زخم کرنے سے پہلے اسے آگ میں گرم کرکے میل وغیرہ صاف کرلیں۔ ورنہ غلاظت خون میں مل کر خرابی پیدا کرتی ہے۔ اسطرح سے مقام ماؤف سے خون نکالنا نہایت ضروری ہے۔ اور مرغی کو استعمال کرتے وقت آسانی ہوجاتی ہے۔

۳- پھر کم از کم دس مُرغیاں لائیں۔ اکثر ہر ایک گاؤں میں مُرغیاں کثرت سے مل جاتی ہیں۔ تو بھی دس پندرہ مُرغیاں ملنے تک انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ جس قدر مل جائیں۔ انہیں لیکر عمل شروع کریں۔

۴- مُرغی کو ہاتھ میں پکڑ کر اسکی گدا رجائے پاخانہ کے پر وغیرہ نوچ دیں۔ اس جگہ کو اچھی طرح صاف کرلیں۔ ڈنگ کی جگہ پر مُرغی کی گدا کا حصہ لگا دیں۔ مُرغی کو ڈنگ پر زور سے دبا کر رکھیں۔ تاکہ اِدھر اُدھر نہ ہلے اور نہ ہی اُڑ جائے۔ مُرغی کی گدا کے سُوراخ میں زہر جذب کرنے کی طاقت ہے۔ اسلئے یہ مقام ڈنگ پر لگتے ہی وہاں چسپاں ہوجاتی ہے۔

اکثر ایک دو منٹ میں ہی مُرغی پر موت کی نشانیاں طاری ہونے لگتی ہیں۔ اُسکے سانس کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ بیہوشی سی غالب آنے لگتی ہے۔ ڈھائی منٹ کے بعد مُرغی اس قدر ضعیف ہوجاتی ہے کہ اپنی گردن نہیں سنبھال سکتی۔ اور چار منٹ کے اندر ہی مرجاتی ہے۔ اس لئے دو ڈھائی منٹ کے بعد یعنی جب مُرغی اپنی طاقت کے مُطابق زہر کھینچ لے۔ تو اُسے چھوڑ دینا چاہئے۔ اور اُسکو دُور کر کے دُوسری مُرغی لگانی چاہئے۔ حفاظت سے استعمال کرنے سے مُرغی بھی زندہ بچ سکتی ہے۔ اور زہر بھی دُور ہوجاتا ہے۔

تین منٹ میں جسقدر زہر مُرغی اپنی گدا کے راستہ کھینچ لیتی ہے۔ اُس قدر زہر سے اسکے جسم پر کوئی بُرا اثر نہیں ہوتا۔ اسکے جسم میں اتنا زہر ہضم کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ اور اس کا خون اتنے زہر کے اثر کو زائل کرسکتا ہے۔

اس ترکیب سے لگاتار ایک کے بعد دُوسری اور دُوسری کے بعد تیسری وغیرہ مُرغی استعمال کرتے جائیں۔ اسطرح کرتے کرتے آخر کار ایسی حالت ہوجاتی ہے۔ کہ مُرغی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر دس منٹ تک مُرغی کو مقام گزیدہ پر لگائے رکھنے سے اسپر زہر کی علامات ظاہر نہ ہوں۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب زہر بالکل دُور ہوگیا ہے۔

اگر مُرغیاں بہت سی ہوں۔ تو دو دو منٹ بعد مُرغیاں بدلتے رہیں۔ ایسا کرنے سے مُرغی کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور زہر بھی دُور ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر مُرغیاں زیادہ نہ ہوں۔ تو مُرغی کی موت تک اُسے استعمال کرکے آدمی کی جان بچانی چاہئے۔

صرف دو منٹ تک لگانے سے مُرغی نہیں مرتی۔ لیکن اس سے زیادہ لگائی جائے تو وہ نہیں بچ سکتی۔ اس لئے مُرغیوں کی تعداد سے ہر مُرغی کے لگانے کے وقت کا اندازہ لگالیں۔

جب سب زہر کھینچا جا چکے ۔ تو آخری مُرغی پر کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ اِس لئے اسکے بعد پرمینگنیٹ آف پوٹاش (Permanganate of potash) اور ٹارٹرک ایسڈ" (Tartric acid) مُساوی الوزن ملا کر زخم میں بھر دیں اس سفوف کا اثر زہر پر ہوتا ہے ۔ ساتھ ہی زخم کے مقام پر جلن سی ہونے لگتی ہے جس سے مار گزیدہ کو نیند نہیں آتی ۔ مُرغیوں کا عمل کر نیکے بعد اٹھارہ گھنٹے تک مریض کو سونے نہیں دینا چاہئے ۔ سو جانے سے نقصان کا خطرہ ہے ۔

اِس ترکیب کے بعد روگی کو آرام آ جاتا ہے ۔ پسینہ آنا کم ہو جاتا ہے ۔ بیہوشی دُور ہو جاتی ہے اور سُستی ہٹ جاتی ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ نشان دِکھائی دینے پر رسّی کو کھولنے کا دھیان کرنا چاہئے ۔ لیکن رسّی کو ایکدم ہی نہیں کھولنا چاہئے ۔ کیونکہ ایکدم رسّی کھول دینے سے کسی جگہ پڑا ہؤا تھوڑا سا زہر اندر خُون میں پھیل کر بگاڑ پیدا کریگا ۔ اِس لئے رسّی چھوڑنے کے وقت آدھ منٹ ڈھیلی کر کے پھر سخت باندھ دیں ۔ پھر دس پندرہ منٹ کے بعد اسی طرح کریں ۔ اِس طرح تین چار بار کر کے نتیجہ دیکھیں اگر زہر کا بالکل اثر نہ ہو تو بند بالکل کھول دیں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

~~~~~~~~~~

لکھے ہُوئے کاغذ کو صاف کرنا ۔ ٹن کلورائڈ (Tin chloride) ۲ ڈرام پانی (Water) ۴ ڈرام ۔ اِس محلول کو اُونٹ کے بالوں کے بُرش کے ساتھ کاغذ پر لگائیں جب سیاہی یا رنگ کاغذ پر سے اُڑ جائے ۔ کاغذ کو پانی میں ڈبو کر جلدی سے نکال لیں اور خشک کر لیں ۔

~~~~~~~~~~

زہروں سے کیسے مَوت واقع ہوتی ہے :۔ مدت سے ڈاکٹر اس بات کی کھوج میں تھے کہ زہروں کا جسم پر کیا اثر ہوتا ہے کہ ان سے مَوت واقع ہوتی ہے ۔ تھوڑا عرصہ ہؤا ۔ ڈاکٹر بوشنر صاحب نے بیان کیا تھا ۔ کہ نباتاتی اور معدنی زہروں سے خطرناک نتائج پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے دماغ اور نسوں میں بجلی پیدا ہو جاتی ہے ۔ یعنی زہر پلانے سے جسم انسانی میں وُہی فزیولاجیکل تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ۔ جو کسی انسان کو بجلی کی کُرسی پر بٹھانے سے ۔ ڈاکٹر بوشنر صاحب نے بجلی کے ایک نئے سیل (Cell) کا تذکرہ کیا ۔ جس میں زہروں کے محلول تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں ۔ اس سے وُہ نتیجہ نکالتے ہیں ۔ کہ مہلک زہر واقعی بجلی پیدا کرتے ہیں ۔

زہر کی بہت خفیف مقدار مثلاً ایک حصّہ زہر اور دس لاکھ حصّے پانی ملا کر اگر اُس سیل میں

میں ڈال جائے۔ تو بھی سیل کی کیمیا کی مقدار میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ اور غیر مہلک اشیاء سے انہی حالات میں سیل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ایک جانور جو کہ سٹرکنین کے اثر سے مرا ہے اس کے جسم میں وہی تبدیلیاں واقع ہونگی۔ جو کہ بجلی سے مارے ہوئے جانور کے جسم میں جب مہلک زہر تھوڑی مقداروں میں تقویت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ اس حالت میں بھی دماغ اور نسوں میں بجلی کی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ لیکن وہ اس قدر خفیف اور باقاعدہ ہوتی ہیں۔ کہ ان کا جسم پر مفید اثر ہوتا ہے۔

~~~~~~

ہیضہ کا علاج جو کہ ایک فقیر نے کیا:۔ ایک فقیر ایک گھر پر مانگنے کے لئے آیا۔ لیکن گھر والے کی عورت کو ہیضہ ہو گیا تھا۔ فقیر نے اجازت لیکر عورت کو تھوڑے سے بھنگ کے پتے اور تھوڑی سی افیون ملا کر بھنگ کے سبز پتوں کے رس کے ساتھ کھلا دیئے۔ اور اس کے ہاتھ اور پاؤں کو رسی سے باندھ دیا۔ اس سے ہیضے کی تمام علامتیں دفع ہو گئیں۔ عورت دوائی کے اثر سے بالکل بیہوش تھی۔ رات کو اس کو خوب گہری نیند آئی۔ اگلی صبح جب عورت کو دیکھا گیا تو وہ بالکل تندرست تھی۔ جب اس فقیر سے پوچھا گیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ ہر ہیضے کا بیمار اس دوائی سے درست ہو سکتا ہے۔

~~~~~~

نباتاتی برتن:۔ رشیوں نے آملے کے استعمال کو نہایت ہی مفید بتایا ہے پرانی کتابوں میں مندرج ہے کہ آملہ ایک رسائن ہے۔ اسکے کھانے سے عمر بڑھتی ہے اور بال سیاہ اور چمکدار رہتے ہیں۔ وسط ہند کے اصلی باشندے آملے سے ایک اور فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی آملوں کے گھڑے اور دیگر برتن بنا کر گھروں میں استعمال کرتے ہیں تمام اقسام کے برتنوں سے بڑھکر ان میں یہ خوبی ہوتی ہے۔ کہ یہ نہایت مضبوط ہوتے ہیں۔ گر کر ٹوٹتے نہیں۔ نیز طبی اصولوں کے موافق ان میں دودھ۔ پانی یا دیگر کھانے کی اشیاء ڈال کر استعمال کرنا ممد صحت ہے۔ ان کو حسب ذیل طریقے سے بنایا جاتا ہے:۔

تازہ آملوں کی کافی مقدار لیکر انہیں گھڑوں میں بھر دیں۔ اور ان پر اس قدر تازہ پانی ڈالیں کہ ان سے اوپر تک آ جائے۔ پھر ان گھڑوں کو چولھے پر سوار کر کے آگ جلا دیں حتیٰ کہ آملے نرم ہو

جائیں۔ پھر آملوں کو ٹوکروں میں پلٹ دیں۔ تاکہ پانی وغیرہ بہ جائے (یہ پانی پینا اور اس سے بال دھونا بہت مفید ہے۔ اس پانی کو روغن کنجد میں ڈال کر اس قدر جوش دیں۔ کہ صرف تیل ہی باقی رہ جائے۔ نہایت عمدہ روغن آملہ تیار ہوگا۔ جو تمام بازاری روغنوں سے مفید ہوگا) اگلی صبح [illegible] بڑے سے برتن میں ڈال کر ہاتھ سے ملیں گٹھلیاں علیحدہ ہو جائینگی۔ اُن کو پھینک دیں۔ باقی مادہ کو ایک چٹائی پر بچھا کر سوکھنے کے لئے دھوپ میں رکھدیں۔ اگلے دن ایک گھڑے کا ۳/۴ حصہ پانی سے بھر کر آگ پر رکھیں۔ جب پانی جوش کھانے لگے۔ تو خشک شدہ مادے کو اسمیں ڈالدیں اور پکنے دیں۔ حتّٰی کہ مادہ بالکل نرم ہو جائے۔ پھر برتن کو آگ سے اُتار کر تمام پانی کو نتھار دیں۔ پھر حسب ضرورت مقدار لیکر اسے ہاون دستے میں خوب باریک کریں۔ اگر زیادہ خشک ہو جائے۔ تو تھوڑا سا آملوں کا رس شامل کر لیا کریں۔

پھر جس شکل کے برتن بنانے ہوں۔ اُسی شکل کے کچے سانچے لیویں۔ سانچوں پر گوبر اور آملوں کے رس کا پتلا سا لیپ کر کے خشک کر لیں۔ پھر آملوں کے بنائے ہوئے گودے کی ایک تہ تمام سانچے پر لگادیں، اور جب ختم کر چکیں۔ تو دھوپ میں خشک ہونیکے لئے رکھدیں۔ اگلے دن پہلی تہ کے اُوپر ایک اور تہ لگادیں۔ یعنی جس قدر موٹا برتن آپ بنانا چاہتے ہوں۔ اُسی قدر تہیں لگاتے جائیں۔ بالآخر جب خوب اچھی طرح خشک ہو جائے تو اندرونی سانچے کو پھوڑ کر باہر نکالدیں یا پانی ڈال کر گلادیں۔

جب کبھی ضرورت ہو۔ آملے کے برتن میں دودھ بھر کر رکھدیں۔ دو گھنٹے بعد استعمال کریں نہایت عمدہ قبض کشا ہوگا۔

فارس کے لوگ ایک اور نباتاتی جڑ کو کپے وغیرہ بنانے کے کام میں لاتے ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ اسفوڈل ([illegible]) کی جڑ کو ریت میں بھون کر خشک کر لیں اور پھر پیس لیں اس سفوف میں جب پانی ملایا جائے تو ایک بہت عمدہ لیس دار لیٹی سی بن جاتی ہے۔ جسے فارس کے لوگ گھی اور تیل ڈالنے کے لئے کپے بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ اسی لئی کو مٹی کے سانچوں پر لیپ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن سانچے پر پہلے پرانے دیسی کپڑے کی ایک تہ چڑھا لینی چاہئے۔ اس کپڑے پر تہ بہ تہ مذکورہ سریش کو لگاتے جائیں لیکن پہلی تہ خشک ہونے پر دوسری لگائیں۔ خشک ہونے پر یہ تہیں دیوار کیطرح دیواریں بن جائینگی۔ پھر سانچے کو توڑ کر برتن کے منہ سے باہر نکالدیں۔ اس برتن پر پانی کا بہت کم اثر ہوتا۔ لیکن کئی دن پانی میں پڑا رہنے سے یہ حل ہو جاتا ہے۔ گھی اور تیل رکھنے کے لئے ان برتنوں کا استعمال اچھا ہے۔ ان برتنوں کی خراسان میں بہت بکری ہوتی ہے۔

علم جڑی بوٹی

انار کا پھول (گل انار یا گلنار)

یہ سرخ رنگ کے اور تقریباً ایک انچ سے ڈیڑھ انچ تک لمبے ہوتے ہیں۔ تازہ پھول نہایت خوبصورت ہوتے ہیں۔ ان کا درمیانی زیرہ زرد ہوتا ہے۔

فوائد:۔ یہ پھول خشکی پیدا کرتا ہے۔ اور قابض ہے۔ کسی جگہ سے خون جاری ہو۔ اس کا سفوف چھڑک دینا چاہئے۔ دانتوں سے خون جاری ہو۔ تو اس کا سفوف ملیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکے پھول تین عدد روزانہ ایک ہفتے تک نگل لیں۔ تو ایک سال تک آنکھ نہیں دکھتی۔ قلاع دہن میں منہ میں اس کا سفوف چھڑکیں۔ بہتے زخموں کے لئے بھی فائدہ بخش ہے۔ انار کے تازہ پھولوں کا پانی دھوپ میں رکھکر سکھا لیں اور آنکھ کے ارد گرد لیپ کریں تو یہ آنکھ کے پٹھوں کو طاقت دیتا ہے۔ یا اگر رس کو گلاب میں ملا کر آنکھ میں ٹپکائیں۔ تو اس کا ورم تحلیل ہو جاتا ہے۔ اور مواد کا اسکی طرف آنا رک جاتا ہے۔ اس کے رس میں مکو کا رس ملا کر عضو تناسل میں پچکاری کریں تو زخم کو نفع ہوتا ہے۔ اور مواد کا اسکی طرف آنا بند ہو جاتا ہے۔ انار کی کلیاں۔ ببول کے تازہ پتے۔ اور تھوڑا سا زیرہ ملا کر پانی میں پیس لیں۔ اور چھان لیں۔ پھر پتھر گرم کرکے اسمیں بجھا لیں۔ اور بچے کو پلا دیں۔ کہنہ سے کہنہ دست اس سے بند ہو جاتے ہیں۔ انار کا پھول انار کا قائم مقام ہے۔ اس کا مزاج سرد و خشک ہے۔

انالی

شناخت۔ ایک ہندوستانی پودا ہے۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک قسم کے پتے املی کی طرح ہوتے ہیں۔ لیکن ان سے ذرا بڑے ہوتے ہیں۔ یہ زمین پر بچھا ہوا ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا پودا کھڑا ہوتا ہے۔ اسکے پتے میتھی کے پتوں کی طرح اور کسی قدر سخت ہوتے ہیں۔ پتا توڑیں تو درمیان سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ قسم اول کا پھول سفید اور دوسری قسم کا اودا ہوتا ہے۔ پھلی سے جو بیج نکلتے ہیں۔ وہ بینس کے بیج کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ بے مزہ ہوتا ہے۔ دوسری قسم کی پھلیوں پر رُوآں نہیں ہوتا۔ اس کا بیج مونگ کی طرح ہوتا ہے۔ مزہ قدرے تلخ ہوتا ہے۔ یہ پودا موسم برسات میں پیدا ہوتا ہے۔ اونٹ اسے رغبت سے کھاتا ہے۔

فوائد۔ اس کی جڑ کو اتوار کے روز زمین سے نکالیں۔ اور مریض تپ کے بازو پر باندھیں تو تپ دور ہو جاتا ہے۔ اگر اسکے تمام اجزا کا عرق کھینچیں اور استعمال کریں۔ تو پھوڑے پھنسی اور فساد خون میں بہت مفید ہوتا ہے۔ اگر اس کے پھول کا گمار بنا کر عرق میں حل کر کے مریضوں کو پلائیں تو فساد خون کے تمام امراض جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔

〰〰〰

انبہ ہلدی:۔ **شناخت**۔ ایک روئیدگی کی جڑ ہے۔ جب یہ تازہ ہوتی ہے۔ اس میں کچے آم کی طرح خوشبو آیا کرتی ہے۔ اسکے پودے کا پتا لمبا ہوتا ہے۔ اسے پھول بھی لگتا ہے۔ جو چاند کی طرح کا ہوتا ہے۔ اسکے پھول کا مزا میٹھا ہوتا ہے۔ جو بیج اسمیں سے نکلتے ہیں۔ ان کا رنگ ہلدی کیطرح سفید ہوتا ہے۔ پودے کی چھال کا رنگ بھی زرد ہوتا ہے۔ پھول برسات کے بعد نکلتے ہیں۔ اس پودے کی جڑ ہی دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ مزاج گرم و خشک ہے۔ بعض اسے معتدل کہتے ہیں۔ مندی طبیب اسے سرد و خشک لکھتے ہیں۔

فوائد:۔ اگر بدن کی کھال موٹی ہو جاوے۔ یا جلد کا رنگ بدل جاوے یا کھجلی ہو۔ تو اس کا لیپ کریں۔ جھٹ فائدہ کریگی۔ نمک سیاہ کے ساتھ اس کو پھنکائیں۔ تو پیٹ کا درد دور ہو جاتا ہے۔ اپھارہ ہٹ جاتا ہے۔ سونٹھ کے ساتھ پھانکنے سے بھوک بڑھتی ہے۔ ہاضمہ قوی ہوتا ہے۔ مصری کے ساتھ خشک کھانسی کو فائدہ کرتی ہے۔ سونٹھ اور جائفل کے ساتھ گھس کر پینے سے دست بند ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات بھلانوے کے دھوئیں سے جسم پر ورم آجاتا ہے اس کو اتارنے کے لئے انبہ ہلدی۔ سٹھی کے چاول اور دوب کو باسی پانی کے ساتھ پیس کر مقامات ماؤف پر ملنا چاہئے ورموں کو تحلیل کرنے کی اسمیں خاص خوبی ہے۔ اور اس کام کے لئے اس کو ضماد بھی استعمال کرتے ہیں اور کھلاتے بھی ہیں۔ یہ ملین ہے۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ جلدی ہضم ہوتی ہے۔ اور دوسری چیز کو جلد ہضم کرتی ہے۔ پتھری کو توڑتی ہے۔

〰〰〰

انجن **شناخت**۔ یہ درخت دکن اور سیلون میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے پتوں سے زرد رنگ نکالتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس کو نیلے رنگ کے پھول لگتے ہیں جن کا مزا کسیلا سا ہوتا ہے۔ جب پک جائیں تو کھانے کے کام آتے ہیں۔ اس کا مزاج سرد ہے۔

فوائد۔ اس کے پتوں میں قبض پیدا کرنے کی خاصیت ہے۔ ان کو پانی میں پیس کر اور

اور چھان کر پینے سے عورتوں کا سیلان الرحم رفع ہوجاتا ہے۔ اسکے پتوں کو بھگوئیں۔ اور پانی کو مریض سوزاک کو پلائیں۔ تو نفع ہوگا۔

اسی خیسانده سے آنکھ دھونے سے کھجلی موقوف ہوجاتی ہے۔ انجن کی چھال۔ کھوپرا۔ مرچ سیاہ اور ابنہ ہلدی۔ ان کا بھپارا لینے سے سوجن، اور درد رفع ہوتی ہے۔

لیموں کے فوائد

۱۔ سر کی خشکی ہٹانے کے لئے لیموں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ لیموں کا رس پانی ملاکر اگر سر میں ملا جائے۔ تو اس سے سر کو طراوت اور ٹھنڈک پہنچتی ہے۔

۲۔ ایک حصہ لیموں کا رس اور دو حصہ پانی ملاکر پیا جائے۔ تو اس سے وہ سب جراثیم ہلاک ہوجاتے ہیں۔ جن کے سبب لوگ کئی بیماریوں میں گرفتار ہوں۔

۳۔ کھٹے اور لیموں گوشت خورہ کے لئے جو دانتوں کو لگ جاتا ہے اکسیر ہیں بیتر مسوڑوں کی خرابی کے لئے بھی بہت فائدہ مند ہے۔

۴۔ اگر کسی قسم کے داغ یا دھوپ سے ہاتھوں پر دھبے پڑجائیں۔ تو لیموں کا رس لگانے سے اُتر جاتے ہیں اور رنگت صاف ہوجاتی ہے۔

۵۔ تھوڑا سا رس اگر پانی میں ملاکر دانت صاف کئے جائیں تو نہ صرف وہ میل جو دانتوں پر جم جاتا ہے اُتر جاتا ہے۔ بلکہ منہ کا ذائقہ عمدہ اور خوشبودار ہوجاتا ہے۔

۶۔ اگر سر میں درد ہو تو لیموں کی دو تین پھانکیں تیز چائے کے ایک پیالے میں نچوڑ کر پینے سے آرام آجاتا ہے۔

آیورویدک مجربات

مرچادی تیل یعنی روغن ردافع ادجاع اصفتہ۔ کلونجی۔ چترا۔ ہڑتال زرد۔ سل۔ بیج کنیر۔ گل عباسی کی جڑ۔ ناگرموتھا۔ بابرنگ۔ تخم پنواڑ۔ سرس کی جڑ کا چھلکا کڑا سک یعنی کڑوا چھال۔ نیم کی چھال۔ کیکر کی چھال۔ گلو۔ کتھا۔ باپچی۔ بیج۔ مال کنگنی مغز املتاس۔ تربد۔ املتاس کی جڑ۔ حنظل کی جڑ۔ مرچ سیاہ۔ دیودار۔ ہلدی۔ دارہلدی۔ باپچھڑ

کُٹھ۔ صندل سُرخ ہر ایک چیز دو تولہ۔ شیر مدار دو تولہ۔ گوبر کا رس دو تولہ۔ تھوہر کا دُودھ دو تولہ۔ میٹھا تیلیا ۸ تولہ۔ سرسوں کا تیل پوسفہ تین سیر۔ گئو موتر آٹھ سیر۔

ترکیب۔ تمام اشیاء کو نیمکوب کریں۔ تیل میں گئو موتر و گوبر کا رس و دُودھ وغیرہ اور دیگر ادویہ کا سفوف ڈال کر ایک بڑی دیگ میں پکا دیں۔ جب صرف تیل باقی رہ جاوے۔ تو بعدہ میں سے مقطر کر کے شیشیوں میں بھریں۔

اوصاف۔ یہ تیل وجع المفاصل اور بلغمی وسوداوی دردوں کا واحد علاج ہے۔
ترکیب استعمال:۔ عضو ماؤف پر مالش کرکے اُوپر گوکر کے پتے سینک کر یا رُوئی باندھ دیں۔

زخم بھرنے والا تیل

صفت۔ السی کا تیل نصف سیر مُلٹھی۔ ہلدی۔ دار ہلدی۔ دیودار کیکر کی چھال۔ آبنوس۔ چوب چینی۔ پوست ترپھلہ۔ مرچ کنکول۔ آہو بیر۔ کتھ سفید۔ مردار سنگ کمیلا۔ رال سفید۔ برگ مہندی۔ گھر کا دھُواں۔ ہر ایک شے ایک تولہ۔

"ترکیب" تمام ادویہ کو ادھ کُٹی کریں۔ اور ڈھائی سیر پانی میں چوبیس گھنٹہ تک تر رکھیں پھر اسمیں تیل ملا کر پکانا شروع کریں۔ جب صرف تیل باقی رہے تو صاف کر کے شیشیوں میں بھر رکھیں۔

اوصاف۔ زخموں کو نافع ہے۔ انہیں بہت جلد بھر لاتا ہے۔ گہرے ناسوروں کو بھی بھر لاتا ہے چیچک کے متعفن آبلوں پر اگر اس روغن میں تھوڑے کافور ملا کر لگائیں۔ تو وہ بہت جلد بھر جاتے ہیں۔
استعمال معمولی زخموں پر یونہی چپڑ دیں۔ گہرے زخموں میں رُوئی کا پھاہا تر کر کے رکھیں۔

طاقت کی دوا

تخم گاجر۔ سیاہ بیج۔ سونف۔ مغز خربوزہ۔ مغز کھیرا۔ بہمن کرفش۔ ہر ایک ایک تولہ۔ عقر قرحا۔ تج۔ مصطگی۔ اگر۔ زعفران۔ ہر ایک چار ماشہ۔ جلوتری۔ لونگ کلاہ دار۔ کباب چینی۔ مرچ سیاہ ہر ایک ½ ماشہ۔ عنبر اشہب ½ ۱ ماشہ۔

ترکیب۔ سب دوائیوں کو الگ الگ سفوف کر کے ملا کر سہ چند شہد میں معجون بنائیں۔
اوصاف۔ یہ دوائی بھوگ کی طاقت پیدا کرنے میں بے مثل ہے۔ ویرج بہت پیدا کرتی ہے۔ کمر کو طاقت دیتی ہے۔ ہضم میں مدد دیتی ہے۔ درد گردہ وریگ مثانہ کو نافع ہے۔
خوراک۔ ۶ ماشہ سے ۱۰ ماشہ تک کھاویں۔ اس کو بنانے کے دو مہینہ بعد استعمال کرنا شروع کریں اگر جلدی کرنی ہو۔ تو غلہ جو میں دفن کریں۔

خفقان کا نسخہ۔ صفحہ ۱۔ گل گلاب۔ تخم خرفہ چھیلے ہوئے (پانی میں بھگو کر چھلنے سے چھیلے جاتے ہیں) مغز تخم کھیرا و ککڑی۔ مغز تخم کدو ہر ایک ۱۰ ماشہ۔ کہربا ایک ماشہ۔ مرجان ایک ماشہ اگر ۴ ماشہ۔ مصطگی رومی ۴ ماشہ۔ کافور ۱/۲ ۱ ماشہ۔ آب انار شیریں دو تولہ۔ آب انار ترش دس تولہ مصری تمام دوائیوں کے وزن سے دو چند۔

ترکیب۔ پہلے کہربا و مرجان کو عرق گلاب میں گھس لیں۔ کافور اور مصطگی کو علیحدہ علیحدہ کھرل کر کے سفوف کریں۔ بقایا ادویہ پیس لیں۔ اناروں کے پانی میں مصری کا قوام نہایت نرم آنچ پر کریں۔ بہتر یہ ہوگا۔ کہ مصری کا قوام پانی میں نہایت گاڑھا بنالیں۔ پھر آب انار ملا دیں۔ اور ذرا سی آنچ پہنچا کر کہربا و مرجان۔ پھر کافور و مصطگی اور پھر باقی اشیاء شامل کر کے نیچے اتار لیں۔

اوصاف۔ یہ دل اور معدہ کو قوت بخشتا ہے اور گرم خفقان کو نافع کرتا ہے۔

آم پاک یعنی معجون آم۔ صفحہ ۔ پکے ہوئے آموں کا شیرہ ۴ سیر۔ دیسی کھانڈ ۸ سیر۔ شیر گاؤ ۸ سیر۔ روغن گائے سوا چھ سیر۔ سونٹھ ۲ چھٹانک۔ مرچ سیاہ ۴ چھٹانک۔ پیپل ۴ چھٹانک بداری قند ۱/۲ ۱ تولہ۔ نسوت ۳ تولہ۔ ستاور ۴ تولہ۔ ناگر موتھا ۶ ماشہ۔ پترج ۹ ماشہ۔ الائچی خورد ۹ ماشہ ناگ کیسر ۹ ماشہ۔ پپلا مول ۱۲ ماشہ۔ چترک ۱۲ ماشہ۔ دلصینا ۱۲ ماشہ۔ دارچینی ۹ ماشہ۔ تالیس پتر ۱۲ ماشہ۔ زیرہ سیاہ ۴ ماشہ۔ چوب چینی ۷ ماشہ۔ شہد خالص دو سیر۔

ترکیب۔ اول شیرہ آم کو کھانڈ صاف کر کے ساتھ ملا کے نرم آنچ پر گاڑھا قوام کریں۔ اور شیر گاؤ کا کھویا (ماوا) بنا کر اور سونٹھ۔ مرچ سیاہ۔ پیپل۔ بداری قند۔ نسوت اور ستاور باریک شدہ کو شامل کر کے گھی میں بھون کر۔ ہمراہ قوام مذکورہ میں ملا دیں۔ بعد سرد ہونیکے دیگر اجزا مخلوط کر کے شہد شامل کر کے معجون بنا رکھیں۔

اوصاف۔ یہ معجون اروچی۔ فساد شہوت طعام سخت سے سخت کھانسی۔ دمہ۔ دق۔ زکام۔ نزلہ۔ پینس۔ تلی۔ صلابت جگر۔ کھٹے ڈکار۔ بدہضمی۔ تھکاوٹ۔ دل و حلق میں جلن۔ خون کا بہنا آواز بیٹھنا۔ پانڈو روگ۔ یرقان۔ امراض دل۔ سردرد۔ اپھارہ۔ کھجلی۔ چھپاکی وغیرہ کو دور کرتی ہے۔ اسکے کھانے سے بوڑھا جوان جنسی طاقت پا سکتا ہے۔ جس عورت کے لڑکے بدصورت پیدا ہوتے ہوں یا زندہ نہ رہتے ہوں۔ اگر وہ چھ مہینے اسے کھائے تو بچے زندہ رہیں۔ اور نہایت خوبصورت ہوں۔ عورت کے پیٹ میں بچہ ہونیکے بعد جو نقص رہ گیا ہو۔ اسے دور کرتی ہے۔ استقاط

کی عادت کو دفع کرتی ہے ۔ حافظہ کو قوت دیتی ہے اور یادداشت کو زیادہ کرتی ہے ۔ اندام میں خوشبو پیدا کرتی ہے ۔ بدن کو موٹا کرتی ہے ۔ طاقت جماع زیادہ کرتی ہے ۔

خوراک ۔ ۳ تولہ سے چھ تولہ تک ہر صبح کو کھائیں ۔ نہایت لذیذ چیز ہے ۔

~~~~~~

رام پاک

صفت ۔ صندل سفید ۔ لونگ ۔ سونٹھ ۔ بہمن سفید ۔ ثعلب مصری ۔ شقاقل مصری ۔ جائفل ۔ جاوتری ۔ دانہ ہیل خورد ۔ طباشیر کبود ۔ چھوہارا گٹھلی دور کردہ ۔ گری ناریل ۔ ہر ایک تین تولہ ۔ زعفران ایک تولہ ۔ ورق چاندی ۹ ماشہ ۔ کستوری ۳ ماشہ ۔ پستہ ۶ ماشہ مصری ایک چھٹانک ۔ شہد خالص پانچ سیر ۔

ترکیب ۔ ہر ایک چیز کا علیحدہ علیحدہ سفوف بنا لیویں ۔ زعفران اور چاندی کے ورقوں کو عرق گلاب میں کھرل کریں ۔ اور پھر کستوری ملا کر کھرل کریں ۔ شہد و مصری کا قوام بنا کر سفوف شدہ اشیاء و زعفران وغیرہ ڈال کر معجون بنا لیویں ۔

اوصاف ۔ یہ معجون بدن کی کمزوری کو دور کرتی ہے ۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے ۔ مقوی باہ ہے ۔ وشہ بھوگ کی طاقت کو بڑھاتی ہے ۔ مفرح بھی ہے ۔ نیز طاقت بڑھاتی ہے ۔

خوراک ۔ چھ ماشہ سے ایک تولہ تک بوقت صبح خالی پیٹ کھائیں ۔

~~~~~~

سنبل پاک

صفت ۔ درخت سنبل جو کہ جوان و تازہ ہو ۔ کھود کر اس کی جڑ نکال لیں ۔ پھر جڑ کو چھیل کر اس کا اندرونی گودا نکال لیں ۔ وہ گودا سفید مانند گاجر کے ہوتا ہے اسے نکال کر سایہ میں خشک کریں ۔ اور سفوف کر کے کپڑا سے چھان لیں ۔ اس کے برابر وزن کھانڈ یا مصری لیں ۔ نوٹ ۔ سنبل جو ایک دو فٹ ہی بلند ہو ۔ اور ابھی بچہ ہی ہو ۔ اس کی جڑ ہی لیں ۔ کیونکہ وہ مولی جیسی ہوتی ہے ۔

ترکیب ۔ مصری یا کھانڈ کا قوام کریں اور سفوف ملا کر معجون بنا لیں ۔

اوصاف ۔ یہ معجون باہ کو تقویت دیتی ہے ۔ منی پیدا کرتی ہے ۔ بالوں کی سیاہی کو قائم رکھتی ہے اور جوانی کو ڈھلنے نہیں دیتی ۔ ہندیوں میں نہایت مشہور معجون ہے ۔

خوراک ۔ سوا تولہ سے ۲ ½ تولہ تک کھائیں ۔ اس سے زیادہ استعمال نہ کریں ۔ اور بوقت صبح خالی پیٹ کھائیں ۔

~~~~~~
~~~~~~

اگن گھرت صفتہ۔ برگ سرسنکھا (سرپھوکہ) برگ حرمل (اسپند) برگ کنیر سفید گل۔ برگ جامن۔ برگ کرنجوہ۔ برگ آک۔ برگ کریب۔ برگ سہورہ ہر ایک ۱۲ تولہ۔ چب چیترا۔ پاڑہ۔ منجھولی۔ پیلا مول۔ سبنھالو کی جڑ۔ اسگندھ جنگلی بیری کی جڑ کا چھلکا۔ سہانجنہ کی جڑ کا چھلکا۔ ہر ایک ۱۶ تولہ۔ ناگر موتھا۔ ۳۲ تولہ۔ جملہ ادویہ کو نیم کوب کر لیں۔ بابڑنگ ۶ تولہ۔ اندر جو ۶ تولہ۔ جوکھار۔ لونہ سجی۔ بڑ نمک۔ نمک پنجر۔ ہر ایک چھ تولہ۔ سونٹھ۔ اتیس ہر ایک نو تولہ۔ پیپل ۱۲ تولہ۔ روغن گاؤ ۴ سیر۔ دہی کا پانی ۱۶ سیر۔

ترکیب:۔ بابڑنگ سے لیکر پیپل تک جملہ اشیاء کو پانی میں گھوٹ کر شیرہ نکالیں۔ پھر پہلی ادویہ جو کہ رکھی ہیں۔ ان کو آٹھ گنا پانی میں پکا دیں۔ جب پانی ایک چوتھائی رہے۔ تو پھر مل چھان لیں۔ پھر شیرہ مذکورہ۔ ادویہ کا ڈھا۔ گھی۔ اور دہی کا پانی ملا کر نرم آگ پر یہاں تک پکا دیں۔ کہ صرف روغن باقی رہ جائے۔

اوصاف:۔ یہ گھی تمام قسم کی سنگرہنی۔ گولہ۔ بواسیر۔ اورام۔ اور دیگر امراض شکم کو نافع ہے۔

خوراک:۔ ۶ ماشہ سے تین تولہ تک کھا کر گرم پانی پیویں۔

ر[illegible] اگر روغن ہضم نہ ہو۔ تو ہلکی غذا کھا دیں۔ اور شوربہ وغیرہ یا چنوں کا پانی استعمال کریں۔ اگر اس کے استعمال سے بھوک زیادہ ہو جاوے۔ تو گھی اور شہد ملا کر کھائیں۔

~~~~~~

برش (مخدر اور تسکین آور دوائی) صفتہ:۔ اجوائن خراسانی۔ مرچ سیاہ دو دو چھٹانک۔ افیون خالص ایک چھٹانک۔ زعفران کشمیری ۲½ تولہ۔ بالچھڑ۔ عقرقرحا۔ اندرجو شیریں ہر ایک ۶ ماشہ۔ شہد خالص ڈیڑھ سیر۔

ترکیب۔ ہر ایک چیز کو علیحدہ علیحدہ کوٹ کر سفوف کریں۔ شہد خالص کا قوام کر کے سفوف ادویہ ملا کر جو کے غلہ میں دبا رکھیں۔ چھ ماہ کے بعد استعمال کریں۔

اوصاف۔ یہ قدیم حکیموں کی ترکیب ہے بہت مفید چیز ہے۔ اس کا زیادہ کام یہ ہے کہ ہر مرض و درد کو اسی دم تسکین دیتی ہے۔ سر درد ہو رہی ہو۔ یا نزلہ بہ رہا ہو۔ تو تھوڑی سی یہ دوائی دے دو۔ اسی دم نزلہ بند ہو جاویگا۔ کھانسی مزمنہ۔ اور پرانے دست۔ کھنگھار میں خون آنے پرانے پیچش۔ لقوہ۔ فالج۔ رعشہ۔ مرگی۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ و جگر۔ سرعت انزال وغیرہ
~~~~~~

کو مفید ہے۔ گرم اور خشک مزاجوں کو اس کا استعمال ناجائز ہے ۔

خوراک :۔ دو رتی سے ۴ رتی تک استعمال کریں ۔

اسگندھ پاک (بدن موٹا کرنے والی) :۔ صفتہ :۔ اسگندھ ایک سیر سونٹھ۔ تیزبل ہر ایک نصف سیر۔ دانہ الائچی ۴ ماشہ۔ دارچینی ۴ ماشہ۔ تیزپات۔ ناگ کیسر۔ لونگ پپلا مول۔ زیرہ سفید بریان (بھونا ہوا) سونف۔ جائفل۔ جنس۔ بیر تالا۔ تگر۔ مغز تخم کنول ڈوڈا۔ ناگر موتھ۔ پوست آملہ۔ دھنیا۔ طباشیر۔ گل دھاوا۔ لودھ۔ اسگندھ۔ چترک۔ ستاور۔ ہر ایک ۴ ماشہ شیر گاؤ ۴ سیر۔ روغن گاؤ نصف سیر۔ مصری ایک سیر۔ شہد خالص ایک سیر ۔

ترکیب :۔ اسگندھ۔ سونٹھ اور تیزبل کو باریک پیس لیں۔ دودھ کو کڑاہی میں ڈال کر چولھے پر سوار کریں۔ اور ان تینوں ادویہ کا سفوف ملا کر دودھ کو اس قدر پکاویں کہ کھویا (ماوا) بن جائے اس ماوے کو گھی میں بھون لیں۔ مصری اور شہد کو ملا کر قوام کریں۔ اور ماوا مذکور و سفوف باقی ادویہ کا ملا لیں۔ قوام ذرا گاڑھا رکھیں۔ پھر اس کو کسی تھال میں الٹ دیں۔ یہ خشک ہونے پر جم جائیگا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں ۔

اوصاف :۔ یہ معجون دردِ شکم۔ بدہضمی۔ پانڈو روگ۔ تپ۔ ذیابیطس اور جریان۔ پرانی کھانسی۔ تنگی سانس و سنگرہنی کو دور کرتی ہے۔ بدن کو خاص طور پر موٹا کرتی ہے۔ باہ زیادہ کرتی ہے ۔

خوراک :۔ ایک تولہ سے دو تولہ تک استعمال میں لاویں ۔

داد کا مجرب علاج :۔ گندھک ایک تولہ۔ ہڑتال ایک تولہ۔ پارہ ایک تولہ۔ سہاگہ ایک تولہ۔ نیلا تھوتھا ۲ ماشہ۔ پھٹکری سفید دو ماشہ۔ ان کو سیاہ بکری کے دودھ میں کھرل کر کے گولیاں بنائیں۔ بوقت ضرورت ایک گولی پانی میں گھس کر داد کی جگہ کو کھردرے کپڑے سے رگڑ کر اس پر یہ دوائی لگاویں ۔

خونی بواسیر :۔ سہاگہ بریان ایک ماشہ۔ شنگرف ۲ ماشہ۔ افیون ۴ ماشہ۔ شہد میں دانہ موٹھ کے برابر گولیاں بنائیں اور ایک گولی رات کو دیا کریں۔ مجرب ہے ۔

حیض جاری کرنیکے لئے:- برگ و گل کپاس ایک سیر لیکر ہموزن پانی میں ڈالکر پکاؤ۔ جب پانی چوتھا حصہ رہ جائے۔ تب ۲ تولہ گڑ پرانا ڈال کر مل چھان کرنیگرم نصف صبح و نصف شام کو پلا دو۔ ایام حیض سے ۴ دن قبل شروع کرو۔ اور ایام میں بھی پیتے رہو حیض کھل کر آجائیگا۔ دیگر۔ چھلکہ اخروٹ۔ تخم ترب چھلکا املتاس منسرا ج۔ بابونگ۔ ہریک ۹ ماشہ جو کوب کرکے ایک سیر پانی میں ابالو ۱/۴ حصہ۔ تو مندرجہ بالا طریقہ سے ایک چھٹانک گڑ ڈال کر پلاؤ۔

~~~~~~

برائے تشنج۔ ورم وسوزش رحم:- برگ سرو۔ برگ کپاس بمقدار مناسب پانی میں جوش دیکر مع قند سیاہ کہنہ کے پلانا نہایت مفید ہے۔ نمک باریک پیس کر صوف میں آلودہ کرکے فرزجہ دینا بھی مجرب ہے۔

~~~~~~

دردوں کی دوا یعنی اورینٹل پین بام Oriental pain balm

پیپر منٹ کرسٹل ایک تولہ۔ کافور ۳ ماشہ۔ روغن دارچینی ۳ ماشہ۔ تیل الائچی ڈیڑھ ماشہ۔ لونگ کا تیل ڈیڑھ ماشہ۔ کافور اور پیپر منٹ کو کھرل میں ڈال کر خوب گھوٹیں۔ پھر اس میں ۳ چھٹانک ویزلین (Vaseline) ڈال کر تینوں اشیاء کو یکجان کریں۔ اور باقی اشیا ملا کر یکجان کر کے بند ڈھکنے کی شیشی میں محفوظ رکھیں۔

سر درد۔ چھاتی پر مالش کرنیکے لئے۔ بچھو کے ڈنک پر۔ دانت درد وغیرہ کے لئے بہت عمدہ لگانے کی دوائی ہے۔ جہاں درد ہو۔ اس جگہ لگادیں۔ بہت مفید ثابت ہوگی۔ خوبصورت اور نفیس شیشیوں میں آکر ولائت سے ایسی اشیاء بہت مہنگی فروخت ہوتی ہیں۔ ہندوستانیوں کو چاہئے۔ کہ اپنے مطلب کے لئے ایسی چیزیں خود تیار کر لیا کریں۔

~~~~~~

دوائی تلی رطحال) نوشادر۔ قلمی شورہ۔ سوہاگہ۔ فلفل دراز۔ ریوند چینی۔ ہر ایک ایک تولہ۔ جوکھار ۹ ماشہ۔ لوٹا کھار ۲ ماشہ۔ سونچر نمک ۹ ماشہ۔ گھیکوار کے رس میں کھرل کرکے جنگلی بیر کے برابر گولی باندھکر ایک گولی ہر روز گرم پانی سے کھاوے۔ ترشی بادی سے پرہیز غذا۔ دودھ چاول یا مونگ کی دال چھلکا۔ یا چنے کی تری پھلکا۔
~~~~~~

آیورویدک میں انقلاب عظیم

میری زندگی کے دو مشن ہیں۔ ایک تو رسالہ "مستانہ جوگی" کے ذریعہ انسانوں کی روحانی اور دُنیوی ترقی۔ دوسرے آیورویدک کے نایاب نسخوں کے ذریعہ لوگوں کو خوفناک امراض سے نجات دلانا۔ سو دس سال کی مسلسل محنت کے بعد مجھ کو دونو کاموں میں بہت کامیابی نصیب ہوئی ہے جن سے لوگوں کو روحانی یا دُنیوی فایدے ہوئے ہیں وُہ ملک کے ہر حصے میں آپ کو کثرت سے ملیں گے۔

جسطرح میں رسالہ کو بالکل نرالی شان پر لے آیا ہوں۔ اسی طرح "ہمالہ فارمیسی" کو بھی لانا چاہتا تھا۔ اب جنوری ۱۹۲۸ء سے "ہمالہ فارمیسی" کا علیحدہ عملہ مقرر کر دیا ہے۔ کام کرنیوالوں کی تعداد بڑھا دی ہے۔ ہر دوا کا وزن بڑھا دیا ہے قیمت وُہی رکھی ہے۔ اور کئی نہایت اعلیٰ دوائیوں کا اضافہ کر دیا ہے جو پیارے پہلے کبھی "ہمالہ فارمیسی" سے دوا منگا چکے ہیں۔ اگر اب منگائینگے۔ تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ ایشور کی کرپا سے آپ پیاروں کی "ہمالہ فارمیسی" دُنیا بھر کے چیدہ دواخانوں کی نسبت بخوبی اور پُرتاثیر ادویات کے باعث ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

۱۔ سرمہ جاگتی جوت

نام کو تو یہ سرمہ ہے۔ لیکن در اصل یہ چنبیلی۔ پوست۔ تِل جٹامنڈی۔ نیترابالا اور بہت سی پہاڑی بوٹیوں کے پھولوں کا سفوف ہے کہ جو قیمتی اور پُرتاثیر بوٹیوں کے رس میں کھرل کر کے تیار ہوتا ہے۔ "جاگتی جوت" کی ہر شیشی کی تیاری پر کئی سیر پھول صرف ہوتے ہیں۔ رشیوں کا یہ پراچین نسخہ آیورویدک کے کمال کی نشانی ہے۔ دنیا کی کوئی بھی آنکھوں کی دوا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بینائی کی کمزوری۔ رتوندا۔ مائی۔ دھیا۔ ککرے یعنی روئے۔ آنکھوں کا دُکھنا۔ آنکھوں کی سُرخی۔ نیا موتیابند۔ آنکھوں سے پانی بہنا۔ ناخونہ۔ کم دکھائی دینا۔ دُھند۔ غبار۔ پڑبال۔ عینک کی عادت وغیرہ اس کے استعمال سے پُرحیرت طریقہ سے دُور ہو جاتے ہیں۔ آنکھوں کی تمام امراض کے لئے یہ لاثانی دوا ہے۔ آیورویدک کی نشانی کو قائم رکھنے کے لئے ہر سال اس کے اجزا پہاڑوں اور میدانوں سے نہایت تکلیف سے جمع کر کے تیار کرواتا ہوں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (۱؎ ۴؍)۔

دوائیں ملنے کا پتہ۔ مینیجر دی ہمالہ فارمیسی ہیرا منڈی لاہور

۲۔ شُدھ گندھک کا تیل

صدیوں سے یہ ضرب المثل مشہور چلی آتی ہے کہ "پارا سارا نہ مرے اور گندھک تیل نہ دے۔" لیکن صرف ایورویدک سائنس نے ہی اِس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ گندھک کا تیل دُنیا نے صرف سُن رکھا تھا۔ آیورویدک سائنس کی کرپا سے اب ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ اپنی تمام زندگی کی محنت کے بعد اس کو بنانے میں کامیاب ہُوا ہُوں۔ گندھک در اصل بارُود کی ماں ہے۔ اِس سے تیل بنانا جان پر کھیلنا ہے۔ شُدھ گندھک کے تیل کی نسبت خیال ہے کہ اِس سے تانبا سونا بن سکتا ہے لیکن سونا کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ ہاں صحت کے لئے یہ ضرور کیمیا ثابت ہوتا ہے۔ اوّل درجہ کا مُصفّی خون ہے۔ کوڑھ۔ آتشک۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ کھجلی۔ بواسیر۔ ہیضہ۔ پیٹ درد۔ دمہ۔ تپ دِق۔ موسمی بُخار۔ کھانسی۔ بدہضمی۔ جگر کی امراض کیلئے یہ لاثانی دوا ثابت ہو چکا ہے۔ خوراک ایک بُوند سے صرف چار بُوند تک مصری یا بتاشہ یا کھانڈ یا پان کے ساتھ کھالیں۔ داد یا کھجلی پر لگائیں آرام آجاتا ہے۔ گندھک کی ایک شیشی پُورے ہسپتال کا کام دیتی ہے تیل کا رنگ اور بُو بالکل گندھک جیسی۔ بچہ بھی دیکھکر کہہ اُٹھے۔ کہ یہ تو خالص گندھک کا تیل ہے۔ ایسی قیمتی چیز اور قیمت محض رسالہ کے پریمیوں سے فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ) ۔

۳۔ گوری

یعنی "کونین کی قائم مقام" گوری موسمی بُخاروں کی لاثانی دوا ہے جلاب سے معدہ کو صاف کرکے اِس کا استعمال کریں۔ فوراً بُخار رُک جائیگا۔ "گوری" بالکل بے ذائقہ دوا ہے۔ اسلئے بچہ۔ بوڑھا۔ ہر ایک اِس کو خوشی کھا لیتا ہے۔ کونین جتنی ہی اس کی خوراک بھی ہے لیکن یہ گرمی خشکی بالکل نہیں کرتی۔ کونین پندرہ بیس روپے پونڈ ہے۔ لیکن گوری کی ایک شیشی جیمیں دو چھٹانک کے قریب دوا ہوتی ہے۔ صرف ایک روپیہ چار آنے ہے۔ ایک شیشی بیسیوں بیماروں کے لئے کافی ہے۔ عورتوں کے سیلان الرحم میں دیں قطعی دُور ہو جاویگا بُخار کے موسم میں صحت کی حالت میں اس کا روزانہ استعمال موسمی بُخار سے بچاتا ہے۔ جو صاحب منگائیں۔ بیماروں میں مُفت تقسیم بھی کریں۔ اِسی لئے اِس کی ایک شیشی کی قیمت صرف ایکروپیہ چار آنہ (عہ) مقرر کردی ہے ۔

۴۔ اگن مندرا

بہایت خوش ذائقہ دوا ہے۔ باؤگولہ۔ پیٹ کا درد۔ بدہضمی۔ بھوک کا نہ لگنا۔ بدہضمی کے دست۔ قے۔ ہیضہ کے لئے اکسیر ہے۔ اسکے استعمال سے اِس غضب کی بھوک لگتی ہے۔ کہ آدمی بھوک سے بیتاب ہو جاتا ہے۔ خوراک دو چار رتی جی متلاتا ہو مُنہ میں ڈالتے ہی طبیعت درست ہو جاتی ہے۔ جہاز کے سفر میں استعمال کرنیسے طبیعت خراب نہیں ہوتی۔ مختلف علاقوں میں سفر کرتے رہیں۔ اسکے استعمال سے طبیعت درست رہیگی

اس میں ہرڑ۔ آملہ۔ جنگلی پودینہ۔ املبید۔ جٹ زیرہ۔ جنگلی کلنگل۔ پیا بانسہ۔ جوائن۔ اندرائن اور بہت سی جڑی بوٹیوں کے نمک نکال کر شامل کئے گئے ہیں۔ وزن دوا قریباً تین اونس جو سبھی مریضوں کیلئے مفید ہے۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ چار آنہ (عہ) ۔

۵۔ استری ماسک دھرم (رجسٹرڈ)

عورتوں کی بہت سی امراض کا باعث حیض کی خرابی ہے۔ اگر حیض یعنی ماہواری درد سے آتا ہو۔ تھوڑا آتا ہو۔ بیقاعدہ آتا ہو۔ یا رک گیا ہو۔ اور اس کے باعث بھوک بند ہو۔ دل اداس رہتا ہو۔ چہرہ کی رونق اڑ گئی ہو۔ کمر میں درد رہتا ہو۔ اولاد ہونا بند ہوگئی ہو۔ ہسٹیریا کی شکایت رہتی ہو۔ تو فوراً حیض کی باقاعدگی کیلئے "استری ماسک دھرم" دوا منگا کر استعمال کرائیں۔ ایک ہفتہ میں ہی تمام خرابیاں رفع ہو جائینگی۔ حاملہ عورتوں کو یہ دوا ہرگز استعمال نہ کرائیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے۔

۶۔ سورن اگنی (رجسٹرڈ)

غم۔ فکر۔ کم خوراکی۔ روحانی یا جسمانی صدمات۔ بڑھاپا۔ عیاشی سے نحیف سے نحیف جسم یا جریان احتلام سے عاجز آیا ہوا انسان اس دوا سے پندرہ برہمچاری کی طرح تندرست ہشاش بشاش اور جوش جوانی سے بھرپور ہو جاتا ہے۔ جریان۔ احتلام اور قبض دور ہوتا ہے۔ اور بھوک از حد بڑھ جاتی ہے جسم بے عیب اور تندرست ہو جاتا ہے۔ ۳۲ گولیوں کی سالم شیشی کی قیمت صرف دو روپے ہے۔

۷۔ روغن طلا

جو بدخلقی کے باعث کسی لائق نہیں رہے۔ اور تندرست نوجوان جو صحیح حالت نہیں رہی۔ وہ بیرونی طور پر "سورن اگنی" کے ہمراہ "روغن طلا" کی مالش سے اندری کی تمام بیماریاں و نقص بالکل دور کر سکتے ہیں جلن یا آبلہ نہیں پڑتا۔ بیرونی طور پر اس کا استعمال کرنیسے انسان دوبارہ جوانی کی خوشیوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔

۸۔ رتن مندرا

مندری اور پہاڑی نباتات سے مرکب ہیں قیمتی رتنوں کا جوہر ہے۔ ہر قسم کی خون کی خرابی۔ آتشک نیا ہو یا پرانا۔ زہریلا مادہ۔ اور چاہے کسی قسم کا ہو۔ بغیر منہ آنے کے "رتن مندرا" کے استعمال سے جڑھ سے چلا جاتا ہے اور دوبارہ ہرگز نہیں ہوتا۔ قیمت سالم شیشی صرف تین روپے (سے) ہے۔

۹۔ موم کا تیل

دیسی موم کا خالص تیل بھی عجائبات سے ایک چیز ہے جن کو حکمت کا ذرا بھی شوق ہے۔ وہ اسکے اوصاف سے بخوبی واقف ہیں ویسے بھی ایک نایاب چیز ہے۔ ہر طرح کی جسم کی درد میں مالش کریں۔ پرانی سے پرانی درد فوراً دور ہوگی

ہوتی۔ درد تپلی۔ گٹھیا۔ جوڑوں کا درد۔ نمونیا۔ ہر طرح کی چوٹ کے لئے یہ شرطیہ دوا ہے۔ اس کے لگانے سے زخم سے بہتا ہوا خون فوراً بند ہو جاتا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں میدان جنگ میں اسی کو پراچین وئید استعمال کرتے تھے۔ اسکی ایک شیشی ہر وقت گھر میں رکھیں کسی وقت آپ کو یہ عظیم فائدہ دیگا۔ ایک اونس کی شیشی کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) ہے۔

۱۰۔ سوم رس بچوں۔ بوڑھوں اور جوانوں کی طاقت کو بڑھاتا ہے۔ اور حافظہ کو نہایت ہی تیز کر دیتا ہے۔ قیمت سالم شیشی صرف ایک روپیہ۔

۱۱۔ دمہ دور (رجسٹرڈ) کہتے ہیں کہ دمہ دم کیساتھ ہے لیکن "دمہ دور" کی پہلی خوراک ہی پینے سے دمہ کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اور مریض پہلی دفعہ آرام کی نیند سوتا ہے۔ سالم شیشی استعمال کرنیسے دمہ کی مرض دور ہو جاتی ہے۔ چار اونس کی شیشی تین روپے۔

۱۲۔ کان رکھشک (رجسٹرڈ) کان کا بہنا۔ کم سنائی دینا۔ کان کا درد کرنا۔ کان کا پھوڑا پھنسی و دیگر تمام کان کی امراض اسکے استعمال سے جاتی رہتی ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ (عہ)۔

۱۳۔ منگل مندرا سوزاک نیا ہو یا پرانا۔ مریض درد سے بیحال ہو۔ "منگل مندرا" کے استعمال سے فوراً آرام آنے لگتا ہے۔ پیپ بہنی بند ہو جاتی ہے درد موقوف ہو جاتا ہے۔ زخم راضی ہو جاتے ہیں۔ اور پھر عمر بھر سوزاک مودار نہیں ہوتا۔ سوتے وقت "منگل مندرا" کے ہاتھ پاؤں پر چند قطرے لگانیسے مچھر۔ پسو۔ کھٹمل وغیرہ قریب نہیں آتے بچوں کی پاخانہ کی جگہ کے کیڑے مر جاتے ہیں اور حیوانوں کے زخم اسکے لگانے سے تندرست ہو جاتے ہیں۔ آگ سے جلے مقام پر لگانے سے آرام آجاتا ہے۔ اور ٹھنڈک پڑ جاتی ہے۔ باوجود اس قدر اوصاف ہونیکے سالم شیشی کی قیمت صرف دو روپے (عـ۲) رکھی گئی ہے۔

نوٹ:۔ سالم شیشی سے کم دوا ارسال نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی دوا کا نمونہ مفت بھیجا جاتا ہے دوائیں منگاتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ محصولڈاک و پیکنگ ہمیشہ بذمہ خریدار ہوتا ہے پرانے ہر دواکے پرچہ ترکیب میں جو قیمتیں درج ہیں وہ منسوخ سمجھیں۔ رسالہ میں جو دوا کی قیمتیں درج ہیں۔ یہ درست ہیں۔

تمام خط و کتابت اس پتہ پر ہونی چاہئے

مینجر دی ہمالہ فارمیسی فورٹ لائن ہیرامنڈی لاہور

جوگی کے مشنری

منش ماتر کی سیوا کرنیکے لئے "مستانہ جوگی" نے جو کارج آرمبھ کر رکھا ہے۔ اس کے مشنری ہندوستان کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں نہایت خاموشی سے کام کر رہے ہیں۔ دیگر سوسائٹیوں کے مشنری تنخواہیں اور سفر خرچ لیتے ہیں لیکن "جوگی" کے مشنری بالکل بے غرض اور منش ماتر کی بھلائی کے لئے بغیر روپیہ پیسہ لینے کے کام کر رہے ہیں۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر اپنے پاس سے بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ یہی باعث ہے کہ اسکے کام کرنے والوں کو بینظیر کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اور اس مشن کا ارگن "مستانہ جوگی" ملک کے کونہ کونہ میں جاگرتی پیدا کر رہا ہے۔ انہی صفحوں پر آپ ہر ماہ ایسے مہاپرشوں کے نام کا سمرن کیا کرتے ہیں۔ ان میں ہر صوبہ اور ہر ضلع کے نام آپ کو ملتے رہتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت کتنے ہزار نیک دل انسان گھر سے کھا کر اس مشن کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ۲۰ مارچ تک جن مہاپرشوں نے اس نیک کام میں سہایتا دی ہے۔ ان کے نام دلی پریم سے نیچے درج کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد جن پیاروں نے "جوگی" کے پرچار میں حصہ لیا۔ ان کے نام نامی آپ دوسرے رسالہ میں پڑھیں گے۔ جن پیاروں کے نام بھول سے درج نہ ہو سکیں۔ فوراً اطلاع دیں۔ تاکہ دوسرے رسالہ میں پہلی غلطی کو درست کیا جاسکے۔

آپکا پریم آتما۔ صوفی

شمار	شبھ نام خریدار و بندہ معہ پتہ				تعداد خریدار
۱	شریمان ویریش پال جی	از	مخدوم رشید	...	ایک خریدار
۲	" رام سرن جی	"	مدینہ	...	ایک "
۳	" مانک چند رائے جی	"	گورکھپور	...	ایک "
۴	" ہنس راج جی	"	کوئٹہ	...	دو "
۵	جناب سید محمد سلطان جی	"	شمس آباد	...	ایک "
۶	شریمان ماتا پرشاد جی	"	فتح آباد	...	ایک "
۷	" للتا پرشاد جی	"	چکھو والہ	..	ایک "
۸	" بنسی دھر جی	"	پرسنڈی	...	دو "
۹	" بھگت سنگھ جی	"	جھبرو	...	ایک "
۱۰	" امرت لال جی	"	چھوٹی سدری (میواڑ)		ایک "

نمبر شمار	مبتہٴ نام خریدار دہندہ معہ پتہ			تعداد خریدار
۱۱	شریمان لفٹننٹ شب رام جی	از ایبٹ آباد	...	ایک خریدار
۱۲	" ایچ - پی - فانسی لال جی	" حیدر آباد دکن	...	ایک "
۱۳	" بیکھراج جی	" بریلی	...	ایک "
۱۴	" بھگوانداس جی	" پشاور	...	ایک "
۱۵	" پنا لال جی	" چک نمبر ۱۲۸	...	ایک "
۱۶	" بھیا لال جی	" امراوتی	...	ایک "
۱۷	" محمد اسمٰعیل جی	" بمبئی	...	ایک "
۱۸	" مُراری لعل جی	" "	...	ایک "
۱۹	" گوری پرشاد جی	" پیلی بھیت	...	ایک "
۲۰	" ہنومان نند جی	" چک نمبر ۱۳۶	..	ایک "
۲۱	" سدا رنگ جی	" جسوال	..	ایک "
۲۲	" رام کشن جی	" سکھر	...	ایک "
۲۳	" گوبند رام جی	" کنجہر	...	ایک "
۲۴	" مدن گوپال سنگھ جی	" ہمیر پور	...	ایک "
۲۵	" درگا چرن جی	" دیوتا	...	ایک "
۲۶	" نند لال جی	" چتوڑ گڈھ	...	دو ۲ "
۲۷	" منشی رام جی	" چابی	...	ایک "
۲۸	" رامیشر دیال جی	" جلال آباد	...	دو ۲ "
۲۹	" سجے نارائن موہے رام جی	" کہنڑی	...	دو ۲ "
۳۰	" ہیرا نند جی	" پالم پور	...	ایک "
۳۱	" جھنی لال جی	" میران پور	...	ایک "
۳۲	" جگدیش رائے جی	" جہم	...	ایک "
۳۳	" رگھونش کمار جی	" لکھنؤ	...	ایک "
۳۴	" میوا رام جی	" چندوسی	...	ایک "
۳۵	" شانتینا جی	" حیدر آباد دکن	...	ایک "
۳۶	" ڈی - سی - گوبند رام جی	" فورٹ سنڈیمن	...	ایک "

زر امداد شریمان ہنومان پرشاد جی نگم از اناؤ پانچ روپے

پرکاش سٹیم پریس بیسٹلا بلڈنگ سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام بابو دیوان سنگھ پرنٹر چھپا
اور صوفی لچھمن پرشاد پبلشر نے دفتر مستانہ جوگی ہیرا منڈی - فورٹ لائن - لاہور سے شائع کیا